بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اے محبوب تم کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تعالیٰ
تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔
(آل عمران ۳۱)
جلد اوّل
سیرت النبی
انجیل مقدس کی روشنی میں
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مؤلف: طالب حسین کرپالوی
ناشر: جعفریہ دار التبلیغ ۰ امام بارگاہ ۰ سانده کلاں ۰ لاہور

اسم کتاب ۔۔۔ سیرت النبیؐ انجیل مقدس کی روشنی میں
جلد ۔۔۔۔ اول
از سلسلہ ۔۔۔۔ سیرت النبیؐ
مولف ۔۔۔۔ طالب حسین کرپالوی
ناشر ۔۔۔۔ جعفریہ دارالتبلیغ ۔ سانده کلاں ۔۔ لاہور
کتابت ۔۔۔۔ شفاف کمپیوٹر سنٹر
مطبع ۔۔۔۔ معراجدین پرنٹرز لاہور
بار ۔۔۔۔ اوّل
تاریخ اشاعت ۔۔ 10 دسمبر 1990
ھدیہ ۔۔۔۔ ۷۰ روپے

نمائندے

سیالکوٹ ۔۔
سید فاخر حسین رضوی جنرل منیجر اسٹیٹ لائف انشورنس، نوید سنٹر کچہری بازار سیالکوٹ
ملتان،
سید وسیم حیدر عابدی، واپڈا کمپیوٹر سنٹر ۔ واپڈا کالونی ۔ خانیوال روڈ ملتان
راولپنڈی
سید باقر امام زیدی ۔ مکان ۲۱۶ سٹریٹ ۱۳ ۔ افشاں کالونی قاسم روڈ راولپنڈی کینٹ
کراچی
۔ سید سجاد امام زیدی ۔ ۲۰ ر ۹۸ فیڈرل بی ایریا کراچی
نواب شاہ
سید عابد زیدی مکان ۳۸۳ بی ۲ محلہ لیاقت آباد نواب شاہ
حیدر آباد ۔
پروفیسر غلام عباس سروال معرفت رحیم بکڈپو تالاب ۳ حیدر آباد پشاور ۔ سید عون محمد زیدی مکان ۷۸ ۱۰ حمام سٹریٹ لطیف جان بلڈنگ پشاور صدر
کوئٹہ
جنرل سیکرٹری انجمن حسینی قندھاری شارع علمدار کوئٹہ
سٹاکسٹ
افکار بکڈپو مین بازار اسلام آباد لاہور ۔ سکھر حیدری کتاب منزل حیدری روڈ پرانا سکھر

37169
بسم اللہ الرحمن الرحیم
بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

اِنتساب

جَدِّ بزرگوار میاں عبدالوہابؒ

اور

پدرِ بزرگوارم میاں غلام جعفر

کے نام

جن کے فیضِ تعلیم و تربیّت نے مجھے علمی اَور
دینی خدمت کی توفیق بخشی۔

فہرست

مقام مصطفیٰ انجیل کی روشنی میں

عہد عتیق کی کتب

حضور باری تعالیٰ

الٰہی تیرا شکر و احسان ہے کہ تو نے مجھے انسان بنایا اور زبان و بیان کی قوتیں عطا فرمائیں۔ میں تیرے حضور اپنی لاعلمی و جہالت کا اعتراف کرتا ہوں میں کیا ہوں؟ میں کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ ہے وہ تو ہے تیری قوتیں لامحدود اور تیری قدرت سمجھ میں نہ آنے والی ایک حقیقت ہے۔ بار الٰہ میں جاہل ہوں بے علم ہوں جو تھوڑی بہت سوجھ بوجھ ہے وہ تیری ہی دی ہوئی ہے
لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم

میرا دماغ تیرے بس میں، میرا دل تیرے قبضہ میں، اور میرا قلم تیرے ہاتھ میں ہے اے صاحب لوح و قلم! اے ذی العرش المجید! جس طرح تو نے مجھ سے "مسئلہ ء تحریف القران اور براھین الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب لکھوائی" اسی طرح اپنے نبی کی سیرت بھی لکھوا دے۔ میرا دماغ بن جا میرا قلم بن جا میرا ہاتھ بن جا اور مجھ پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وہ اسرار و رموز منکشف کر دے جو تیرے علم میں ہیں جو علم انسانی سے ماوراء ہیں اور مجھے توفیق دے کہ میں تیرے آخری پیغمبر کی مقدس و مبارک زندگی کے حالات لکھ کر تیری دنیا کے سامنے پیش کر سکوں۔ الٰہی میں گنہگار ہوں۔ سیاہ کار ہوں۔ ماعبدناک حق عبادتک وماعرفناک حق معرفتک۔ نہ تجھے جاننے کی طرح جانا نہ پہچاننے کی طرح پہچانا۔ نہ کماحقہ تیری عبادت کی۔ مگر پھر بھی تو نے عمر بھر اپنی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز فرمایا۔

مولا یہ ہی تیری دستگیری کا وقت ہے میرا ہاتھ تھام لے تیرے نبی۔ تیری دنیا کے انسان کامل کی سیرت لکھ رہا ہوں کہیں لغزش نہ ہو جائے۔ کہیں بھٹک نہ جاؤں۔ کہیں خلاف شان رسالت اور خلاف ادب کوئی لفظ میرے قلم سے نہ نکل جائے تیرے ہی بھروسے پر یہ کار اہم میں نے اپنے ذمہ لیا ہے اور تیری ہی توفیق و قوت اسے تکمیل تک پہنچائے گی (۵)

بارگاہ رسالت پناہ میں

اے چارہ بیچارگان۔۔۔ اے دادرس بے داد گان! سیرت النبی کا یہ ہدیہ کانپتے ہاتھوں۔ اشکبار آنکھوں۔ دم بخود سانسوں اور ملتجی نگاہوں کے ساتھ آپ کی بارگاہ بے کس پناہ میں لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ اہل دل نے تسلیم کیا ہے اور اہل نظر نے دیکھا ہے کہ جس ایوان پر ہم اوراق ضعیفہ کی تیس جلدیں لے کر حاضر ہو رہے ہیں۔ وہاں فرشتے ادب سے پر نہیں ہلاتے۔ آفتاب کی شعاعیں شکستہ رو ہو کر آستان بوسی کے لئے گرتی ہیں۔ مہتاب کی کرنیں گنبد خضریٰ کے سامنے شکستہ رنگ ہو کر خجل ہو ہو جاتی ہیں۔ اس ادب گاہ پر جنید و بایزید نفس گم کردہ آتے ہیں۔ ہماری یہ جسارت۔ ہماری یہ رسائی۔ ہمارے قلم کی یہ آہ نیم شبی۔ ہماری آہ سحری کی یہ سیاہی۔ دامن قرطاس پر بکھر کر۔ سمٹ کر۔ گریبان کاغذ میں پھیل کر اسی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہونے کی اجازت چاہ رہی ہے۔ یہ جسارت۔ یہ جراءت یہ ہمت' یہ رسائی' اور یہ اجازت آپ کے ہی کرم آپ ہی کے لطف کا صدقہ ہے

کرعنایت مرا گستاخ کردہ ۔۔۔ وگرنہ کے مجالم گفتگو بود

ہم سائل ہیں سنا ہے ۔ آپ کے دروازے کے سائل کو روکا نہیں جاتا۔ ہم مانگتے ہیں سنا ہے " نہیں " سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا۔ ہم فقیرانہ صدا لے کر آئے ہیں اور آپ کی گلی کے فقیر ہیں ہم سربلند ہو گئے ہیں اس گلی کے فقیروں میں تاجدار عالم نظر آتے ہیں۔

منگتا تو پھر منگتا ہے دراشاہوں سے بتادو جس کو تیری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو!

یارسول اللہ! آپ کی سیرت لکھنے والے سینکڑوں ہوں تو بھی ہم پہچانے جائیں۔ ہزاروں ہوں تو شاید رسائی ہو۔ لاکھوں ہوں تو شاید شنوائی ہو۔ کروڑوں ہوں تو شاید کاروان عشق و محبت میں ایک گوشہ مل جائے۔ مگر اس آستان کے سامنے بے حد و بے حساب۔ بے شمار و بے اعداد بے کران و بے اطراف آپ کے سیرت نگار ہیں بستہ صف خجستہ دل شکستہ پا۔ گریبان وا ۔ اور دامن دراز پڑے ہیں صدیاں گزر گئیں عمریں بیت گئیں۔ دفتر ختم ہو گئے قلمیں شکستہ ہو گئیں مگر آپ کی زلف دو تار کی ایک تار پر پیچ کی سیرت نگاری کا حق ادا نہ ہوا

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ۔۔۔۔ ماہمچناں دراول وصف توماندہ ایم

یاحبیب اللہ! ہم آپ کی بارگاہ عاجز پناہ میں یہ ہدیہ لے کر حاضر ہو رہے ہیں ہم اپنی تحریر کی۔ اپنے بیان کی۔ اپنے اسلوب کی۔ اپنے انداز کی حیثیت کو جانتے ہیں یہ سوت کی چند تاریں۔ جمال مصطفوی کے بازار میں آرہی ہیں۔ یہ شکستہ حال جھونپڑی کے دیے کی لو آفتاب رسالت کے سامنے آرہی ہے۔ یہ صحراؤں کے خس وخاشاک باغ جنان کی لطافتوں کے سامنے آرہے ہیں۔ اللہ اکبر! اپنا قلم اور یہ بارگاہ۔ جہاں ملائکہ کو بھی حسرت کلام ہو۔ اپنا بیان اور وہ دربار جہاں کی کرسی کلپنہ اولیٰ عرش علیٰ کی بلندیوں کو شرمائے۔ اے بے کسی تمنا! رک جا۔ اے شکستہ پا آرزو ٹھہر جا۔

یارحمتہ للعالمین! ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا لائے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ فخر ہے کہ اس دربار میں جو کچھ لایا جائے اسے نگاہ شفقت قبول کر لیتی ہے۔ یہ سیرت النبی کے چند اوراق۔ یہ رسم زمانہ کے چند صفحات۔ اپنی نارسائی ذہن کی چند تصویریں۔ یہ صالحین امت سے سنی ہوئی چند داستانیں۔ یہ کاملین امت کے مانگے ہوئے خیالات۔ آپ کے مداحوں کی زبانوں سے گرے ہوئے چند کلمات۔ آپ کے سیرت نگاروں کی چند نقلیں۔ آپ کے عاشقوں کی چند آہیں۔ آپ کے جانثاروں کی چند حکایتیں۔ سیرت النبی کے نام پر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ نگاہ شفقت میں قبول ہوں گی ورنہ کون نہیں جانتا کہ سیرت نگاری پھر کس کی سیرت نگاری؟ آپ کی! اللہ اللہ

یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے غلاموں کا یہ ہدیہ قبول کیجئے ہمارے تار تار دامنوں میں اپنی رضا کے پھول ڈال دیجئے۔ اس کج مج زبانی کو اپنی قبولیت سے سرفراز فرمائیے۔ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائیے حضور یہ۔ بے مایہ بے بضاعت آداب سیرت نگاری سے ناواقف ہے اتنے بڑے دربار کی حاضری کی روایات سے ناآشنا ہے اس کتاب میں جس قدر لغزشیں اور فروگذاشتیں سرزد ہوئی ہیں اپنی کریمی کے صدقے ہمیں بلوان انجان سمجھ کر معاف فرمادیجئے ہم فقیر ہیں۔ مانگنا بھی نہیں جانتے صدا لگانے کا سلیقہ بھی نہیں ہے ہماری صدا چند آنسو ہیں جو سمٹ کر الفاظ کی شکلیں بن گئے ہیں اگر

آنسو کے مطالب ہو سکتے ہیں تو انہیں قبول فرمالیجئے۔ اے کریم! ان آنسوؤں کے پردے میں جو سوز ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔ جو درد ہے وہ آپ سے چھپا نہیں۔ جو گداز ہے وہ آپ پر عیاں ہے ہم نے اپنی پریشان زندگی کے چند لمحے تیری یادوں میں بسر کیے ہیں انہیں الفاظ بنا کر آپ سے محبت کرنے والوں کے سامنے کتاب بنا کر لے آئے ہیں یہ آپ کی محبت کے داغ ہیں جو مدھم نہیں ہو سکتے۔ یہ آپ کی یادوں کے زخم ہیں جو بھر نہیں سکتے۔ یہ داغ یہ زخم یہ بھی آپ ہی کی نگہ کرم کا ایک عطیہ ہیں ان داغوں سے وادی بطحا کی یادوں کے گلزار مہکتے رہیں گے۔ ان زخموں سے کوچہ حبیب کی یادیں جگمگاتی رہیں گی۔ ہمارے لیے یہی چیزیں موجب نجات ہیں۔ یہ حروف سرمایہ حیات ہیں۔ یہی صفحات وجہ تسکین دل وجان ہیں۔

اے کریم السجایا! اے جمیل الشیم!! درد محبت کی دولت۔ سوز عشق کا سرمایہ ہمارے دامن دماغ میں ڈالا گیا۔ آپ کا کرم ہے آپ کا صدقہ ہے ہم سمجھتے ہیں اس ہدیہ کی قبولیت کے بعد ہماری پریشان زندگی کلیتی راستہ سرور و کیف سے گزرے گا ہمیں محاسبہ کا خوف نہیں رہا۔ شفاعت کی بشارتیں سنائی دیتی ہیں یہ سیرت النبی میدان حشر میں زادراہ ہوگی۔ اور آپ کی رحمتوں کا سایہ خنک بادلوں کا سایہ بن کر چھایا رہے گا۔ یا خیر البریہ! آپ کے روضہ منورہ اور مرقد معنبر و معطر پر بے حساب صلواۃ و سلام ہوں بے پناہ تحیت و درود ہوں آپ کی بارگاہ منبع جلالت و حشمت ہے عاشقان الٰہی کے لئے چشم و چراغ اور عارفان خداوندی کے لئے شمع جمال ہے قدسیوں کی جلوہ گاہ اور ملائکہ کی جائے پناہ ہے۔ بحر رسالت کے دریائے شاہوار اور آسمان بلاغت کے طاہران خوش مقال اپنی نغمہ ریزیاں اور تبداریاں یہاں ہی نذر کرتے ہیں۔ گلستان فصاحت کی بلبلیں اور شکرستان ملاحت کی قمریاں یہاں سے ہی شیریں دہنی لیتی ہیں۔ عالم انس کے شاہبازان عالی پرواز اور چمن صدق وصفا کے عقابان ثریا۔ ہاں اسی بارگاہ کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں

یاسید العرب والعجم! درود پاک کی ہزاروں لڑیاں صلواۃ و سلام کی لاکھوں کرنیں آپ کی ذات مقدس و مطہر و منور پر نثار ہوں جہاں انوار ازل کے ماہتاب علوم عرفان کے آفتاب نور کی دریوزہ گری کرتے نظر آتے ہیں آپ کی ذات کائنات کی افسردہ جانوں کی طبیب لبیب ہے مردہ دلوں کے لئے قطرہ باران رحمت ہے گدایان امت کے ظلمت خانوں کا چراغ ہے درماندگان کاروان ملت کے لئے مشعل راہ ہے گنہگاران ارض کی شفاعت کی ضمانت ہے اور تباہ حال انسانوں کی ملاذ و ملجا ہے

وانت الذی ترجوا شفاعتہ عندہ ومثلک من یرجی لدفع لعظائم

یاسید المرسلین یا خاتم النبیین! کوئے محبوب میں پہنچنے کا کوئی بہانہ چاہیے تھا کوئی حیلہ درکار تھا۔ بزرگوں سے سنا تھا آپ کی بارگاہ میں نعت خواں۔ مدحت سرا درود و سلام پڑھنے والے۔ آہ و فغاں کرنے والے۔ فریاد و فغاں کرنے والے اور ذکر و اذکار کرنے والے۔ پھر سیرت النبی لکھنے والے۔ بلا روک ٹوک پہنچ جاتے ہیں۔ ہم نے بھی ایک بہانہ۔ ایک حیلہ تلاش کیا۔ نعت خواں نہ بن سکے کہ خوش آواز نہ تھے۔ مدحت سرانہ ہو سکے۔ کہ ذوق سخن نہ تھا۔ درود و سلام پیش نہ کر سکے کہ ہزار بار دہن با مشک و گلاب دھویا لیکن پھر بے ادبی کا ڈر آگیا۔ آہ و فغاں نہ کر سکے کہ سینہ بریاں نہ پایا تھا۔ فریاد و فغاں نہ کر نہ پہنچ سکے۔ ذکر و اذکار نہ کر پائے کہ قافلہ ذکر و اذکار سے رہ گئے۔ ہاں سیرت النبی لکھ کر آگے بڑھے اور خیال آیا چلو حریم جاناں میں چلیں اور اس جان جاں "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے قدموں میں پہنچیں۔ (۴)

ابتدائیہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ الذی تواضع کلّ شیء لعظمتہ و ذل کلّ شی لعزّتہ واستسلمت الخلائق بقدرتہ۔ وانقادت الامم من خشیتہ۔ وتشققت الجبال من خیفتہ۔ استشہدّ بحدوث الاشیاء علی ازلیتہ و بماو سمھابہ من العجز علی قدرتہ وقہر عبادہ بجبروتہ وسطوتہ واصطنع العباد المصطفین المنتجبین لنبوتہ وخلافتہ وفطرھم علی علمہ ومعرفتہ و تفضل علیہم بعنایتہ فاحمدہ اخلاصا "لوحدانیتہ واشکرہ اقرارًا بنعمتہ واثنی علیہ اسلاما" بفردانیتہ استسلاما لعزتہ واستعصاما" من معصیتہ واستماً ما لنعمتہ غیر مقنوط من رحمتہ ولا مایوس من مغفرتہ ولا مستنکف عن عبادتہ

والصلوٰۃ الدائمۃ القائمۃ المتزائدۃ النامیۃ علی خاصتہ وصفوتہ افضل بریتہ واول خلیقتہ ومظہر رحمتہ ومالک شفاعتہ ومحل مشیتہ محمّد الا حمد الذی اختصہ لختم رسالتہ ونبوتہ بعثہ باحکامہ وشریعتہ وارسلہ بالھدٰ ی و دین الحق لاتمام نورہ و تتمیم نعمتہ

والصلوٰۃ والسلام علی اھل بیتہ و ذریتہ و عترتہ الذین اختارھم اللہ لنفسہ واصطفاھم علی عبادہ وارتضاھم لدینہ وخصھم بمعرفتہ وکرامتہ وغشیھم برحمتہ و رباھم بنعمتہ وغذاھم بحکمتہ والبسھم نورہ ورفعھم فی ملکوتہ وحفظھم بملائکتہ و انتجبھم لولایتہ وامامتہ فھم ھیاکل توحیدہ وتراجمۃ وحیہ و حججہ علی خلقہ۔ وخلفائہ فی ارضہ امابعد

فخرِ عالم وعالمیان افضل موجودات کون و مکان۔ برگزیدہ اولین و آخرین۔ خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رحمتہ العالمین الملقب بہ صادق وامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک وہ پر نور ہستی ہے کہ جو اللہ کا عبد ہے اللہ کا رسول ہے اللہ کا نور ہے اللہ کے جود وکرم کا ظہور ہے۔ موجب اور وسیلہ تخلیق کائنات اور بے کسوں کے دل کا سرور ہے۔ خداوند عالم نے اس مبارک نور کی روشنی سے دونوں جہان روشن کردیے ہیں آپ کی ولادت باسعادت کا دن وہ مقدس ترین دن ہے جو انسانی تاریخ کے دفتر میں ہمیشہ ایک عہد آفرین دن کی طرح یادگار رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن ایک ایسے کامل اور مکمل انسان اس دنیا میں تشریف لائے جن کے وجود سے بنی نوع انسان کو شرف وافتخار حاصل ہوا اور ضلالت اور گمراہی کی وادی میں بھٹکتی ہوئی دنیا پاکیزگی اور بہتری کے بلند تر مقام پر فائز ہوئی ہے اور پوری دنیا نے انسانیت کو عدل' انصاف' اخوت' محبت' تقویٰ اور پاکیزگی کے سب سے زیادہ موثر اور سب سے کامیاب سیدھے راستے "صراط مستقیم" کی ہدایت دی گئی ہے۔ حضور اکرم کو جو دین دیا گیا ہے اور آپ نے خدا کی مخلوق کو اس کی طرف دعوت دی ہے۔ اس دین کا نام اسلام ہے اور یہ حقیقت آج تمام دنیا نے تسلیم کرلی ہے کہ انسانیت کی مکمل تاریخ میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو دنیا کے تمام ادیان اور مذاہب سے جاہے وہ

آسمانی اور الہامی ہیں یا غیر اسلامی - یہ ایک عظیم دین ہے تمام مذاہب سے زیادہ انقلابی ہے -
اور بنی نوع انسان کی بہبود اور بہتری کے لئے سب سے کامیاب تحریک ہے - اسلامی دین نے تہذیب اور باشرف ثقافت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں اس کی مثال بنی نوع انسان کی تاریخ میں نہیں مل سکتی - اور نہ مل سکے گی اسلام ایک درمیانہ مذہب ہے - اعتدال کا مذہب ہے اور فطرتی دین ہے اس کے احکام - قواعد - ضوابط اور اصول فطرت خداوندی کا نمونہ ہیں - جو اوئل ہیں - جو سیرت کردار اور اخلاق اسلامی تعلیمات کے ذریعہ ایک انسان میں پیدا ہو سکتی ہیں - وہ دنیا کے دوسرے کسی بھی دین کی تعلیمات کے ذریعہ انسانوں میں پیدا نہیں ہو سکتیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی تہذیب جن عظیم ترین اخلاقی بنیادوں پر مبنی ہے - اور انسان کو جو پاکیزہ درس دیا کرتی ہے - وہ درس دینے والا پیغمبر اپنی صفات میں بحسن انسانیت اور رحمۃ العالمین ہے اور رحمت العالمین ہونے کے بلند ترمنصب کا تقاضہ ہے - کہ انسانیت کی شیرازہ بندی ایسے اصولوں سے کی جائے جو نیک بختی اور سعادت کی موجب ہوں -

یہ چند باتیں جو اوپر درج کی گئی ہیں - اس کی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رسول اللہ کی بعثت اور نبوت سے پہلے زمانہ کے آسمانی صحیفوں میں تاریخ کے مختلف ادوار کے پیغمبروں - نبیوں - رسولوں - مہاتماؤں - رشیوں اور مہارشیوں نے - اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت کے بعد گذشتہ چودہ صدیوں کے طویل عرصہ میں دنیا کے مشہور غیر مسلم مفکروں - عالموں دانشوروں اور انصاف پسند لوگوں نے پورے تدبر اور یقین کے ساتھ کی ہے اور ان حقیقتوں کی صداقت کا اعتراف کیا ہے -

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے عہد سے پہلے جو انبیاء اور رسول اور صلحاء امت ہو گذرے ہیں انہوں نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں اسے اپنے اپنے عہد کے لوگوں کے سامنے حضرت محمد رسول اللہ کے نام - والد کے نام - قوم کے نام - جائے سکونت کے نام - آپ کے حلیہ - آپ کے زندگی کے واقعات - ولادت کے زمانہ کا تعین آپ کی تعلیمات کا عمل اور رد عمل آپ کے اصحاب اور آپ کے مخالفین کے طرز عمل کی وضاحت کی ہے - اور اپنی اپنی قوم کے لوگوں کو اس نبی معہود کے دنیا میں تشریف لانے کی صورت میں ان پر ایمان لانے کی ہدایت وغیرہ تمام ضروری امور اور معلومات پیش کی گئی ہیں - اور آپ کے مختلف صفاتی نام بتائے گئے ہیں جیسے - کاروئے - کلکی - کنکی برشتی وغیرہ - آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے - کہ آپ کے بعد کوئی بھی نبی اور رسول مبعوث نہیں ہوگا - وحی الہٰی جو خداوند عالم کی مخصوص نعمتوں میں سے اہم ترین نعمت ہے - اس کی تقسیم آپ کی ذات اطہر پر آکر ختم ہو جائے گی - محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس سلسلہ کے "لمو" ہوں گے یعنی ختم کرنے والے اور بالکل آخر میں تشریف لانے والے ہوں گے - تورات میں خاتم النبیین کا مفہوم لفظ "لمو" میں ادا کیا گیا ہے ان تمام قدیم آسمانی کتابوں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان اور صفات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے قرآن مجید میں اس کی تصدیق کی گئی ہے بھوشیہ پران میں بیاس جی نے آپ کی شان میں فرمایا آبھی ار یہ اور قرآن مجید نے وانک لعلی خلق عظیم کی آیت میں اس کی تصدیق کی -

ہمیں اعتراف ہے کہ آج جس قدر بھی آسمانی اور الہامی کتابیں دنیا کی مختلف قوموں کے پاس مختلف زبانوں میں موجود ہیں ان

میں اس قدر تحریف کی گئی ہے کہ آج کسی بھی الہامی اور آسمانی کتاب اور صحیفہ کے متعلق وثوق سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی تعلیمات اس کی اپنی اصلی تعلیمات ہیں اور تحریف سے محفوظ ہیں لیکن واقعات کے اس افسوسناک شکل اختیار کرنے کے باوجود غالباً" اس ایک بنیادی حقیقت پر غور نہیں کیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پوری دنیا اور تمام کائنات کے لئے دنیا کی آخری گھڑی تک کے وقت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسی طرح پچھلے انبیاء اور رسولوں کے صحیفوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے باعث تخلیق کائنات ہونے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جب سے یہ دنیا پیدا ہوئی ہے اور نوع انسانی کی تخلیق کی گئی ہے تب سے آپ کے انوار کے اثرات کے ساتھ آپ کی نبوت کے فیوضیات بھی موجود رہے تھے تو ایسے جلیل القدر پیغمبر اور آپ کی نبوت کے منصب کے مظاہر میں سے جہاں دوسرے معجزات بیان کئے گئے ہیں وہاں غالباً" اس ایک معجزہ پر ابھی تک غور نہیں کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ کا ذکر جمیل اور نام دنیا کے جتنے بھی پیغمبروں کی کتابوں اور صحیفوں میں آیا ہے ان صحیفوں میں جتنی بھی تحریفیں کیوں نہ کی گئی ہوں آج تک دنیا کی کسی بھی قوم کی لوگ اس پر قادر نہیں ہو سکے ہیں کہ وہ اپنے اپنے صحیفوں میں تحریف کرتے اور اپنے صحیفوں کا حلیہ بگاڑتے اور مسخ کرتے وقت ان میں سے محمد کا نام اور ان کا تذکرہ نکال سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی لاتعداد قوموں کے پاس ان کے اپنے اسلاف کے ورثہ میں اپنی اپنی قوموں کے گذشتہ تاریخی ادوار کے پیغمبروں۔ رسولوں۔ مہاریشیوں۔ اوتاروں۔ اور ربانین اور بیشائین کی جو کتابیں موجود ہیں ان سب میں محمد العربی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور مقام کا ذکر موجود ہے ضرورت ان سے آگاہی حاصل کرنے کی ہے تاکہ وہ لوگ جن کے پاس یہ کتابیں موجود ہیں اور اسے نہ سمجھنے کی وجہ سے اسلام کی صداقت سے بے خبر ہیں ان کو سمجھایا جا سکے اور ان کو ان کی اپنی ہی کتابوں میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام۔ مرتبہ اور مقام بتلایا جا سکے۔

(طالب حسین کرپالوی)

۱۴۔ اگست ۱۹۹۰

مقامِ مصطفٰے انجیل کی روشنی میں

مستقبل کے واقعات کی صحیح پیش گوئی خدا کے کلام کی اصلیت اور خدا کی موجودگی کی سب سے بڑی شہادتوں میں سے ایک ہے صدیوں پہلے ایک واقعہ کی پیش گوئی کرنا اور بعدہ اس کی صحیح تصویر دیکھنا' الٰہی طاقت کا ایک ایسا بین ثبوت ہے کہ جس کی تردید نا ممکن ہے

اگرچہ کتاب مقدس انجیل ہر سال تغیر و تبدیل کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے تاہم انجیل میں ایسے مقامات بھی پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا خود انسان کو اپنی طاقت دکھانے کے لئے اس شہادت کا اظہار کرتا ہے۔

یسعیاہ ۴۱: ۲۲ سے ۲۹ آیت میں خداوند تعالیٰ خود اپنے نبی کی معرفت اپنی عظمت اور برتری کے ثبوت میں آئندہ واقعات کے متعلق پیش گوئی بیان کرتا ہے اور غیر اقوام کے دیوتاؤں کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ اپنے علم کے ذریعہ اپنی طاقت کا اظہار کریں جیسا کہ قرآن کریم نے عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ تم اپنے تین خداؤں کے ذریعے اپنی طاقت کا اظہار کرو۔

سیدنا حضور مسیح علیہ السلام نے بھی اپنے پیروؤں کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے مستقبل کے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ جس رات حضرت مسیح دنیا والوں سے جدا ہونے کو تھے' آپ نے اپنے شاگردوں سے کہا۔

"اور اب میں نے یہ سب باتیں پوری ہونے سے پہلے ہی تمہیں بتا دیں' تاکہ جب پوری ہوں' تم یقین کرو" چنانچہ ایک موقع پر آپ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے سیدنا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارت اس طرح دی۔

"مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں لیکن ابھی تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (محمد) یعنی روح حق (سچائی کا روح) آئے گا تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اور تمہیں آئندہ کی خبر دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا"

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے یہ مبارک الفاظ آپ کے ٹھیک چھ سو سال بعد عالم وجود میں آئے یعنی کہ ریگستان عرب پر پرچم محمد لہرایا اور صدق و کذب میں تصادم ہوا۔ آخر فتح نے سچائی کے قدم چومے اور روح حق کی فوج نے باطل کے تمام قلعے مسمار کر دیئے ایک جگہ درج ہے کہ

"یعنی جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت کے ملک اور سایہ میں بیٹھے تھے' ان پر روشنی چمکی" (متی ۴: ۱۶' یسعیاہ ۴۲: ۷)

یہی وجہ ہے کہ آج سیرت سرور کائنات جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نوع انسان کے لئے مشعل راہ سے بھی بڑھ کر ہے لیکن دنیا کے علماء ہٹ دھرمی اور تعصب کے رتھ پر بھاگے جا رہے ہیں اور سیدنا حضور مسیح کے اس ارشاد کی بے بنیاد تاویل کرتے ہیں پادری صاحبان کہتے ہیں کہ روح حق (سچائی کا روح) سے مراد محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں بلکہ اس سے مراد وہ روح القدس ہے جو کہ سیدنا مسیح کے بعد ان کے شاگردوں پر نازل ہوتا تھا میں کہتا ہوں کہ سیدنا حضور مسیح علیہ السلام کے الفاظ میں روح حق کی شناخت یہ ہے۔

اب آپ کے کہنے کے مطابق جو روح القدس مسیح کے شاگردوں پر نازل ہوا اس نے شاگردوں "روح حق سچائی کا

روح تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا) یا دیگر عیسائیوں کو کونسی سچائی کی راہ دکھائی بلکہ اعمال ۲۱: ۱۷ تا ۲۵ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ جب روح القدس مسیح کے شاگردوں پر نازل ہوا، تو ان سب نے جھوٹ بولنا اور فریب دینا شروع کر دیا۔ جھوٹ بولنے کا دوسرا نام سچائی ہے شاگردوں پر روح القدس نازل ہوا تو کچھ عرصہ بعد پولوس بھی ان میں آشامل ہوا اور سب کا استاد بن گیا پولوس کے نزدیک جھوٹ بولنا ثواب عظیم ہے (رومیوں ۳: ۵) بلکہ پولوس خود بھی بڑے فخر کے ساتھ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا کتاب مقدس بائبل سے دریافت کریں ایک مقام پر پولوس کہتا ہے کہ میں پیدائشی یہودی ہوں (اعمال ۲۲: ۳) کو دوسرے مقام پر کہتا ہے کہ میں پیدائشی رومی (بت پرست) ہوں۔ (اعمال ۲۲: ۲۵ تا ۲۸) تیسرے مقام پر پولوس کہتا ہے کہ "میں پیدائشی فریسی ہوں" (اعمال ۲۳: ۶، ۷، ۸) ہم کس طرح یقین کریں کہ ایک آدمی تین متضاد جگہ یا مذاہب میں پیدا ہو سکتا ہے ہم حیران ہیں کہ پولوس پیدائشی رومی (بت پرست) بھی ہے اور پیدائشی یہودی (توحید پرست) بھی ہے اور پیدائشی فریسی (یہودیوں کا ایک فرقہ) بھی ہے یہ کون ہے جو اپنی پیدائش تین مختلف جگہ بتلا رہا ہے یہ عیسائیوں کا سب سے بڑا رسول، جس پر روح القدس نازل ہوا تھا وہ یہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پولوس جھوٹ بولا کرتا تھا جیسا کہ ہم نے ثابت کیا اور جھوٹا آدمی روح حق ہو نہیں سکتا۔ اور سنئے کہ اس جھوٹ بولنے والے روح حق کی تعلیم کیا ہی انوکھی ہے جس پر عمل کرنے سے شیطان بھی شرماجاتا ہے ہم کیوں نہ برائی کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو (رومیوں ۳: ۸)

یہی وہ پولوس ہے (جس پر بقول ان کے روح القدس نازل ہوا تھا) جو خدا تعالیٰ کی پاک شریعت کو لعنت اور شریعت پر عمل کرنے والوں کو لعنتی کہتا ہے (گلتیوں ۳؛۱۳)

خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

"کیونکہ یہ باغی لوگ اور جھوٹے فرزند ہیں اور خداوند کی شریعت سے انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو کہتے ہیں کہ ہم پر سچی نبوت نہ کرو۔ ہم سے خوشگوار باتیں کرو اور ہم سے جھوٹی نبوت کرو۔ (یسعیاہ ۳۰: ۸) ان تمام حوالوں کے ہوتے ہوئے حضرت پولوس اور اس کے ساتھی روح حق کے زمرے میں نہیں آتے اس لئے کہ سب کے سب دغاباز اور جھوٹے اور برائی کی تعلیم دینے والے تھے۔ جیسا کہ ہم نے کتاب مقدس سے ثابت کیا ہے۔ لیکن اس کے برعکس روح حق حضور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے۔ غور سے ملاحظہ فرمایئے (جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو" (القرآن)

روح حق آئے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا (بائبل)

اہل یہود کے سب سے بڑے معلم سردار کاہن کیفا نے مجرم قرار دے کر کہا یہ مشرک ہے۔ پولوس نے اس کی تصدیق کی کہ "واقعی مسیح لعنتی ہے" (گلتیوں ۳ ۱۳)

روح حق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اعلان فرمایا۔

یہ دونوں جھوٹے اور دروغگو ہیں۔ مسیح نہ لعنتی ہے نہ مشرک ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا "مسیح لعنتی ہے" اور روح حق محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا مسیح پاک، معصوم اور کلمۃ اللہ ہے

ناظرین اللہ کے لئے انصاف کریں کہ سیدنا حضور مسیح کا جلال کس نے ظاہر کیا پولوس نے یا حضور محمد صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم نے! پولوس کو روح حق تسلیم کرنا کلام الٰہی کا جنازہ اٹھانا ہے۔
حضرت یوحنا (یحیٰی) نے بیرون باربیت عنیاہ میں ایک عظیم الشان جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔
" تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں " (یوحنا: ۲۷)
حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔
"اگر تم مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے " (انجیل یوحنا نیز فرماتے ہیں۔ "لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا (انجیل یوحنا باب آیہ ۶' ۷' ۸' مطبوعہ برٹش اینڈ بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۰۶ء دوسری جگہ فرمایا "لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا" (یوحنا باب ۱۶: آیت ۱۳) بتاؤ اس سے زیادہ روشن اور صریح بشارت اور کونسی ہوگی حضرت مسیح کے بعد وہ تسلی دینے والا کون آیا؟ وہی محمد ربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، جن کو وہ آگے چل کر صاف صاف یوں فریاد کرتے ہیں۔
'بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں" (انجیل یوحنا باب ۱۵' آیت ۳۰)
بابی انت و امی یا رسول اللہ وروحی فداک یا نبی اللہ! تیرا رتبہ اللہ اکبر اور تیری شان؟ جل جلالہ تیرا رتبہ ہے اے احمد مقام اللہ اکبر کا اے سید عالم! آپ کے رتبہ کو کوئی کیا جان سکتا ہے؟ اور حضور کی عظمت و شان کو انسان کب سمجھ سکتا ہے جب کہ روح اللہ صلوات اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں کہ " اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں "

سید و سرور محمد نور جاں ~ بہتر و مہتر شفیع مجرماں

اچھا اور سنو! حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔
" پر جب کہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا" یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے' آوے وہ تو میرے لئے گواہی دے گا" (یوحنا باب ۱۵' آیت ۲۶) بھلا جناب مسیح علیہ السلام کے بعد سوائے محمد رسول اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کون نبی دنیا میں آیا جس نے ان کی تصدیق فرمائی اور ان کے لئے گواہی دی' پڑھو
" وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ "

اے تسلی دینے والے' اے تشفی بخشنے والے' اے فارقلیط' اے سید عالی وقار' اے جہان کے سردار تجھ پر قربان' جان تجھ پر نثار!

اے حسن مطلق 'اے نور باری　　　دل تجھ پر صدقے 'جان تجھ پر واری

از حضرت آشنا پھلواروی قدس سرہ العزیز

جاں فدا اے تو یا رسول اللہ　　　دل گدائے تو یا رسول اللہ

فارغ از ابتلائے کونین ست　　　مبتلائے تو یا رسول اللہ

گر بیابم بجائے سرمہ کشم　　　خاک پائے تو یا رسول اللہ

کاش ہر موے من زبان گردد　　　در ثنائے تو یا رسول اللہ

از ہمہ خلق گشتہ بیگانہ　　　آشنائے تو یا رسول اللہ

حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ان کے تقدس ماب حواری بھی ہمارے حضور کی بشارت دیتے اور حضرت روح اللہ کی تلقین و منادی کے بموجب ظہور پیغمبر آخرالزمان کا یقین رکھتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ مسیح علیہ السلام اس وقت تک آسمان سے نزول نہ فرمائیں گے جب تک خاتم الانبیا مبعوث نہ ہوں 'جن کی سب پیغمبروں نے بشارت دی اور جنکی موسیٰ نے پیشگوئی فرمائی چنانچہ پطرس مقدس نے بعد سیدنا مسیح علیہ السلام یوں منادی کی

"ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اس وقت کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا 'اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے ' تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میرے مانند اٹھاوے گا جو کچھ وہ کہے اس کی سب سنو" (انجیل ۔ کتاب الاعمال 'باب ۳ 'آیات ۱۹ تا ۲۲)

اور تمام مخلوق مسیح علیہ السلام کے بعد آں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی منتظر تھی چنانچہ ۔

۶ ۔ "یوحنا کی گواہی یہ تھی 'جب کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لادیوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں ' پس آیا تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے ؟ کیا تو الیاس ہے ؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے ؟ اس نے جواب دیا نہیں ۔ انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے 'نہ الیاس اور نہ وہ نبی ۔ پس بپتسمہ کیوں دیتا ہے "؟ (دیکھو انجیل یوحنا اول ۔ آیات ۱۹ تا ۲۵) انصاف شرط ہے ۔ لوگوں کو حضرت مسیح کے بعد کسی نبی کے آنے کا انتظار تھا ؟ اور "وہ نبی" سے سوائے موعود رسول منتظر خیرالبشر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کون مراد ہو سکتا ہے ؟

خدا کی مخلوق منتظر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا　　　ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز مخفی دکھائی دیتا ہے

اول ما خلق اللہ نوری اور انجیل مقدس

۱۔ یسوع نے جواب دیا جبکہ اللہ نے مٹی کا ایک ٹکڑا پیدا کیا اور اس کو پچیس ہزار سال بغیر اس کے ڈال رکھا کہ کچھ اور کرے شیطان نے جو کہ کاہن اور فرشتوں کے سردار کی مانند تھا بوجہ اس بڑے ادراک کے جو اس کو حاصل تھا معلوم کر لیا کہ بے شک اللہ اسی مٹی کے ٹکڑے سے ایک لاکھ اور چوالیس ہزار نبیوں کو بنائے گا جن کو نبوت کی عزت دی گئی ہو گی۔ اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل پیدا کی ہے اور اسی لئے شیطان غضبناک ہوا۔ (ص ۵۳، ۵۴ فصل ۳۵)

۲۔ پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں (محمد رسول اللہ) تب اللہ نے جواب دیا مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ جس شخص کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو کہ اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہو گا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ (ص ۶۰ فصل ۳۹)

۳۔ اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو۔ جیسے کہ اشعیاء میں لکھا ہوا ہے۔۔۔ انہوں نے کہا جبکہ تو مسیح ہے نہ ایلیاء نہ کوئی اور نبی تو پھر کیوں ایک نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیحا (محمد رسول اللہ) سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے یسوع نے جواب دیا تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں۔ جس کو تم مسیحا کہتے ہو وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہو گی۔ (فصل ۴۲ ص ۶۶ آیت ۸ تا ۱۷)

۴۔ پس آدم نے بمنت یہ کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن پر عطا فرما تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر دونوں انگوٹھوں پر عطا کی داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت (لا الہ الا اللہ) اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت (محمد رسول اللہ) تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں کہ تو دنیا کی طرف آئے گا (فصل ۳۹ ص ۲۰ آیت ۱۴ تا ۲۸)

تبصرہ

انجیل برنباس کی تین عبارتیں آپ کے سامنے ہیں جن سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نور اور منیر ہونا۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام بلکہ آدم علیہ السلام بلکہ دنیا کی تمام چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا۔

۳۔ آپ کے نام اقدس کا اللہ تعالیٰ کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ آسمان اور عالم بالا میں نقش ہونا۔

امر اول کا ثبوت اس جملہ سے ہے کہ وہ رسول جبکہ دنیا میں آئے گا تو دنیا کو ایک روشنی بخشے گا اور ظاہر ہے جو خود نور نہ ہو وہ دوسروں کو نورانی کیسے بنا سکتا ہے اور یہی مضمون قرآن کریم کی ان دو آیات میں مذکور ہے قد جاءکم من اللہ نور وکتاب ' داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے لہٰذا انجیل و قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شہادت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور اور منیر ہونے کی شان واضح ہو گئی لہٰذا کسی مسلمان کے لئے اس میں تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔

امر ثانی

انجیل سے نقل کردہ تینوں عبارات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عنصری اور جسمانی حالت میں مبعوث ہونے سے قبل روحانی اور اور نورانی حالت میں موجود ہونا بصراحت مذکور ہے" تیسری عبارت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا جانا اور بعد میں مبعوث ہونا مذکور ہے اور پہلی دونوں عبارات میں دنیا کی ہر چیز سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جانا واضح ہے اور یہ حقیقت مسلم ہے کہ ارواح اجسام سے پہلے پیدا کئے گئے تھے لہٰذا اگر روح محمدی علی صاحبہا الصلوٰت والسلام آدم علیہ السلام اور دنیا کی ہر چیز سے پہلے موجود ہو تو اس میں تعجب کی کون سی جگہ ہے۔

سوال

یہاں سے تو صرف روح اقدس کے پہلے پیدا کئے جانے کا ثبوت ملا اور ارواح سب کے نورانی ہیں پھر آپ کی خصوصیت نورانیت کے لحاظ سے کیا ہوئی؟

جواب

آپ کے روح اقدس کا سب اشیاء سے قبل پیدا کیا جانا بھی آپ کی خصوصیت ہے اور آپ کا نور ہونا بھی آپ کی خصوصیت ہے اول الذکر کا ثبوت تو عبارت سے واضح ہے اور ثانی کی اختصاص کی صورت یہ ہے کہ ارواح حقائق مختلفہ ہیں اور ان میں باہم تفاوت موجود ہے جب ملائکہ نوری ہونے کے باوجود مختلف ہیں جبریل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ مقربین کا نوری وجود عام ملائکہ سے علیحدہ ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اقدس اپنی نورانیت میں دوسروں سے ممتاز ہے مثلاً " سورج بھی نور ' چاند بھی نور ' ستارے بھی نور لیکن سورج کے مقابل ان کی نورانیت نہ ہونے کے برابر ہے اسی طرح اس سراج منیر کی نورانیت اور ضیا پاشیوں کے مقابل دوسرے انوار وہ حیثیت بھی نہیں رکھتے جو چاند اور ستارے کے مقابلہ میں رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں انجیل کی عبارت میں صرف روح کا تخلیق میں مقدم ہونا ہی مذکور نہیں ہے بلکہ اس کا آسمانی روشنی میں موجود ہونا بھی مذکور ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ روح القدس بھی نور اور اس کا وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا دیکھئے ملائکہ کی حقیقت اور روح نور ہے مگر جسم ان کے ہوائی ہیں اور باوجود اس کے ان کو نوری تسلیم کیا جاتا ہے تو سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور ہونے میں شک و تردد کیوں جن کی روح بھی نور اور وہ لباس بھی نور جس میں اس کو رکھا گیا۔

امر ثالث

آدم علیہ السلام کا آسمان میں نورانی تحریر کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھنا اور جنت کے دروازے پر اسی طرح لکھا ہوا دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت کی واضح دلیل ہے کہ جہاں جہاں نقش الوہیت موجود ہے وہاں وہاں نقش رسالت بھی موجود ہے جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نہ الوہیت باری کے لئے کسی مکان کی تخصیص ہے اور نہ ہی رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی مکان کی پابند ہے بلکہ آسمان و زمین کی ہر شے کو الوہیت خداوند تعالیٰ کی طرح رسالت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم محیط ہے اور روز اول سے آپ کی رسالت کا اس طرح اعلان آپ کے دوام رسالت کی بھی دلیل ہے او تیسری عبارت کا آخری جملہ اس دعویٰ کے لئے روشن دلیل ہے یعنی اور وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہو گی اور یہ جملہ بھی کہ میں تو ایک شور مچانے والی آواز ہوں۔ تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو گویا پہلے تمام نبی ان کے خلفاء اور نائبین کی حیثیت سے کام کرتے رہے اصل وہ دور بھی آپ کی ہی رسالت کا تھا جس طرح یہ زمانہ۔

علاوہ ازیں رسل کرام اور انبیاء عظام علیہم السلام میں سے صرف اس ہستی مقدس کی رسالت کا منقوش و مکتوب ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ اصلی رسالت آپ کی ہے اور باقی سب طفیلی ہیں اور آپ کی فرع

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست   ہمہ نورہا پر تو نور اوست

ورفعنا لک ذکرک اور انجیل مقدس

۱۔ پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (فصل ۳۹ ص ۶۰)

۲۔ پھر اللہ پوشیدہ ہو گیا اور فرشتہ میکائیل نے ان دونوں (آدم و حوا) کو جنت سے نکال دیا پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب وہ اس وقت رویا اور کہا اے بیٹے کاش اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے (فصل ۴۱ ص ۶۳ آیت ۲۹ تا ۳۱

تبصرہ

ان دونوں عبارتوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رفعت ذکر اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی کرم ظاہر و اضح ہے اور ساتھ

ہی ساتھ آدم علیہ السلام کا یہ عقیدہ بھی عیاں ہے کہ آپ اپنے اس لخت جگر کو اپنا وسیلہ اور سہارا سمجھتے تھے اس لئے یہ آرزو کی کہ اللہ تعالیٰ جلد آپ کو مبعوث فرمائے اور تم آکر ہمیں اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑاؤ اور یہی حقیقت قرآن مجید نے بھی بیان فرمائی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چند کلمات سیکھ لئے اور ان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی جیسے کہ تفسیر در منثور میں امام سیوطی نے اور مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اور دیگر اکابر نے ذکر کیا کہ وہ کلمات یہ تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ اور دوسری قرات کے مطابق کلمات فاعل ہے اور آدم مفعول اور معنی یہ ہے جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں ذکر فرمایا کہ کلمات یعنی جامع کمالات انبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدم علیہ السلام کی امداد و اعانت رب تعالیٰ کے اذن سے فرمائی اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں تو آپ کلمات ہیں کیونکہ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔

گویا انجیل نے آرزوئے آدم علیہ السلام کا ذکر کیا تو کلام مجید نے اس آرزو کی تکمیل کا اور اس تمنا کے بر آنے کا لہٰذا دونوں میں موافقت و مطابقت ثابت ہو گئی اور ایک دوسرے کی تائید و تصدیق۔

شان لولاک اور انجیل مقدس

۱۔ اور وہ (محمد رسول اللہ) میرا پیارا رسول ہو گا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ رسول کہ جب آئے گا تو سب دنیا کو روشنی بخشے گا (فصل ۴۱ ص ۶۰)

۲۔ اور یوں جب اس (اللہ) نے عمل کا ارادہ کیا سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا (فصل ۴۳ ص ۶۸ آیت ۹، ۱۰)

۳۔ اور رسول اللہ ان تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا جن سے کہ وہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلیں تاکہ اللہ کی جانب میں مومنوں کے لئے منت کریں پس ہر ایک خوف کی وجہ سے عذر کرے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ بے شک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلا دے گا کہ کیونکر اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لئے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا اور فرشتے گاتے ہوں گے برکت والا ہے تیرا قدوس نام اے اللہ ہمارے معبود اور جبکہ وہ عرش کے نزدیک آ پہنچے گا اللہ اپنے رسول کے لئے یوں پردہ کھول دے گا جیسے کہ ہر ایک دوست اپنے دوست کے لئے ملاقات پر لمبی مدت گزرنے کے بعد دروازہ کھول دیتا ہے۔

اور رسول اللہ پہلے بات چیت کی ابتداء کر کے کہے گا میں تیری عبادت اور تجھ سے محبت کرتا ہوں اے میرے معبود اور اپنے تمام دل اور جان سے تیرا شکر کرتا ہوں کیونکہ تو نے ارادہ کیا پس مجھ کو پیدا کیا تاکہ میں ہر چیز کی وجہ سے اور ہر چیز کے اندر اور ہر چیز سے بڑھ کر تجھ سے محبت کروں۔۔۔۔۔۔ الخ

اور اللہ اپنے رسول سے یہ کہہ کر کلام کرے گا کہ خوب آیا تو میرے لامذ ار بندے پس تو مانگ تجھ کو ہر چیز ملے گی تب رسول

اللہ جواب دے گا اے رب تو یاد کر کہ تو نے جب مجھ کو پیدا کیا اس وقت کہا تھا کہ بے شک تو نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا اور جنت اور فرشتوں اور آدمیوں کو میری محبت میں پیدا کیا ہے تاکہ وہ میرے ساتھ تیری بزرگی کریں میں جو کہ تیرا بندہ ہوں اسی لئے تیری جناب میں منت کرتا ہوں اے پرورگار محبوب رحیم اور عادل کہ تو اپنا وعدہ اپنے بندے کے ساتھ یاد کر۔۔۔۔۔۔ تب اللہ ایک ایسے دوست کی مانند جو اپنے دوست سے ہنسی کرتا ہے جواب دے گا اور کہے گا کہ کیا تیرے پاس اس بات پر کچھ گواہ بھی ہیں۔ اے میرے دوست محمد؟ پس وہ ادب کے ساتھ کہے گا بے شک اے رب۔۔ تا۔۔ تب رسول جواب دے گا وہ یہ ہیں آدم، ابراہیم، اسمٰعیل، موسیٰ، داؤد، اور یسوع مریم کا بیٹا علیہم السلام پھر جب کہ وہ حاضر ہو جائیں گے اللہ ان سے کہے گا کیا تم اس بات کو یاد رکھتے ہو جسے میرے رسول نے ثابت کیا ہے پس وہ جواب دیں گے اے پرورگار کیا چیز ہے؟ تب اللہ کہے گا یہ کہ میں نے سب چیزیں اس کی محبت میں پیدا کی ہیں تاکہ تمام مخلوقات اس کے ساتھ میری حمد کریں۔ اس وقت ہر ایک ان میں سے جواب دے گا۔ اے رب ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بڑھ کر معتبر ہیں پس اللہ جواب دے گا وہ تینوں گواہ کون کون ہیں تب موسیٰ علیہ السلام کہے گا پہلا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی ہے اور داؤد کہے گا کہ دوسرا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے دی ہے اور یہ شخص جو تم سے باتیں کر رہا ہے کہے گا۔۔ (تا).. وہ کتاب جو کہ تو نے مجھے دی ہے اس بات کا اقرار کرتی ہے جس کو کہ تیرے رسول نے ثابت کیا ہے تب اس وقت رسول اللہ گفتگو کرے گا۔ اور کہے گا یوں ہی وہ کتاب کہتی ہے جو کہ اے رب تو نے مجھے عطا کی ہے پس جس وقت کہ رسول اللہ یہ کہے گا اللہ اس سے یہ کہہ کر کلام کرے گا کہ تحقیق جو کچھ میں نے اس وقت کیا محض اس لئے کیا ہے کہ ہر ایک کو میرا تجھ سے محبت کرنے کا درجہ معلوم ہو جائے اور یوں کہنے کے بعد اللہ اپنے رسول کو ایک لکھا ہوا نوشتہ دے گا جس کے اندر کل اللہ کے برگزیدہ بندوں کے نام ہوں گے اسی لئے کل مخلوق اللہ کی یہ کہتے ہوئے سجدہ کرے گی کہ اکیلے تیرے ہی لئے ہے اے ہمارے اللہ بزرگی اور احسان کیونکہ تو نے ہی ہم کو اپنے رسول کو بخشا ہے (فصل ۵۵ ص ۸۶۔ ۸۷ آیت ۱ تا ۳۹)

۴۔ عورت نے کہا شاید تو ہی مسیحا (پیغمبر آخر الزماں) ہے اے سید یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیحا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیحا کہ اللہ نے اسی کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی (فصل ۸۲ ص ۱۳۴۔ آیت ۱۶۔ ۱۷)

۵۔ کاہن نے جواب میں کہا موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لئے مسیحا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادے کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائے گا اسی لئے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تو ہمیں سچ بتا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیحا ہے جس کے ہم منتظر ہیں یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لئے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا.. تا.. اس اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری جان ایستادہ ہو گی کہ درحقیقت میں وہ مسیحا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے انتظار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر وعدہ کیا ہے کہ میں تیری ہی نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دوں گا مگر جب اللہ مجھ

کو دنیا سے اٹھالے گا تب شیطان دوسری دفعہ اس ملعون فتنے کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا پس اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب تمیں مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا بتوں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی وہ حکومت چھین لے گا جو اسے انسانوں پر حاصل ہے۔ (فصل ۹۶ ص ۱۳۴۔ آیت ۳ تا ۱۳)

۱۔ تب اس وقت کاہن نے کہا مسیحا کا نام کیا رکھا جائے گا؟ اور وہ کیا نشانی ہے جو اس کے آنے کا اعلان کرے گی۔ یسوع نے جواب دیا مسیحا کا نام عجیب ہے اس لئے کہ اللہ نے جس وقت اس کی ذات کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں رکھا خود ہی اس کا نام بھی رکھا ہے اللہ نے کہا اے محمد تو صبر کر اس لئے کہ میں تیرے لئے ہی جنت اور دنیا اور مخلوقات کی بڑی بھاری بھیڑ جس کو کہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یہاں تک کہ جو تجھے برکت دے گا وہ مبارک ہو گا اور جو تجھ پر لعنت کرے گا وہ ملعون ہو گا اور جس وقت میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تجھے نجات کے لئے اپنا رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہو گا یہاں تک کہ آسمان اور زمین دونوں کمزور ہو جائیں گے مگر تیرا ایمان کبھی کمزور نہ ہو گا تحقیق اس کا مبارک نام محمد ہے اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا اے اللہ تو ہمارے لئے اپنے رسول کو بھیج اے محمد تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لئے آ۔ (فصل ۹۷۔ ص ۱۳۶۔ آیت ۱۴ تا ۱۹)

۷۔ پس تو ہی اے پروردگار ہم کو شیطان اور بدن اور دنیا سے نجات دلا جس طرح کہ تو نے اپنے مصطفیٰ کو نجات دی اپنی ذات پاک کی خاطر سے اور اپنے رسول کا اکرام کرنے کے لئے وہ رسول کہ اسی کے لئے تو نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اپنے کل قدسیوں اور نبیوں کے اکرام کے لئے۔ (فصل ۱۳۲۔ ص ۱۸۱۔ آیت ۲۵۔ ۲۶)

۸۔ اے وہ پروردگار معبود جو کہ اپنی عنایت سے تمام ضروریات اپنی قوم اسرائیل کے پورے کرتا ہے تو ان سب زمین کے قبائل کو یاد کر جن سے تو نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کو اپنے اس رسول کے ذریعے برکت دے گا جس کے سبب سے تو نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دنیا پر رحم کر اور اپنے رسول کے بھیجنے میں جلدی کر تاکہ وہ رسول تیرے دشمن شیطان سے اس کی مملکت کو چھین لے۔ (انجیل برنباس ص ۲۹۴ فصل ۲۱۲ آیت ۱۷۔ ۱۸)

تبصرہ

ان آٹھ عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خاطر تمام دنیا اور ہر مخلوق کو پیدا کیا ہے اور مقصود و مطلوب اللہ تعالیٰ کا آپ کی ذات گرامی ہے اور تمام دنیا انبیاء و رسل اور ملائکہ وغیرہ کو آپ کے طفیل وجود ہستی اور انعامات و کرامات سے نوازا ہے اور یہی مضمون قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ظاہر ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انما خلقت الدنیا و اھلھا لا عرفھم منزلتک و کرامتک عندی (شفا شریف، خصائص کبریٰ) میں نے دنیا اور اہل دنیا کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ ان کو

آپ کی عزت و کرامت اور منزلت و مرتبت دکھلاؤں اور آدم علیہ السلام کو فرمایا لولا محمد ما خلقتک اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم موجود نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ ہی جنت و دوزخ کو۔ (خصائص کبریٰ جلد اول ص ۲۰۶)

اور اسی طرح کلام مجید کے اس ارشاد سے بھی آپ کا مقصد تخلیق کائنات ہونا واضح ہے وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کیونکہ خلافت آدم کا ذکر کرتے وقت ربوبیت کی نسبت محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی طرف کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس سلسلہ خلافت سے مقصد صرف آپ کی تربیت ہے۔ اور آپ کی شان محبوبیت کا اظہار اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی بھی اس دعویٰ کی بین دلیل ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ کیونکہ آپ کی بعثت پر ہی نبی و رسول کا اپنے دعویٰ نبوت و رسالت سے دستبردار ہونا اور آپ پر ایمان لانے کا اور دین اسلام کی تائید و نصرت کا پابند ہونا آپ کے سلسلہ انبیاء و رسل میں سے مقصد اولین ہونے کی روشن دلیل ہے اور یہ طبقہ تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے اور سب کا متبوع و مطاع اور آقا و سردار ہے تو پھر آپ کا ساری کائنات میں سے مقصود خداوند اور مطلوب و محبوب ہونا بدیہی طور پر ثابت ہو گیا اور اس طرح انجیل و قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا باہم تطابق واضح ہو گیا۔

۲۔ تیسری عبارت سے سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شان شفاعت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس کا قرب اور سب انبیاء و رسل اور امم و خلائق کا آپ کی طرف محتاج ہونا اور آپ کا سب کو اپنی شان رحیمی سے اور کرم عمیم سے نوازنا صاف عیاں ہے اور قرآن کریم کے اس اعلان کی واضح تائید و تصدیق ہے۔ عسیٰ اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہ یہی منصب شفاعت عظمیٰ ہے۔

۳۔ پانچویں عبارت میں پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا جنوب کی طرف سے آنا اور اصنام و اصنام پرستوں کو ہلاک کرنا عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح منصب یعنی عبداللہ و رسولہ کا تعین فرمانا اور افراط و تفریط کو ختم کرنا ذکر کیا گیا ہے اور یہ علامات صرف اور صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میں پائی گئی ہیں نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رسل میں جنہوں نے الٹا اس غلط فہمی میں عام لوگوں کو مبتلا کر کے تعلیمات عیسیٰ علیہ السلام کو مسخ کر دیا اور ان کی ساری زندگی صرف تبلیغی دورے کرتے گزری۔ کبھی جنگ اور حرب و قتال کا انہوں نے نام ہی نہ لیا جبکہ نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جہاد کر کے مشرکین اور ان کے معبودات باطلہ کا صفایا کر دیا۔ لہٰذا صفات کے اعتبار سے بھی اور نام اقدس کی تصریح کے لحاظ سے بھی اس پیشگوئی کا مصداق صرف اور صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہیں۔

مقدس محمد رسول اللہ کی آمد اور برات مسیح

ا۔ اور عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے بالعوض مجھے بیچ ڈالے گا اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین

ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھالے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ میں ہوں مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا وہ اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کر دے گا اور اللہ یہ اس لئے کرے گا کہ میں نے مسیا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے وہ مسیا جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی کہ میں پہچانا جاؤں گا کہ زندہ ہوں اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبے سے بری ہوں۔ (فصل ۱۱۲ ص ۲۹۷)

۵۔ پس جبکہ لوگوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں لوگ یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کرکے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تاکہ قیامت کے دن شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب کہ وہ محمد رسول اللہ آئے گا اور اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔ (فصل ۲۲۰ ص ۳۰۶)

تذلیل

اور اس (مسیح علیہ السلام) نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ وہ (یسوع) مر کر پھر جی اٹھا ہے یہ کہتے ہوئے کیا تم مجھ کو اور اللہ دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو اس لئے کہ اللہ نے مجھے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا خائن مرا ہے تم ڈرتے رہو اس لئے کہ شیطان اپنی طاقت بھر تم کو دھوکہ دینے کا ارادہ کرے گا لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان چیزوں کے لئے جن کو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو۔۔ تا۔۔ پھر اس کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھالے گئے۔ یسوع نے جواب دیا ہر وہ چیز جو کہ موسیٰ کی کتاب پر منطبق ہوتی ہے وہ حق پس تم اس کو قبول کر لو اس لئے کہ جب اللہ ایک ہے حق بھی ایک ہو گا پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیم ایک ہی ہے اور یہ کہ تعلیم کے معنی ایک ہی ہیں تو ایمان بھی اس حالت میں ایک ہی ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب بگاڑ نہ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا اس لئے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے اور البتہ اس نے ایک ہی بیان تمام انسانوں کے لئے کہا ہے پس جبکہ رسول اللہ آئے گا وہ اس لئے آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب میں سے بدکاروں نے خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔ (فصل ۱۲۴ ص ۱۸۳)

۶۔ تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو کچھ تسلی نہیں دیتا اس لئے کہ ایک ایسا اندھیرا آنے والا ہے جس میں کہ تم روشنی کی امید ہی کیا کرو گے مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو کہ میرے بارہ میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا اور اس کا دین پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یوں ہی وعدہ کیا ہے اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں اس لئے کہ اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا کا ہن

نے جواب میں کہا کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد اور رسول بھی آئیں گے یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی ایک بڑی بھاری تعداد آئے گی اور یہی بات ہے جو کہ مجھے رنج دیتی ہے اس لئے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بھڑکائے گا پس وہ میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔ (فصل ۹۷ ص ۱۳۵)

۴۔ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے اٹھالے گا تب شیطان دوسری دفعہ اس ملعون فتنے کو پھر یوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا کہ میں یسوع اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا اس کے سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم نجس ہو جائے گی یہاں تک کہ قریب قریب تیس مومن بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت اللہ دنیا پر رحم کرے گا اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں اور بتوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا اور شیطان سے اس کی حکومت چھین لے گا۔ جو اسے انسانوں پر حاصل ہے اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لئے جو اس پر ایمان لائیں گے اللہ کی رحمت لائے گا اور جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہو گا۔ (فصل ۹۶ ص ۱۳۴)

تبصرہ
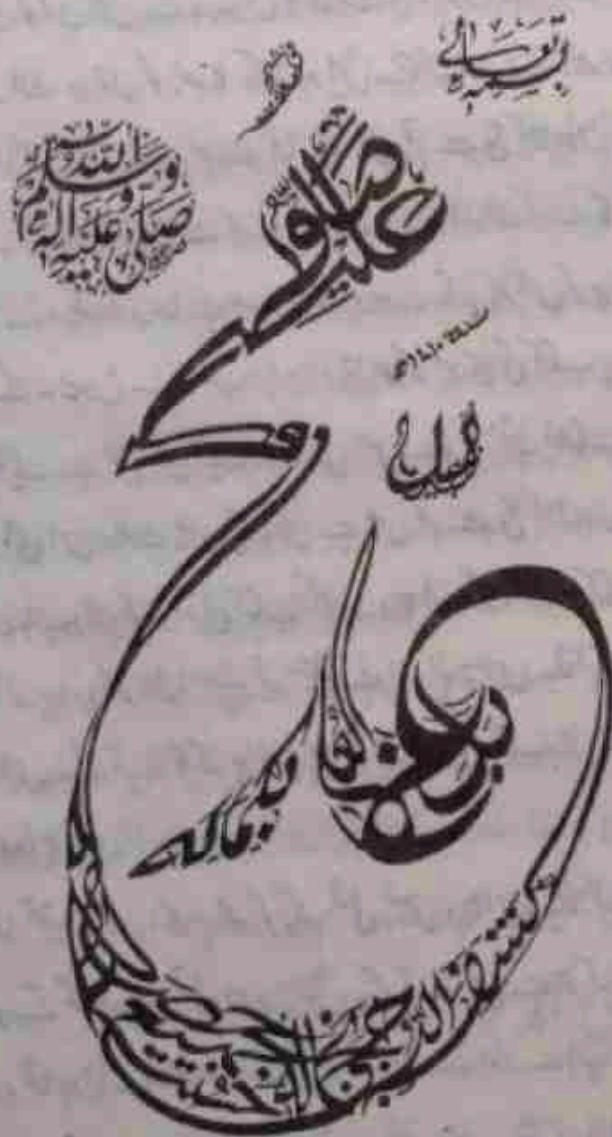
ا۔ برنباس کی ان عبارات سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد کا واضح ثبوت موجود ہے اور انہیں کا رسول منتظر ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو رہا ہے۔

انجیل و قرآن کی موافقت

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کے نام پر یہودا اسکریوطی کا مصلوب ہونا اور اس کی حکمت بھی صراحتہ" مذکور ہے اور یہی مضمون قرآن مجید و فرقان حمید نے بھی بیان فرمایا۔ "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا" بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ لہذا انجیل و فرقان کی اس مطابقت و موافقت نے مرزائی دعویٰ کا بطلان واضح کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ آپ نے خود ہی اعلان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرب قیامت تک زندہ رہنے کی اجازت اور مہلت عطا فرمائی ہے اور یہی مضمون احادیث رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ قیامت کے قریب آپ زمین پر تشریف لائیں گے۔ اور حضرت مہدی کی معاونت فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے اور بالآخر فوت ہو کر روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے اور خود آپ نے ہی اعتراف کیا کہ میرے مقتول و مصلوب ہونے کی بدنامی اور داغ صرف محمد رسول اللہ ہی دور فرمائیں گے اور آپ نے یہود و نصاریٰ کے اوہام و ظنون کے برعکس آپ کی حیات کا واضح اعلان فرمایا اور زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کا پرچار کیا۔

۳۔ مرزا قادیانی کا کذب و افتراء

عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعلان سے کہ محمد رسول اللہ کے بعد سچا نبی کوئی نہیں ہو گا اور جھوٹے نبیوں کی بھاری تعداد ظاہر ہو گی اور اس جماعت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میری انجیل کے دعویٰ کے پردے میں چھپیں گے۔ اس عبارت سے مرزا غلام احمد قادیانی کا کذب و افتراء اور جھوٹ و فریب پوری طرح ظاہر ہے اس نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بنی اسرائیل کے ساتھ نسلی ربط و تعلق کا دعویٰ کر کے اس پردے میں چھپنا چاہا۔ مگر انجیل برنباس اور عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی قلعی کھول دی اور خود رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی اعلان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد تیس کے قریب دجال و کذاب ظاہر ہوں گے جو کہ نبوت کا دعویٰ کریں گے اور آخری مسیح دجال ہو گا جو الوہیت کا دعویٰ کرے گا۔ اس طرح احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور انجیل میں مکمل اتفاق و اتحاد واضح ہو گیا۔

۴۔ وہ نبی جنوب سے پوری قوت کے ساتھ آئے گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصریح فرمانے کے علاوہ آپ کے دیگر امتیازی علامات بھی بیان فرمائے مثلاً "جنوب سے پوری قوت کے ساتھ ظاہر ہونا اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بیت المقدس کے جنوب میں واقع ہے اور آپ نے افواج و عساکر کے ساتھ ظہور فرمایا اور آپ کے غلاموں کی ان افواج نے تمام فلسطین اور شام و عراق کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور خداوند کی بادشاہی قائم کی

اور اس حقیقت کا اظہار حزقیل باب ۲۱۔ ا تا ۴ میں اس طرح کیا گیا ہے پھر خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد یروشلم کا رخ کر اور مقدس مکانوں سے مخاطب ہو کر ملک اسرائیل کے خلاف نبوت کر اور اس سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا اور تیرے صادقوں اور تیرے شریروں کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا پس چونکہ میں تیرے درمیان صادقوں اور شریروں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اس لئے میری تلوار اپنے میان سے نکل کر جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلے گی اور سب جانیں گے کہ میں نے اپنی تلوار میان سے کھینچی ہے وہ پھر اس میں نہ جائے گی۔

ملک اسرائیل کے خلاف خداوند تعالیٰ کا یہ اعلان اور جنوب سے شمال تک تمام شہر پر چلنے کی تصریح اس امر کی غماز ہے کہ اس جنگ و جدال اور حرب و قتل کا مرکز ملک اسرائیل سے باہر اور اس کے جنوب میں ہو گا اور وہاں سے شمال تک وہ تلوار چلتی جائے گی اور تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ وہ تلوار جنوب سے نکلی اور ملک اسرائیل کو اپنی گرفت میں لے کر ہی رہی اور اوثان و اصنام اور ان کے پجاریوں کا خاتمہ کیا اور شیطان کی حکومت اور اس کا تسلط ختم کر دیا۔

۵۔ یہ حقیقت بھی ان عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس وقت حق تلاش کرنا ہو تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کتب میں ہی مل سکتا ہے کیونکہ بقول یسوع علیہ السلام تورات میں گڑبڑ کی گئی تو زبور اتری' اس میں تغیر و تبدل ہوا تو انجیل اتاری گئی اور اس میں تحریف و تغییر کر دی گئی تو قرآن کا نزول ہوا۔ لہٰذا اب حق کی طرف راہنمائی صرف اسی سے حاصل ہو سکتی ہے نہ کہ کسی دوسری آسمانی کتاب سے اور نبیوں میں سے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ کی تسلی و اطمینان کا سبب آپ کی تشریف آوری ہے تو پھر امت کے لئے کیونکر آپ کا ظہور موجب طمانیت و سکون نہیں ہو گا لہٰذا جو عیسیٰ بن مریم کے لئے قرار جان اور سکون روح ہے وہی ہمارے لئے بھی سامان تسکین اور باعث اطمینان۔

رسول معظم کو چاند کی لوریاں دینا اور چاند کو ان کا مٹھیوں میں لینا۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔ (انجیل برنباس فصل ۴۷ ص ۱۱۰)

تبصرہ

اس عبارت میں رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دو کمالات کی طرف اشارہ ہے ایک بچپن سے متعلق ہے کہ جب آپ مہد میں تھے تو چاند آپ کے ہاتھوں کے اشاروں پر رقص کرتا تھا اور جدھر آپ کے ہاتھ مائل ہوتے تھے چاند بھی ادھر ہی جھک جاتا تھا اور چاند آپ کا دل بہلانے کے لئے آپ کے ساتھ گفتگو بھی کرتا تھا جیسے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ کے

دین میں داخل ہونے پر آپ کی اس امارت نبوت اور دلیل رسالت نے مجبور کیا جو میں نے آپ کے بچپن میں دیکھی تھی۔ "رأیتک فی المھد تناغی القمر و تشیر الیہ باصبعک فحیث اشرت الیہ مال قال انی کنت احدثہ و یحدثنی و یلھینی عن البکاء واسمع وجبتہ حین یسجد تحت العرش" "میں نے آپ کو پنگھوڑے میں دیکھا کہ آپ چاند کے ساتھ باتیں کر رہے تھے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے پس جس جگہ آپ اشارہ کرتے تھے وہ ادھر ہی مائل ہو جاتا آپ نے فرمایا میں اس سے گفتگو کرتا تھا اور وہ مجھ سے بات چیت کرتا تھا اور مجھے رونے سے باز رکھتا تھا اور میں اس کے عرش خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہونے پر سجدہ سے پیدا ہونے والی آواز کو سنتا تھا۔

اس روایت کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور صابونی نے اپنی "مائتین" میں اور خطیب و ابن عساکر نے اپنی اپنی تاریخ میں اور صابونی نے کہا ہے کہ یہ اگرچہ سند و متن کے اعتبار سے غریب ہے مگر معجزات میں ایسی روایات حسن اور قابل قبول ہوا کرتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۵۳)

اور دوسرا کمال اور اعجاز جس کی طرف انجیل برنباس کی یہ عبارت اشارہ کرتی ہے وہ شق القمر والا معجزہ ہے جو مشہور و معروف ہے اور قرآن مجید کی اس آیت کریمہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر میں بھی ایک تفسیر یہی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا دولخت ہونا قرب قیامت کی علامت ہے الغرض احادیث و روایات اور کلام مجید میں بھی سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ دونوں کمال منقول ہیں اور انجیل میں بھی جس سے آپ کا برحق نبی ہونا اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنا اور ان کی بیان کردہ علامات پر پورا اتر کر ان کا تصدیق کنندہ ہونا واضح ہے۔

شب میلاد کی تعظیم اور اس سے حصول برکت

۱۔ اور آدھی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب گئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیا رسول اللہ کے زمانے میں سالانہ جوبلی ہو گی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لئے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔ (انجیل برنباس فصل ۸۳ ص ۱۲۵)

۲۔ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گزرنا لازم ہے اس لئے کہ تحقیق ہم نے یکجہتی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔ (برنباس فصل ۸۴ ص ۱۲۶)

تبصرہ

ان دونوں عبارات سے حضرت مسیح علیہ السلام کے نزدیک شب میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے کہ وہ اس میں نیند کو نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ عبادات کر کے زیادہ سے زیادہ برکات اور فیوض حاصل کرنے

کے درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں مقام غور ہے کہ جس رات کی برکت سے ایک عظیم نبی و رسول خود بھی متمتع ہونے کا متمنی ہے اور اپنے خواص کو بھی تلقین کر رہا ہے اس پیغمبر آخرالزماں کے امتی کہلانے والے اس میں غفلت کی نیند سوئیں اور اس میں عبادات و ریاضت کو بدعت قرار دیں تو اس سے بڑھ کر محرومی اور بدنصیبی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے نیز ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت ہوئی نہیں تھی تو اس رات سے برکت حاصل کرنا درست تھا تو جب ولادت ہو چکی اور وہ رات اس عظیم فضیلت سے بہرہ ور ہو چکی تو اب برکات کا حصول کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے۔ بلکہ علماء محققین اور آئمہ کرام کے نزدیک وہ رات لیلۃ القدر سے بھی کئی گنا افضل و اعلیٰ ہے۔ امام احمد نے شب جمعہ کو شب علوق نور مصطفوی ہونے کی وجہ سے لیلۃ القدر سے افضل قرار دیا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا جب شب علوق لیلۃ القدر سے افضل ہے تو شب میلاد بطریق اولیٰ افضل ہو گی۔

نیز عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر جذبات تشکر سے لبریز نظر آتے ہیں کہ مستقبل کو حال بنا کر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول کا دیدار عطا کیا اور ان کے ساتھ مل کر دعا مانگنے کا موقع فراہم کیا اور ان کی آواز سنوائی تو خوشا نصیب ان صحابہ کرام کے جنہوں نے عرصہ دراز آپ کی خدمت میں گزارا۔ دیدار سے آنکھوں کو منور کیا اور آپ کے مواعظ و خطبات سے کانوں کو اور آپ کے انوار و تجلیات سے دلوں کو منور کیا اور جس کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ سعادت نصیب ہو اس کے فضل و کمال کے ساتھ دنیا کے اغواث واقطاب کی عمر بھر کی عبادتیں برابری نہیں کر سکتیں تو عرصہ دراز اور مدت مدیدہ تک حاضر خدمت رہنے والوں اور مال و دولت عزت و آبرو اور جان و دل سے قربان ہونے والوں کے مرتبہ کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

سالانہ جوبلی یا جشن عید میلاد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

میلاد پاک کی رات کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان کہ "یہی رات ممحا رسول اللہ کے زمانہ میں سالانہ جوبلی ہو گی" اس امر کی غماز ہے کہ آپ اہل اسلام کے اس رات اور دن کو بطور عید اور جشن منانے کا علم رکھتے تھے اس سے جہاں آپ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیبیہ پر مطلع ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا" فرما دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر فرحت و شادمانی کا اظہار کریں اسی لئے نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد نے بھی شمامہ عنبریہ کے اندر تصریح کر دی ہے "سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں (شمامہ عنبریہ ص ۱۲)

تنبیہہ

یاد رہے کہ اس رات سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی رات نہیں ہو سکتی کیونکہ اس طرح تو دو عیدیں اور دو جوبلیاں لازم آئیں گی پھر عیدین میں صرف دن کو مخصوص عبادت کا اہتمام ہوتا ہے نہ کہ رات کو علاوہ ازیں صرف ایک عید مراد لینا ترجیح

بلا مرجح ہے جبکہ شب ولادت کی عید ان دونوں عیدوں کی جان ہے اور ان کے لئے مدار و بنیاد' لہٰذا اس کے مراد ہونے میں وجہ ترجیح واضح ہے۔

پیغمبر آخر الزماں علیہ الصلوات والسلام کا فضائل میں انبیاء علیہم السلام سے سہ چند حصہ وصول فرمانا

اور اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ بے شک رسول اللہ ایک روشنی ہے جو تقریباً تمام مصنوعات باری کو مسرور کرے گا کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے حکمت اور قوت کی روح سے خوف اور محبت کی روح سے بینش اور اعتدال کی روح سے (وہ) محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے عدل اور تقویٰ کی روح سے لطف اور صبر کی روح سے ایسی روحیں کہ منجملہ ان کے اس رسول نے اللہ سے سہ چند حصہ اس کا لیا ہے جو کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہیں وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا تم مجھے سچا مانو۔ ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا (اس کی تعظیم کی) ہے جیسا کہ اس کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیشنگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا اور تسلی سے بھر کر کہنے لگا "اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔ اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (برنباس ص ۶۷ فصل ۴۴۔ آیت ۲۸ تا ۳۲)

تبصرہ

اس عبارت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کمال کو محیط ہونا اور انبیاء علیہم السلام سے سہ چند حصہ ہر کمال کا حاصل کرنا ثابت ہے اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بلکہ اہل اسلام کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر کمال در حقیقت اصالۃ" آپ میں ہے اور بطور ظل و عکس اور پرتو کے دوسری مخلوق میں ہے اور یہی حقیقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد
انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک اور انا نبی الانبیاء کی ہے
مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی شہاب ثاقب ص ۴۷ پر رقمطراز ہیں۔
"ان کا (اکابر دیوبند کا) عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئیں اور ہوں گی عام ہے وہ نعمت موجود کی ہو یا کسی اور قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰت والسلام۔
واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں یہی معنی

لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں ۔

خدائے تعالیٰ سورج اور رسول خدا علیہ السلام چاند

اس حقیقت کی تمثیل دیتے ہوئے انجیل برنباس میں یہ مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے " میں تمہارا خدا جنت کا سورج ہوں اور میرا رسول چاند ہے جو کہ مجھ سے ہر شے میں مدد حاصل کرتا ہے اور ستارے میرے وہ انبیاء ہیں جنھوں نے کہ تم کو کچھ بشارت دی ہے ۔ (فصل نمبر ۷۷ ص ۲۵۶)

الغرض انجیل مقدس سے آپ کا جامع جمیع کمالات انبیاء ہونا بھی واضح ہو گیا اور ہر کمال میں مخلوق کے لئے منبع اور سرچشمہ ہونا بھی اور تمام کمالات جسمانیہ و روحانیہ میں مخلوق کا آپ کی طرف محتاج و مفتقر ہونا بھی ۔
اس کے علاوہ آپ کا نور ہونا بھی ظاہر اور آپ کے زمانہ ظہور کا نگاہ انبیاء میں انتہائی بابرکت ہونا بھی واضح اور تمام انبیاء کا آپ کے دیدار سے فیضیاب ہونا اور ان کے حضور سلام و نیاز اور آداب بجالانا وغیرہ بھی واضح ۔

منصب رحمتہ العالمینی

۱۔ اور میں تم کو یہ بتاتا ہوں کہ رسول اللہ تک وہاں (جہنم کے کنارے) جائیں گے تاکہ اللہ کے عدل کو دیکھیں تب اس وقت دوزخ ان کے تشریف لانے کے سبب سے کانپنے لگے گی اور اس وجہ سے کہ وہ رسول انسانی جسم رکھتے ہیں ہر انسان بدن رکھنے والے پر سے جن پر عذاب کا حکم نافذ کر دیا گیا ہے عذاب اٹھایا جائے گا پس وہ رسول اللہ کے جہنم کو ملاحظہ کرنے کے لئے ٹھہرنے کی مدت تک بغیر عذاب برداشت کرنے کے رہے گا ' لیکن رسول اللہ وہاں نہ ٹھہریں گے مگر صرف ایک پلک مارنے کے وقفہ تک اور اللہ یہ محض اس لئے کرے گا تاکہ تمام مخلوق اس بات کو جان لے کہ اس نے رسول اللہ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کیا ہے اور جب رسول اللہ وہاں گئے شیطان غل مچائیں گے اور آگ کے دہکتے انگاروں کے نیچے چھپنے کی کوشش کریں گے ۔ درآں حالیکہ ان میں کا ایک دوسرے سے کہتا ہو گا بھاگو بھاگو اس لئے کہ ہمارا دشمن محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آ گیا پس جبکہ شیطان اس بات کو سنے گا وہ اپنے منہ پر دو تھپڑ مار کے شور کرتا ہوا کہے گا یہ میرے خلاف مرضی مجھ سے برتر ہوا ہے اور یہ بات محض بے انصافانہ کی گئی ہے ۔ (فصل ۱۳۶ ص ۲۰۴ آیت ۱۵ ' ۱۶)

تبصرہ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحمت عام ہے اور ہر شے کسی نہ کسی طرح اس سے فیضیاب ہے اور یہی مضمون کلام مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین اور شیطان کا اس وقت بھی بدباطنی کا مظاہرہ کرنا "ماہ فشاند نور سگ عو عو کند" کے مترادف ہے اور یہی شان رحم و کرم اگلی عبارات سے بھی نمایاں ہے ۔ بس ذرا سی توجہ درکار ہے ۔

۱۳۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے وہ فقط ایک ہی کام کے لئے اللہ کی رحمت کا نشان اٹھا کر لاتا ہے اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ جب آئے گا اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لئے خلاص اور رحمت لائے گا جو اس کی تعلیم کو قبول کرے گی (فصل ۴۳ ص ۶۸ آیت ۱۳ تا ۱۵)

تبصرہ

اس عبارت میں رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان خاتم النبیین کی طرف اشارہ ہے اور مہر نبوت کی طرف اور اس شان خاتمیت کی وجہ سے آپ سب خلائق کے رسول اور مقتداء قرار پائے

شیریں دہناں پادشاہ اندولے — او سلیماں است کہ خاتم با اوست

یہ مضمون قرآن مجید میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا وغیرذالک من الآیات میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ اس وقت یسوع نے کہا بھائیو اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہو جانا ایک بڑا بھاری راز ہے تاکہ ۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسے صاف طور پر نہیں جانتا مگر فقط ایک ہی انسان اور وہی انسان ہے کہ جس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح اور جلی ہوں گے پس زہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے جبکہ وہ دنیا میں آئے گا اس لئے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا جیسے کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔ ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی شاگردوں نے جواب میں کہا اے معلم وہ آدمی کون ہو گا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئے گا یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے جس کو وہ لائے گا انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہو گا اس طرح سے کہ مینہ زمین کو پھل دینے والی بنا دیتا ہے بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد پس وہ سفید ابر اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی رحمت ہے کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی پھوار پانی کی بوندوں کی طرح نثار کرے گا۔ (فصل ۱۶۳ ص ۲۳۳۔ آیت ۳ تا ۱۰)

محشر کے دن پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء و ملائکہ کا ان کے گرد جھرمٹ

۱۳۔ اور جبکہ چالیس سال گزر جائیں گے (پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے پر) تب اللہ اپنے رسول کو زندہ کرے گا جو کہ اس وقت بھی سورج کی طرح نکلے گا مگر یہ کہ وہ چمکتا ہو گا ہزار سورجوں کی طرح پس وہ بیٹھے گا اور کوئی بات نہ کرے گا اس لئے کہ وہ

بدحواس جیسا ہو گا اور اللہ چار فرشتوں کو بھی اٹھائے گا جو کہ اللہ کے نزدیکی ہیں اور وہ رسول اللہ کو تلاش کریں گے پھر جب اس کو پا جائیں گے اس کی جگہ کے چاروں کونوں پر اس کے محافظ بن کر کھڑے ہو جائیں گے بعد ازاں اللہ تمام فرشتوں کو زندگانی بخشے گا جو کہ شہد کی مکھیوں کی طرح آکر رسول اللہ کے گرد حلقہ کرلیں گے اور اس کے بعد اللہ اپنے جملہ نبیوں کو جان دے گا جو سب کے سب آدم کے پیچھے ہو کر آویں گے پس وہ رسول اللہ کا ہاتھ اپنے آپ کو اس کی نگہبانی و امداد کے جائے پناہ میں رکھتے ہوئے چومیں گے پھر اللہ اس کے بعد اپنے تمام برگزیدہ بندوں کو زندہ کرے گا جو کہ شور مچائیں گے کہ اے محمد ہم کو یاد کر۔ پس رسول اللہ کے دل میں ان کی چیخ و پکار سے رحم کو جنبش ہو گی اور وہ ڈرتے ڈرتے غور کرے گا کہ ان کے چھٹکارے کے لئے کیا کرنا لازم ہے۔ الخ (فصل ۵۴ ص ۸۴، ۸۵ آیت ۲ تا ۱۱)

تبصرہ

اس عبارت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہزار سورجوں کی طرح روشن ہونا مذکور ہے جس سے اس سراج منیر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آسمانی سراج وہاج کے درمیان فرق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور جو حقیقت یہاں لباس بشری میں مستور ہونے کی وجہ سے مخفی رہی بلکہ متنازع فیہ بنادی گئی کشف حقائق کے دن ہر ایک اس کا مشاہدہ کرے گا پھر تمام ملائکہ مقربین اور دیگر نوریوں کا اس محبوب کے گرد جھرمٹ اس امر کی بین دلیل ہے کہ روز محشر کا دولہا یہی ہے اور اس دن میں انہیں کی عظمت اور محبوبیت کا اظہار مقصود ہے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کا اپنے آپ کو سرور عالم و عالمیان کے زیر سایہ سمجھنا اور آپ کو ملجاء و ماویٰ یقین کرنا اور آپ کی دست بوسی کرنا باوجودیکہ ان میں خلیل و کلیم اور ابوالانبیاء آدم اور دیگر اکابر موجود ہوں گے اس شان محبوبی اور عظمت درجات اور رفعت مراتب کی واضح دلیل ہے اور اسی طرح ان کا یہ اجماعی فعل اکابر کی دست بوسی کے جواز کی ناقابل تردید دلیل ہے

نیز سب برگزیدہ لوگوں کا بھی شور مچا کر آپ سے رحم و کرم کی اپیل کرنا اس امر کی روشن دلیل ہے اور بین برہان ہے کہ سب اہل محشر سوائے آپ کی ذات اقدس کے دوسرا کوئی آسرا اور سہارا نہیں پائیں گے جب وہاں سوائے ان کے کوئی آسرا و سہارا نہیں ہے تو پھر یہاں ان کو واسطہ و وسیلہ ماننے میں ہچکچاہٹ کا کیا جواز ہے؟

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے　　پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

یہی مضمون قرآن و سنت بھی ثابت ہے اور شفاعت عظمیٰ کا آپ کے خصائص میں ہونا اہل اسلام کے نزدیک مسلم حقیقت ہے اور یہی حقیقت انجیل نے بھی واضح کر دی تو گویا یہ عقیدہ صرف اہل اسلام کا ہی نہیں بلکہ انبیاء سابقین نے بھی اپنی امتوں کو یہی تعلیم دی ہے اگر کوئی شخص اسلام کا دعویدار بھی ہو اور سرور کونین علیہ السلام کے اس اعزاز و اختصاص کا انکار کرے تو گویا وہ ان عیسائیوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

۵۔ اور رسول اللہ تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ میں بھی بے شک وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ کیونکر اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لئے پیدا کیا ہے تب اس رسول کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا۔

پیغمبر آخر الزماں کے خصوصی علامات کا بیان

اور باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں بتحقیق اس لئے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لئے ایک خلاص لور چھٹکارے کا ذریعہ لے کر آئے گا راستہ صاف کروں لیکن تم اس بات سے ڈرتے رہو کہ دھوکانہ دیئے جاؤ اس واسطے کہ بعد میں بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرے کلام کو اخذ کریں گے اور میری انجیل کو ناپاک بنائیں گے تب اس وقت اندر اوس نے کہا اے معلم ہمارے لئے کوئی نشانی بتا تاکہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔ یسوع نے جواب دیا بے شک وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے گزرنے پر جس وقت کہ میری انجیل باطل کر دی جائے گی اور قریب قریب تمیں مومن بھی نہ پائے جائیں گے اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم کرے گا پس وہ اپنے اس رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر ایک سفید ابر کا ٹکڑا قرار پذیر ہو گا اس کو ایک اللہ کا برگزیدہ پہچانے گا اور وہ اسے دنیا پر ظاہر کرے گا اور وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔۔۔ تا۔۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔ تا۔۔۔ اور وہ ایک ایسے حق کے ساتھ آئے گا جو تمام نبیوں کے حق سے واضح تر ہو گا اور ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے پس جس وقت کہ بتوں کی پوجا کا زمین سے دور ہونا دیکھا جائے گا اور یہ اقرار کیا جائے گا کہ بے شک میں بھی تمام انسانوں جیسا ایک انسان ہوں تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق اللہ کا نبی اسی وقت آئے گا (فصل ۷۲ ص ۱۰۹، ۱۱۰)

تبصرہ

اس عبارت سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے دور میں نہیں بلکہ بہت عرصہ بعد تشریف لائیں گے جبکہ انجیل باطل کر دی جائے گی اور تمیں مومن بھی باقی نہ رہیں گے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ظہور ایسے ہی موقع پر ہوا۔ نہ انجیل اصلی حالت میں دستیاب تھی اور نہ ہی تعلیم عیسیٰ علیہ السلام موجود تھی بلکہ نبی و رسول ہونے کی بجائے تثلیث کے باطل عقیدہ نے رواج پکڑا اور تہذیب و اخلاق اور پابندی شرع کی جگہ کفارہ کے غلط اور بے بنیاد عقیدہ نے سنبھال لی اور ہر بے راہ روی اور برائی کو اس غلط عقیدہ کی بنا پر ناقابل مواخذہ قرار دے دیا گیا۔ اور کھل کھیلنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۲) پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر اقدس پر سفید ابر کے سایہ فگن ہونے اور ایک برگزیدہ شخص کے آپ کو پہچان لینے کا جو یہاں ذکر ہے کتب سیر میں اس کی صداقت کا بچشم خود مطالعہ کیا جا سکتا ہے کہ سفر شام میں جبکہ آپ بغرض تجارت اپنے شفیق چچا جناب ابو طالب کے ہمراہ تھے آپ کی یہی امتیازی شان ظاہر ہوئی اور بحیرا راہب نے اس صورت حال کو دیکھ کر انہیں مشورہ دیا کہ اس مقدس شخصیت کو یہیں سے واپس بھیج دو ورنہ یہود ان کے خلاف ہر ممکن سازش سے گریز نہیں

کریں گے کیونکہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہود از راہ حسد بنی اسماعیل میں سے ہونے والے نبی کو برداشت نہیں کر سکتے ۔ امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے

سفر النبی صلی اللہ علیہ و سلم مع عمہ ابی طالب الی الشام و ماظھر من الایات و اخبار بحیرا لہ۔ (ص ۸۳ ج ۱)

اور اسی طرح علامہ ابن الجوزی نے الوفا جلد اول ص ۱۳۱ پر مستقل عنوان کے تحت اس مضمون کی روایات درج کی ہیں کہ بحیرا راہب نے آپ کو دیگر علامات کے ساتھ ساتھ بادل کے سایہ فگن ہونے کی وجہ سے پہچان لیا اور جناب ابو طالب اور دیگر اہل قافلہ پر ان کی شان نبوت کو ظاہر کیا اور آپ کو وہیں سے بھجوانے کا انتظام کیا اور جو یہود آپ کی تلاش میں وہاں تک آپہنچے تھے ان کو سمجھایا اور عداوت سے باز رکھا۔

(۳) وہ رسول بدکاروں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کردے گا۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں اور کوئی بدترین دشمن بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انجیل کا یہ اعلان کہ پیغمبر آخر الزماں ایسے حق کے ساتھ آئے گا جو تمام نبیوں کے حق سے واضح تر ہوگا۔ یہ حقیقت بھی محتاج دلیل و برہان نہیں کہ جو جامعیت تعلیمات نبوی میں ہے اور جس منطقی اور عقلی انداز میں دلائل توحید کو بیان کیا گیا ہے کتب سابقہ میں اس کی نظیر ملنی مشکل بلکہ ناممکن ہے پوری انجیل دیکھ لو اجمال شرح کا اس میں نام و نشان ملنا مشکل ہے اور تورات کے اسفار خمسہ میں بھی معدودے چند احکام موجود ہیں مگر قرآن مجید میں اور اس کی تفسیر نبوی یعنی احادیث میں مبدء و معاد اور معاش کے جملہ احکام مفصل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ "ہمارے باپ دادا کے شہر کے برج خوشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو مبارکباد دیں گے "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر آج تک سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور کوئی شخص اس کا مصداق نہیں ہو سکتا ہے انہیں کے لئے کعبہ معظمہ سجدہ ریز ہوا اور پہاڑ ان کے مبارک قدم پڑنے کے بعد خوشی سے جھوم اٹھے اور رقص کرنے لگے اور کیا خبر شب معراج بیت المقدس میں قدم رنجہ فرمانے پر وہاں کس قدر فرحت و شادمانی کا اظہار کیا گیا ہوگا جبکہ تمام انبیاء کرام نے اس مقدس خطہ میں قدم رنجا فرمایا تھا۔

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ جب یہ اقرار کیا جائے گا کہ میں بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہوں تو میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ کا نبی اس وقت آئے گا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کلام اور قرآن مجید اس حقیقت کا جابجا اعلان کرتا ہے

قال اللہ تعالیٰ۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ

"مسیح بن مریم محض اللہ کے رسول ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں ان کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے"

عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا عبد والا کلام نقل کرتے ہوئے۔

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا"

"میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا" اور ان کے علاوہ بہت سے مقامات پر آپ کا ترانی مظہر سے مخلوق ہونا وغیرہ بیان کر کے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے لہذا اس علامت کا مصداق بھی صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں والحمد للہ علی ذالک

۷۔ مگر تم مجھے سچا سمجھ کہ بے شک ایک وقت آئے گا کہ اللہ اپنی رحمت اس وقت دوسرے.... اپنے شہر کے اندر دے گا اور جب اس کے لئے ہر جگہ میں حق کے ساتھ سجدہ کرنا ممکن ہو گا اور اللہ ہر جگہ میں اپنی رحمت سے حقیقی نماز کو قبول کرے گا عورت نے جواب دیا تحقیق ہم مسیا کے منتظر ہیں پس جب وہ آئے گا ہمیں تعلیم دے گا یسوع نے جواب میں کہا اے عورت کیا تو جانتی ہے کہ مسیا ضرور آئے گا اس نے جواب دیا اے سید اس وقت یسوع کا چہرہ چمک اٹھا اور اس نے کہا اے عورت مجھے دکھائی دیتا ہے کہ تو ایمان والی ہے پس تو اب معلوم رکھ کہ تحقیق مسیا پر ہی ایمان لانے سے اللہ کا ہر ایک برگزیدہ خلاصی پائے گا اس حالت میں یہ واجب ہے کہ تو مسیا کی آمد کو جانے عورت نے کہا شائد تو ہی مسیا ہے اے سید یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں ہی اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیا کہ اللہ نے اس کی وجہ سے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی یہاں تک کہ جوبلی کا سال جو اس وقت ہر سو برس پر آتا ہے مسیا اس کو ہر سال ہر ایک جگہ میں بنا دے گا۔ (فصل ۸۲، ص ۱۲۳، ۱۲۴)

تبصرہ

اس عبارت میں چند امور قابل غور ہیں۔

(۱) عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت دوسرے شہر میں منتقل کر دے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیت المقدس جو عرصہ دراز سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن اور محل ظہور بنا ہوا تھا۔ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ دوسرے شہر کو ظہور نبوت اور نزول وحی کی سعادت سے بہرہ ور کرے گا اور وہ سوائے مکہ مکرمہ کے کون سا شہر ہو سکتا ہے اور سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کونسا نبی بیت المقدس کے علاوہ دوسرے شہر میں ابن مریم کے بعد ظہور پذیر ہوا لہذا اس پیشگوئی کا مصداق بھی صرف رسول محتشم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

(۲) ہر جگہ سجدہ کرنے کا امکان اور نماز کو قبول کرنے کا اعلان بھی ہوا تو صرف شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں، اس سے قبل صرف مخصوص عبادت خانوں میں ہی نماز اور سجود قابل قبول ہوا کرتے تھے۔ جعلت لی الارض مسجدا" و طهورا" کا آپ نے اعلان فرما کر اس بشارت کا مصداق ہونا واضح کر دیا۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اعتراف فرما رہے ہیں کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی طرح انجیل متی میں بھی آپ کی یہ تصریح ان الفاظ کے ساتھ مرقوم ہے "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (باب ۱۵۔ ۲۴ اور باب ۱۰، ۶) لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم کے لئے نبی تسلیم کرنا اور بنی اسرائیل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ان کی امت میں داخل ہونے کی ترغیب دینا حضرت

عیسیٰ کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے دوسری کسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا ہی نہیں تو کسی غیر اسرائیلی کا ان کی ملت اور امت میں داخل ہونا بھی قطعا" درست نہیں ہے لہٰذا عیسائی مشنریوں کی ساری تگ و دو اور عیسائیت پھیلانے کی سعی انکو مسیح علیہ السلام میں قطعا" ناپسندیدہ ہے۔

(۳) حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے بعد آنے والی ہستی کے متعلق اعلان فرمایا کہ سب عالم کا ہادی اور تمام اہل دنیا کی طرف مبعوث رسول وہ ہو گا جو میرے بعد آئے گا' حواریوں کو تو خود آپ نے ہی دوسری قوموں کی طرف جانے اور تبلیغ کرنے سے روک دیا ملاحظہ ہو (انجیل متی باب ۱۰'۵'۸۔)

غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے لہٰذا ان کو اس پیشگوئی کا مصداق تو نہیں کہتے اور ان کے علاوہ عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر اب تک اس شان کا مالک سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں آیا جن کے دین اور مذہب نے سب ادیان پر غلبہ حاصل کر لیا اور شرق و غرب اور شمال و جنوب تک پھیل گیا لہٰذا یہ بھی صرف آپ کی ذات مقدسہ کے متعلق ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔

پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رسول موعود کا نسل اسماعیل علیہ السلام سے ہونا

۱۔ قسم ہے اللہ کی جان کی کہ بے شک ابراہیم نے اللہ سے ایسی محبت کی کہ اس نے جھوٹے بتوں کو چور چور توڑ دیے اور اپنے باپ و ماں کو چھوڑ دینے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ وہ اللہ کی فرمانبرداری کے لئے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ کاہنوں کے سردار نے جواب دیا میں تجھ سے محض اسی بات کو پوچھتا ہوں اور تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا پس تو ہم کو بتا کہ یہ ابراہیم کا بیٹا کون تھا یسوع نے جواب دیا اے اللہ تیرے شرف کی غیرت مجھ کو بھڑکا دے اور میں چپ نہ ہو سکوں میں سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا ہی ہے جس کی اولاد سے مسیا کا آنا واجب ہے وہ مسیا کہ اس کے ساتھ ابراہیم کو یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اسی کے ورود سے زمین کے تمام قبیلے برکت پائیں گے (فصل ۲۰۸ ص ۲۸۹)

۲۔ تب اس وقت یسوع نے کہا کہ جب رسول اللہ آئے گا تو وہ کس کی نسل سے ہو گا شاگردوں نے جواب دیا داؤد کی نسل سے تب یسوع نے جواب دیا تم اپنے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالو کیونکہ داؤد اس کو روح میں یہ کہتے ہوئے رب کے نام سے پکارتا ہے اللہ نے میرے رب سے کہا تو میرے داہنے جانب بیٹھ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پامال کرنے کی جگہ بناؤں تیرا رب تیرے نیزے کو بھیجے گا جو کہ تیرے دشمن کے وسط میں غلبہ والا ہو گا پس رسول اللہ جس کو تم مسیا داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہو گا تو پھر داؤد اس کو رب کیونکر کہتا تم مجھے سچا مانو کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق عہد اسماعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحاق کے ساتھ۔ (فصل ۴۳ ص ۶۹)

۳۔ اے ابراہیم عنقریب تمام دنیا جان لے گی کہ اللہ تجھ سے کیسی محبت کرتا ہے مگر دنیا کو تیری اللہ کے ساتھ محبت کیونکر معلوم ہو یقینا" تم پر واجب ہے کہ تو خدا کی محبت کے لئے کچھ کرے ابراہیم نے جواب دیا یہ خدا کا بندہ مستعد ہے کہ جو خدا کا

ارادہ ہو وہی کرے۔ تب اس وقت اللہ نے ابراہیم سے کہا تو اپنے پہلوٹھے بیٹے اسماعیل کو لے اور پہاڑ پر چڑھ جاتا کہ اس کو قربانی کے طور پر پیش کرے پس اسحاق کیونکر پہلوٹھا ہو سکتا ہے کیونکہ جب وہ پیدا ہوا تھا اس وقت اسماعیل کی عمر سات سال کی تھی۔ (فصل ۴۴۔ ص ۶۹)

۔۔ موسیٰ نے کہا اے رب اسرائیل کے اللہ قدیر رحیم تو اپنے بندے کو اپنی بزرگی کی روشنی میں ظاہر کر تو وہیں سے اللہ نے اس کو اپنے رسول کو اسماعیل کے دونوں بازوؤں پر دکھلایا اور اسماعیل کو ابراہیم کے دونوں بازوؤں پر اور اسماعیل کے پاس اسحاق کھڑا ہوا اور اس کے بازوؤں پر ایک بچہ تھا جو کہ اپنی انگلی سے یہ کہتا ہوا رسول اللہ کی طرف اشارہ کر دیا تھا کہ یہی ہے وہ جس کے لئے اللہ نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تب وہیں سے موسیٰ خوشی کے ساتھ چلایا کہ اے اسماعیل بے شک تیرے دونوں بازوؤں میں ساری دنیا اور جنت بھی ہے تو مجھے یاد کر کے میں اللہ کا بندہ ہوں تاکہ میں تیرے اس بیٹے کے سبب سے جس کے لئے اللہ نے ہر چیز بنائی ہے اللہ کی نظر میں کچھ نعمت پاؤں۔ (فصل ۱۹۱ ص ۲۷۱)

تبصرہ

ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور موعود نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہونے ضروری ہیں نہ کہ بنی اسرائیل سے اور تمام یہود و نصاریٰ ایک نبی کی آمد پر متفق تھے لیکن انہوں نے رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کا صرف اس لئے انکار کیا تھا کہ آپ بنی اسرائیل سے نہیں تھے لیکن ان حوالہ جات نے اس وہم و گمان اور اس کی بنیاد ہی اکھیڑ کر رکھ دی بلکہ تورات کے سفر استثناء کی یہ عبارت بھی اس وہم و گمان کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے "میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا" (استثناء باب ۱۸۔ ۱۵، ۱۸)

اور بنی اسرائیل کے تمام قبائل جب آپ کے مخاطب تھے تو پھر ان کے بھائی لامحالہ بنی اسماعیل ہی ہوں گے نہ خود بنی اسرائیل۔ اور جب عہد نامہ قدیم و جدید عیسائی دنیا کے نزدیک مسلم و فقیر ہے تو پھر تورات کی تصدیق و تائید کے بعد انجیل برنباس کے ان حوالہ جات میں پس و پیش اور شک و تردد کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟

نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو ہی نہیں سکتے

حضرت یسوع کا نسب نامہ حضرت داؤد علیہ السلام سے جا ملتا ہے جبکہ نبی موعود کے متعلق خود حضرت عیسیٰ کا یہ اعلان ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کی نسل سے نہیں ہو سکتے ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۲۲۔ ۴۲ تا ۴۴

"جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے ان سے یہ پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو؟ وہ کس کا بیٹا ہے؟ انہوں نے اس سے کہا داؤد کا اس نے ان سے کہا پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اسے خداوند کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کر دوں؟ پس جب داؤد اس کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟" یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۲۔ ۳۶ اور انجیل لوقا باب ۲۱۔ ۴۲، ۴۱۔ ۴۳ پر مرقوم ہے لہٰذا

تین اناجیل کے اعتراف و اقرار کے بعد کہ آنے والا نبی نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا کیونکہ اپنے بیٹے کو کوئی اپنا خداوند کیسے کہہ سکتا ہے اور داؤد علیہ السلام نے ان کو اپنا خداوند کہا ہے لہٰذا وہ نبی نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہو سکتا اور حضرت یسوع ہی خود یہ دلیل دے کر اپنے انکار کو مدلل اور مبرہن انداز میں پیش فرماتے ہیں تو نسل داؤد علیہ السلام سے ہونے کے باوجود ان کو نبی موعود کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ لہٰذا اناجیل ثلاثہ سے بھی یہ حقیقت عیاں و آشکار ہو گئی کہ آنے والا نبی حضرت عیسیٰ نہیں اور نہ بنی اسرائیل سے ہو گا اور برنباس نے واضح کر دیا کہ وہ بنی اسماعیل سے ہو گا لہٰذا تورات اناجیل ثلاثہ اور برنباس کی عبارات میں مکمل موافقت اور مطابقت پیدا ہو گئی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نبی موعود اور رسول منتظر ہونا واضح ہو گیا۔

نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا گیا؟

محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب بار بار اپنے متعلق یہ دعویٰ دہرایا کہ میں ہی نبی موعود اور رسول منتظر ہوں اور تورات و انجیل میں میرے متعلق ہی خبر اور بشارت دی گئی ہے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ نے جو کہ مدینہ منورہ خیبر اور نجران وغیرہ قریبی علاقوں میں موجود تھے اور ماہرین تورات و انجیل بھی تھے اور عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے اور قرآن مجید اور رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دعاوی سے بھی پوری طرح باخبر تھے انہوں نے آپ کی صداقت کو چیلنج کیوں نہ کیا اور آپ کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ کی جرائت کیوں نہ کی، جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو انکار کی جرات نہیں ہو سکتی تھی اور اہل کتاب میں سے جو لوگ مشرف باسلام ہوئے مثلاً" حضرت عبداللہ بن سلام اور کعب احبار و دیگر حضرات ان کے سامنے ان کو اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہو سکتی تھی اس لئے جنگ و جدال اور حرب و قتال سے کام لیا مگر محض زبانی بحث و تمحیص اور مجادلہ و مناظرہ سے گریز ہی کیا اور عملاً "اپنی بے بسی کا اعتراف کر لیا۔

بارگاہ مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام کی نہایت تواضع و انکساری اور بعثت نبوی کی بشارت

ا۔ میں اپنے آپ کو اس (پیغمبر آخر الزمان) کا مانند شمار نہیں کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں کہ اس رسول کے جوتے کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو وہ ہے جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔ (انجیل برنباس فصل ۴۲ ص ۶۶)

۲۔ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں نے اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا ہے یعنی تعظیم کی ہے جیسے کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ اللہ ان نبیوں کو اس رسول کی روح بطور پیشگوئی کے عطا کرتا ہے اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا کہ اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا اس نے اللہ کا شکریہ ادا کیا۔ (فصل ۴۴ ص ۷۰ آیت ۲۸ تا ۳۲)

۳۔ باوجود اس کے کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ رتبہ حاصل کیا ہے کہ اس کو دیکھوں (فصل ۹۷ ص ۱۳۵)

۴۔ باقی رہا میرا خاص معاملہ سو میں بہ تحقیق اس لئے آیا ہوں کہ رسول اللہ کے واسطے جواب جلد دنیا کے لئے ایک خلاص اور چھٹکارے کا ذریعہ لے کر آئے گا راستہ صاف کردوں۔ ص ۱۹۰

۵۔ اس وقت یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو جیسا کہ اشعیاء میں لکھا ہوا ہے۔ فصل ۴۲ ص ۶۵

تبصرہ

انجیل برنباس کی مندرجہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یسوع علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے جس پیغمبر کی بشارت دی ہے وہ آپ کے حواری نہیں ہو سکتے کیونکہ شاگردوں اور نائبوں کے متعلق اس قسم کے الفاظ تواضع کے ذکر کرنا قطعاً "ناموزوں اور نامناسب ہے اور نہ ہی ان سے روح القدس مراد ہو سکتے ہیں ایک تو اس لئے کہ یہاں وہی ہستی مراد ہو سکتی ہے جو جوتے اور نعلین استعمال کرے اور روح القدس اس سے منزہ و مبرا ہے علاوہ ازیں ان عبارات میں بتکرار ان کے رسول اللہ ہونے کی تصریح ہے اور روح القدس صرف اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر نازل ہوتا ہے نہ کہ عوام الناس کے لئے اللہ تعالیٰ کا پیغام رساں ہوتا ہے نیز دوسری عبارت میں نام نامی اور اسم گرامی کی تصریح موجود ہے "اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھے اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں" لہٰذا کسی بھی تاویل و توجیہہ اور ایچ پیچ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی اور یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ آشکار ہو گئی کہ آپ کے بعد آنے والی ہستی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم رسول کا رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس قدر تواضع سے کام لینا اور ان کی خداداد عظمت کا اس انداز میں اعتراف کرنا ان کی رفعتوں و اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی عظیم دلیل ہے کیونکہ نبی رانبی مشناسد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو سامنے رکھیں۔ ان کے متعلق عیسائیوں کے مبالغات کو سامنے رکھیں کہ کسی نے خدا کہا کسی نے خدا کا بیٹا اور پھر ان کی طرف سے خاتم الانبیاء والمرسلین کی قصیدہ خوانی اور مدح سرائی کا یہ انداز دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ بجز الوہیت جملہ مراتب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے اور اپنے خزانے کی ہر نعمت ان پر مکمل کردی ہے۔

حضرت یحییٰ کا بارگاہ مصطفوی میں عجز اور آپ کی بشارت

یہی مضمون حضرت یحییٰ (یوحنا) بن زکریا علیہما السلام کی زبانی انجیل متی ص ۶ پر اس طرح مرقوم ہے۔
۱۔ میں تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو توکتے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔ انجیل متی ص ۶

اور مرقس کی انجیل میں یہ عبارت ہے
۲۔ حضرت یوحنا (یحییٰ) علیہ السلام اونٹ کے بالوں کا لباس پہنتا چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں، میں نے تم کو پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ انجیل مرقس ص ۳۲
اور انجیل لوقا ص ۵۵ میں اس مضمون کو اس طرح ادا کیا گیا ہے۔
۳۔ جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے اپنے دل میں یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں وہ تمہیں... روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہو گا تاکہ وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے اور گیہوں کو اپنے کتھے میں جمع کرے اور بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں" اور اعمال ص ۱۳۲ پر یوں مرقوم ہے۔
"جب یوحنا اپنا دور پورا کرنے کو تھا تو اس نے کہا کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو میں وہ نہیں ہوں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کے پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں"

ف

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ لوگ ایک آنے والے پیغمبر کی انتظار میں تھے کیونکہ مختلف پیغمبران کرام نے ان کو اس قسم کی بشارتیں دی تھیں لیکن ان کو ان بشارتوں کا مصداق حتمی طور پر معلوم نہیں تھا اس لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ گمان کیا مگر انہوں نے اس کو رد کر کے فرمایا وہ تو میرے بعد آنے والے ہیں میں تو ان کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں ہوں مگر

سوال

یہ ہے کہ آیا اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جیسے کہ عیسائیوں کا خیال ہے؟ لیکن حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے نہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس کا یقین تھا کہ میں یہ اعلان حضرت عیسیٰ کے متعلق کر رہا ہوں اور

نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حتمی اور قطعی انداز میں اس کا دو ٹوک فیصلہ دیا جب حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی بابت سنا تو اپنے شاگرد بھیج کر یہ سوال کیا" یوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بلا کر خداوند (عیسیٰ علیہ السلام) کے پاس یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ آیا آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں ؟ انہوں نے اس کے پاس آکر کہا یوحنا بپتسمہ دینے والے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں (انجیل لوقاص ۵۹)

اور انجیل متی ص ۱۳ پر مرقوم ہے

"یوحنا نے قید خانہ میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں "اور اسی قید خانہ سے نکال کر آپ کو شہید کر دیا گیا تھا جیسے کہ اس انجیل متی کے ص ۱۹۰ پر موجود ہے لہذا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ کو آخری دم تک یہ تسلی نہیں تھی کہ جس کا میں نے اعلان کیا وہ یہی عیسیٰ ابن مریم ہیں بلکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی زندگی اختتام کو پہنچ چکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہو چکا تھا بلکہ ان کے کمالات کا چرچا ان کے کانوں تک پہنچ چکا تھا پھر بھی انہوں نے یہ اعلان فرمانے کی بجائے کہ جس کا انتظار تھا آ چکا ہے اس اعلان پر اکتفا فرمایا جو میرے بعد آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی لیاقت نہیں رکھتا اب دیکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے استفسار پر کیا فرمایا انجیل متی ص ۱۳ میں یہ جواب مرقوم ہے

یسوع نے جواب میں ان سے کہا جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں اور مردے زندہ کئے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے اور یہی جواب انجیل لوقا ص ۶۰ پر مرقوم ہے اسی طرح انجیل لوقا ص ۶۲ پر مرقوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے دریافت کیا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں انہوں نے جواب میں کہا یوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیا کہتے ہیں اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی جی اٹھا ہے اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو پطرس نے جواب کہا" خدا کا مسیح! اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا اور کہا ضرور ہے کہ ابن آدم بہت دکھ اٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہہ اسے رد کرے اور وہ قتل کیا جائے۔ ص ۶۳

قول

جب یہ امر یقینی تھا تو پھر اپنے متعلق حقیقت حال کے اظہار سے روکنے میں تو کوئی مصلحت نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا اظہار ضروری تھا کہ وہ مسیح میں ہی ہوں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ سے بڑے تھے ؟

اس بشارت میں حضرت یحییٰ کا یہ اعتراف موجود ہے کہ جو میرے بعد آتا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں ہوں جبکہ حضرت یحییٰ سے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے برکت حاصل کی بپتسمہ لیا ملاحظہ ہو انجیل لوقا ص ۵۵ اور

عبرانیوں باب ۷۔ ۸ پر تصریح کر دی گئی ہے کہ اس میں کلام نہیں کہ چھوٹا بڑے سے برکت پاتا ہے

۱۔ جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دعا کر رہا تھا تو ایسا ہوا کہ آسمان کھل گیا اور روح القدس جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند اس پر نازل ہوا اور آسمان سے آواز آئی تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں۔ ص ۵۵

۲۔ اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرہ سے آکر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا اور جب وہ پانی سے نکل کر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹتے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا۔۔۔ انجیل مرقس ص ۴۴

۳۔ اس وقت یسوع گلیل سے تردن کے کنارے یوحنا کے پاس اس سے بپتسمہ لینے آیا مگر یوحنا یہ کہہ کر اس کو منع کرنے لگا کہ میں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا اب تو ہونے ہی دے کیونکہ ہمیں اس طرح ساری راستبازی پوری کرنا مناسب ہے اس پر اس نے ہونے دیا اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر گیا اور دیکھو اس کے لئے آسمان کھل گیا اور اس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔۔ انجیل متی ص ٦

۴۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا متی ص ۱۴

۵۔ جب یوحنا کے قاصد چلے گئے تو یسوع یوحنا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا (تا) تو پھر تم کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ایک نبی؟ ہاں میں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا میں تم سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں تو پھر عیسیٰ ابن مریم ان سے بڑا کیونکر ہو سکتا ہے اور جب ان سے بڑا نہیں تو اس بشارت کا مصداق کیونکر ہو سکتا ہے؟ انجیل لوقا ص ٦٠

آنے والا پیغمبر داؤد علیہ السلام کی نسل نہیں ہو گا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہیں جیسے کہ انجیل لوقا ص ۵۵ پر تصریح کر دی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے والے عظیم پیغمبر کے متعلق خود فرمایا ہے کہ وہ نسل داؤد علیہ السلام سے نہیں ہوں گے۔

۲۔ پھر یسوع نے ہیکل میں تعلیم دیتے وقت یہ کہا کہ فقیہہ کیونکر کہتے ہیں کہ مسیح داؤد کا بیٹا ہے۔ داؤد نے خود روح القدس کی ہدایت سے کہا ہے خداوند نے میرے خداوند سے کہا میری داہنی طرف بیٹھ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے چوکی نہ کر دوں۔ داؤد تو آپ اسے خداوند کہتا ہے پھر اس کا بیٹا کہاں ٹھہرا۔ انجیل مرقس ص ۷۴۔ انجیل لوقا ص ۷۵۔ انجیل متی ص ۲۷۔

کیا حواری روح القدس سے بپتسمہ پانے والے تھے؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا میں پانی سے تمہیں بپتسمہ دیتا ہوں اور جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص حواری بھی اس شرف سے مشرف تھے اور ان کے حق میں یہ اعزاز ثابت ہوتا ہے؟ انجیل لوقاص ا، پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رسولوں کی درخواست اور ان کا جواب ملاحظہ کر لو تو اس رسول کا جواب خود ہی آجائے گا کہ قطعاً "حواریوں میں یہ امتیاز و اختصاص نہیں تھا۔

۱۔ رسولوں نے خداوند سے کہا ہمارے ایمان کو بڑھا خداوند نے کہا اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمہاری مانتا مگر تم میں ایسا کون ہے؟ انجیل لوقاص ا،

۲۔ تواریخ بائبل میں ڈاکٹر ڈبلیو جی ملیکی صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں دوسرا دن سبت کا دن ہے مگر اس میں بھی شاگردوں کے لڑکھڑاتے ایمان کو کچھ تقویت نہیں پہنچی جب انہوں نے سنا ہو گا کہ ان کے پرانے ساتھی یہوداہ نے اپنے تئیں پھانسی دی ہے (جس نے تیس روپے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑوایا تھا۔ تو ایک ایک کا دل ہیبت سے بھر گیا ہو گا لیکن دوسرے دن کی روشنی میں خداوند کی قبر خالی دکھائی دیتی ہے اور وہ اپنے رسولوں اور شاگردوں پر اسی دن کئی بار ظاہر ہوتا ہے گو اس نے اپنے جی اٹھنے کی خبر پہلے دن تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد اس واقعے کے منتظر نہ تھے کیونکہ ان کا ایمان کمزور تھا (تواریخ بائبل ص ۵۳۲)

اتنا کمزور کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری لمحات کی تاکیدی خبر پر کہ "میں تیسرے دن جی اٹھوں گا" کا بھی یقین نہ کیا اور زحمت انتظار برداشت نہ کی کیا روح القدس کا بپتسمہ لینے والے ایسے ہوا کرتے ہیں؟

۳۔ یسوع مسیح کے شاگرد پطرس کے متعلق انجیل متی باب ۱۶، ۲۲ پر مرقوم ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنا دکھ اٹھانا اور قتل کیا جانا بیان کیا تو "اس پر پطرس کو الگ لے جا کر ملاقات کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا" اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کہئے جناب جو اپنے نبی بلکہ خداوند کو ملاقات کرے اور اس کا نبی بلکہ خداوند اس کو شیطان کے لقب سے نوازے اور اپنی بارگاہ سے دور کر دے ایسا شخص کسی اہلیت کی بدولت روح القدس سے بپتسمہ یافتہ تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

۴۔ مرقس رسول کے متعلق یہی ڈاکٹر صاحب تواریخ بائبل کے ص ۵۴۰ پر رقم طراز ہیں۔

"اس جگہ (پمفو علیہ السلام) مرقس جواب تک ان کے ساتھ تھا یروشلم کو چلا گیا شاید اس لئے کہ جب اس نے دیکھا کہ پولوس اور برنباس پمفلیہ کے جنگلوں اور صحراؤں میں گھسنا چاہتے ہیں تو وہ ڈر گیا اور ضعف ایمان کے سبب واپس چلا گیا" جب رسول کا ایمان ہی ضعیف ہے اور فرض تبلیغ حضرت مسیح کی تاکید کے باوجود ادا کرنے سے قاصر ہے تو دوسروں کا حال کیا ہو گا؟

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

۵۔ تواریخ بائبل ص ۵۴۵ پر پولوس کی تعلیم کو درست اور وزنی قرار دیتے ہوئے اور پطرس رسول کی راستبازی کے معیار میں لغزش کھانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا "یہ تعلیم شاید پولوس رسول کی تصانیف میں ایسی توضیح و توسیع کے ساتھ بیان نہ کی

جائی اگر یہودی خیالات کے استاد "نادان گلتیوں" کو اپنی جادو بھری باتوں سے بہکانے کو سرپا نہ ہوتے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر مقدس پطرس لغزش نہ کھاتا تو شاید یہ تعلیم ایسی وضاحت کے ساتھ بیان نہ کی جاتی "گویا مقدس پطرس بھی یہودیوں کا ہمنوا ہو گیا اور اس غلطی کا مرتکب ٹھہرا اور یہودا اسکریوطی کا یہودیوں سے گٹھ جوڑ اور اپنے رسول کو سولی دلانا تو کون بھول سکتا ہے؟

۶۔ یہی ڈاکٹر صاحب اسی تواریخ بائبل کے ص ۵۴۶ پر پولوس اور برنباس کی علیحدگی کا سبب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ کچھ عرصہ انطاکیہ میں قیام کرنے کے بعد پولوس نے برنباس سے کہا کہ ہم پھر دورہ کریں اور جن کلیساؤں کو ہم نے قائم کیا ہے۔ انہیں دیکھیں اور مضبوط کریں۔ لیکن اس موقع پر ان کے درمیان نااتفاقی سی ہو گئی اور وجہ اس کی یہ ہوئی کہ برنباس اپنے بھانجے مرقس کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن پولوس اس پر پورا پورا تکیہ نہ کرتا تھا کیونکہ پہلے سفر میں پمفولیہ میں اس نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس نااتفاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں مشنریوں نے جدا جدا راستہ اختیار کیا۔ برنباس اور مرقس کپرس کو چلے گئے اور پولوس سیلاس کو اپنے ساتھ لے کر ایشیائے کوچک میں دور دور تک گھومتا پھرتا رہا۔ نوشتوں میں ایسے واقعات کا جو ان بزرگوں کے نقص پیش کرتے ہیں درج کیا جانا انجیلی بیان کی سچائی اور تاریخ کی صداقت کا پختہ ثبوت ہے تواریخ بائبل ص ۵۴۶

لیکن انہی نقائص کا بیان اہل اسلام کے لئے اس حقیقت کا واضح برہان ہے کہ حضرت یحییٰ کا یہ فرمان سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کا واضح اعلان ہے۔ جن کے غلاموں نے یقین کامل کے ساتھ صحراؤں اور بیابانوں کو گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا اور دریاؤں سمندروں سے خشک راستے وصول کر لئے اور قیصرو کسریٰ کے تاج و تخت کو روند ڈالا یقیناً "روح القدس کی تائید و نصرت انہی کو حاصل ہوئی اور اس حقیقت کا ناقابل تردید بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواری اور شاگرد اور رسول اس کا مصداق نہیں ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے گیہوں بھوسی میں امتیاز کیا اور بھوسی کو جلایا؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت میں آنے والے مسیح کے متعلق فرمایا گیا ہے "اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا اور اپنے گیہوں کو تو کھتے میں جمع کرے گا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں"

اس عبارت پر غور کریں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی میں ظاہر ہونے والی وہ علامات ہیں جو آنے والے پیغمبر کو ممتاز کرتی ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلقین میں ایسے کسی امتیاز کو ظاہر نہیں فرمایا اور مومن و منافق اور مخلص و ریاکار میں قطعاً "امتیاز نہیں فرمایا بلکہ یہودا اسکریوطی جیسا بدبخت اور منافق بھی حواریوں میں آخر دم تک شامل نظر آتا ہے اسی طرح مخالفین یہودا اور دیگر منکرین کے ساتھ آپ نے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا بلکہ خود ان کے ظلم و ستم کا خزانہ بن گئے اور سولی پر چڑھا دیئے گئے اور آپ پر اس وقت از روئے کتاب مقدس ایسا اضطراب طاری تھا اور

ایسی گھبراہٹ کہ "ایلی ایلی لما شبقتنی" جیسے کلمات زبان سے نکلنے لگے جو ایک عام مومن بھی آزمائش کے موقع پر استعمال کرے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے یعنی اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ (ملاحظہ ہو انجیل متی ص ۳۳ و انجیل لوقاص ۵۰)

ذرا غور سے ان کلمات کو پڑھیے یہ سوال نہیں کہ کیا تو نے مجھے چھوڑ دیا بلکہ کیوں چھوڑ دیا جس کا مطلب واضح ہے کہ مجھے تو نے چھوڑ تو دیا ہے مگر اس کی وجہ تو بتلا کیا جس نبی کو خدا چھوڑ دے وہ نبی رہ سکتا ہے اور جس کا اپنے خدا کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے وہ اس کے ہاں کسی مقام و مرتبہ پر فائز ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے؟

الغرض اس عبارت کا مصداق صرف نبی ای فداہ ابی وامی ہی ہو سکتے ہیں جنھوں نے اخلاص و نفاق اور اسلام و کفر میں واضح حد بندی فرمادی اور جنگ کی آگ میں مخالفین کو جلادیا جس طرح کہ ارشاد خداوندی ہے ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب اللہ تعالیٰ کو یہ زیبا نہیں کہ تمہیں اس اختلاط والی حالت میں رکھے جس پر کہ تم اب ہو بلکہ وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ خبیثوں کو پاک لوگوں سے الگ کرے اور یوم بدر کو اسی لئے یوم فرقان سے تعبیر فرمایا کہ اس نے حق و باطل میں واضح فرق بھی کیا اور کفر کی کمر توڑ کر رکھ دی۔

رہا یہ شبہ کہ چھاج سے مراد شریعت ہے اور کھتے سے مراد جنت اور نہ بجھنے والی آگ دوزخ ہے لیکن یہ توجیہ اس لئے غلط ہے کہ ایسا چھاج تو ہر پیغمبر کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا تخصیص؟ اور جس طرح جزاء و سزا میں دوسرے پیغمبر مستقل نہیں تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مستقل نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع۔ پھر اس چھاج سے دنیا میں لوگوں کو کیسے حتمی علم ہو سکتا ہے کہ آنے والا پیغمبر جس کی بشارت بلکہ تمنا حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کے زمانہ سے ہو رہی ہے وہ یہ ہی ہیں۔

حبقوق اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بشارت، قدوس کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا

استثناء تورات باب ۳۳ ص ۲۰۱ پر موسیٰ علیہ السلام کا فرمان اس طرح منقول ہے "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا وہ کوہ فاراں سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا..... اور حبقوق نبی کی دعا اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو حبقوق باب ۲، ۳، ۴، ص ۸۷۸

اے خداوند اسی زمانہ میں اپنے کام کو بحال کر اسی زمانہ میں اس کو ظاہر فرما خدا ایمانی سے آیا اور قدوس کوہ فاراں سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔ وبا اس کے آگے چلتی تھی اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے۔ قدیم ٹیلے جھک گئے، اس کی راہیں ازلی ہیں ص ۸۷۸

کوہ فاران مکہ مکرمہ کا پہاڑ ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اعلان توحید و رسالت فرمایا اور لوگوں کو آتشی شریعت دی جس نے ماننے والوں کو تو کندن بنایا اور مخالفین کو بھسم کر دیا اور تیروں، تلواروں کے ذریعے قوموں کو پراگندہ کیا اور ارض فارس لرز اٹھی۔

جبکہ اس شریعت کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا نقشہ انجیل سے ہی ملاحظہ کریں۔ (انجیل متی ص ۸)

"تم سن چکے کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"

کیا اس تعلیم کو آتشی شریعت کہا جا سکتا ہے اور اس نبی کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس کے قدموں سے آتشی تیر نکلتے تھے اور زمین اس کے کھڑے ہونے سے تھرا گئی علاوہ ازیں اس میں تینوں مراکز رشد وہدایت کو الگ الگ بیان کر دیا گیا۔ سینا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو اعزاز کلیمی عطا ہوا اور توریت جیسی عظیم کتاب اور کوہ شعیر جہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ رشد وہدایت شروع ہوا اور کوہ فاراں جہاں سے قرآن کریم جیسی ابدی کتاب کا ظہور ہوا اور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ابدی شریعت، لہٰذا کسی التباس و اشتباہ کی اس امر میں گنجائش ہی نہیں کہ حضرت یحییٰ کے فرمان کے مصداق بھی صرف اور صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت اور حبقوق پیغمبر کے اس رویہ کا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی نسل کا فاران کے علاقہ میں ہونا عہد نامہ قدیم پیدائش کے ص ۲۰ کی اس آیت سے واضح ہے

دنیا کا سردار آتا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو ایک عظیم ہستی کے رونما ہونے اور دنیا پر قدم رنجہ فرمانے کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

۱۔ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (انجیل یوحنا ص ۹۹)

۲۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (ص ۹۹)

۳۔ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ (انجیل یوحنا ص ۱۰۰)

۴۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ ص ۱۰۱

۵۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کے لڑکے کے ساتھ تھا وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا اور وہ فاران کے بیاباں میں رہتا تھا لہٰذا اس بشارت کا مصداق صرف اور صرف رسول معظم علیہ السلام ہیں جو مظہر ذات و

صفات خداوند ہو کر فاران سے جلوہ گر ہوئے برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

ان پانچ عبارات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اس امر کے معترف ہیں کہ میرے بعد دنیا کا سردار آتا ہے اور میرے اندر ان کے کمالات و خصائص میں سے کوئی کمال اور خصوصیت موجود نہیں ہے اور وہ جو کچھ فرمائیں گے زبان اگرچہ ان کی ہوگی مگر کلام ان کا نہیں ہوگا

"وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی"

اور تمہیں غیب کی خبریں بتلائیں گے "وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ" لہذا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا حقیقی مصداق بھی سرور انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی ہیں تاکہ دونوں پیغمبران کرام کی بشارات میں توافق و اتحاد پیدا ہو جائے اور کوئی ایک دوسرے کی تکذیب کا موجب نہ ہو۔

عیسائیوں کی تاویل اور اس کا رد

رہ گئی پادری صاحبان کی یہ توجیہہ کہ یہاں روح القدس کے آنے کی بشارت ہے نہ کہ کسی دوسرے پیغمبر کی یعنی اس کا حواریوں پر نزول ہوگا اور وہ اپنی طرف سے نہ کلام کرے گا بلکہ جو سنے گا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔

ا۔ کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر رہے اس وقت تک جبرائیل امین اور روح القدس نے زمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔

۲۔ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل تھے اور ان کا کوئی کمال آپ میں موجود نہیں تھا جن کو اللہ تعالیٰ سے متحد مانا جاتا ہے اور جو تثلیث فی الوحدت کے عقیدہ کی روح اور جان ہیں ان سے روح القدس مرتبہ میں زائد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ روح القدس کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہ ہو اور حواریوں پر ہو کیونکہ آپ فرماتے ہیں میرے بعد آتا ہے اور جب تک میں نہیں جاؤں گا وہ نہیں آئے گا تو اس سے حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہونا لازم آئے گا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ کو غیب کی وہ خبریں معلوم نہ ہوں جو روح القدس حواریوں کو بتلائیں تو علمی لحاظ سے روح القدس اور حواری سبقت لے گئے حالانکہ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کا عنصر علم منتقل ہوا تھا جس سے ابن اللہ ہونے کا شرف ان کو حاصل ہوا تو پھر جبرائیل کے علم کا ان میں نہ ہونا کیونکر متصور ہو سکتا ہے اور حواریوں کو روح القدس کی طرف سے وہ علوم کیونکر القاء کیے جا سکتے ہیں جو ان کے نبی و رسول میں نہیں تھے نبی کی امت پر اصل فوقیت علم کے اعتبار سے ہوتی ہے جب وہ بھی نہ رہی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیونکر افضل کہہ سکیں گے اور جب ان کے حواری ان سے افضل ہو گئے تو حضرت یحییٰ پیغمبر کا یہ کہنا کیونکر درست ہو گا کہ میں عیسیٰ بن مریم کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کی لیاقت نہیں رکھتا۔

۵۔ نیز حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق انجیل لوقاس ۵۲ پر تصریح موجود ہے کیونکہ "وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہو گا اور ہرگز مئے نہ کوئی اور شراب پئے گا اور اپنی ماں کے بطن سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا...."

جب آپ بچپن سے اس شان کے مالک تھے تو دنیا کے سردار کیوں نہ بنے اور ان صفات کے ساتھ موصوف کیوں نہ ہوئے جن کے متعلق حضرت عیسیٰ آنے والی ہستی کو موصوف بتلا رہے تھے اور حواریوں کو جو شرف حاصل ہو گیا وہ آپ کو کیونکر حاصل نہ ہو سکا لہٰذا یہ توجیہ لغو ہے اور ناقابل قبول۔

۶۔ علاوہ ازیں آپ فرماتے ہیں دنیا کا سردار آتا ہے اور دنیا کا سردار وہی ہو گا جو اس دنیا میں ظہور پذیر ہو اور دنیا کی مخلوق اس کو دیکھے اور اس کا کلام اس کے احکام سنے جو صرف حواریوں کو دکھائی دے اور انھیں کو وحی و الہام کرے وہ دنیا کا سردار کیسے کہلائے گا وہ نہ دنیا کا خالق نہ اس کا مالک نہ اس میں متصرف پھر سردار ہونے کا کیا معنی؟

۷۔ نیز اگر روح حق اور روح القدس دنیا کا سردار تھا اور کمالات عیسوی کو اس کے کمالات سے کوئی نسبت نہیں تھی تو حواریوں اور رسولوں کو فیض روح القدس حاصل کرنے کے بعد اس کی عظمت ظاہر کرنی چاہئے تھی مگر انہوں نے جو کمال اور معجزہ و خرق عادت دکھلایا اس کی نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف کی مثلاً "پطرس کا جنم کے لنگڑے کو درست کرنا اعمال باب ۳ پر مذکور ہے "مگر اس نے درست کرتے وقت جو کلمات کہے وہ یہ ہیں مسیح ناصری کے نام سے چل پھر اسرائیلیوں کے سامنے جب اس نے تقریر کی تو اس نے یوں کہا "" ابراہام اور اضحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ داؤد کے خدا نے اپنے خادم یسوع کو جلال دیا (تا) اسی کے نام نے اس ایمان کے وسیلہ سے جو اس کے نام پر ہے اس شخص کو مضبوط کیا جسے تم دیکھتے اور جانتے ہو"

اسی طرح اعمال باب ۴ میں سرداروں "کاہنوں اور فقیہوں کی مجلس میں یروشلم کے اندر پطرس نے ان کے اس سوال کے جواب میں کہ تم نے یہ کام کس قدرت کس نام سے کیا تو اس نے کہا اے امت کے سردار اور بزرگو! آج ہم سے اس احسان کی بابت بازپرس کی جاتی ہے جو ایک ناتواں آدمی پر ہوا کہ وہ کیونکر اچھا ہو گیا تو تم سب اور اسرائیل کی ساری امت کو معلوم ہو کہ یسوع مسیح ناصری جس کو تم نے مصلوب کیا اور خدا نے مردوں سے جلایا اسی کے نام سے یہ شخص تمہارے سامنے تندرست کھڑا ہے (ملاحظہ ہو اعمال ص ۱۱۰)

اسی طرح جب حواریوں اور عیسیٰ علیہ السلام کے رسولوں کے خلاف اسرائیلیوں "کاہنوں اور سرداروں نے تشدد شروع کیا تو انہوں نے جو اجتماعی دعا کی اس کے الفاظ بھی سنتے جایئے۔ اعمال باب ۴، ۲۹

"اب اے خداوند ان کی دھمکیوں کو دیکھ اور اپنے بندوں کو یہ توفیق دے کہ وہ تیرا کلام کمال دلیری کے ساتھ سنائیں اور تو اپنا ہاتھ شفا دینے کو بڑھا اور تیرے پاک خادم یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں"

الغرض ہر مقام پر رسولوں نے عجیب کاموں کی نسبت یسوع علیہ السلام کے نام کی طرف کی ہے جس سے صاف ظاہر کہ ان کے تمام کمالات اور معجزات وغیرہ اسی نام کا صدقہ تھے یہی نام ان کے لئے بمنزلے کلمہ کن کے تھا تو پھر دنیا کا وہ سردار جو حضرت یسوع سے بھی افضل اور بالاتر تھا اس نے کیا کیا اور کونسا کمال ظاہر کیا۔ نہ براہ راست اس کا کوئی کمال کسی نے دیکھا اور نہ ان رسولوں نے اس کا مظہر بن کر کہا کہ ہمارا یہ کمال دراصل روح القدس کا کمال ہے جس طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بدر و حنین میں کنکریوں کی مٹھی کفار کی طرف پھینکی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے مگر قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ

یہ فعل ان کا اپنی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا مظہر ہونے کی حیثیت سے ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی لہٰذا رسولوں کا یہ طرز عمل اور یہ تعلیم اس امر کی شاہد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ان ارشادات میں روح القدس بمعنی جبرئیل کی خبر نہیں بلکہ جبرئیل کے بھی مخدوم و مولیٰ اور سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تشریف لانے کی خوشخبری ہے۔

۸۔ نیز اگر روح القدس کے نزول کی خبر دینا مقصود ہوتی تو اس طرح کیوں فرماتے کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا کیونکہ دوسرا مددگار وہی کہلا سکتا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہو کہ پہلے وہ مددگار تھے اب جاتے جاتے دوسرے کا انتظام فرما گئے لیکن روح القدس تو ان پر بھی نازل ہوتا رہا اور ان کے واسطے سے حواریوں اور رسولوں کی بھی تو جو پہلے سے ان کا مددگار تھا اس کو دوسرا مددگار کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ اور صرف حواریوں کے لئے نہیں بلکہ پہلے تمام پیغمبران کے لئے روح القدس کی یہ امداد جاری رہی اور رہے گی جیسے کہ پطرس رسول نے حواریوں اور رسولوں کے نزول روح القدس سے مخموری ولاہوشی کی حالت میں ہو جانے اور لوگوں کے ان کو نشہ سے چور سمجھنے کی وجہ سے پکار کر کہا بات اس طرح نہیں جو تم سمجھتے ہو بلکہ یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہو گا کہ میں اپنی روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی۔ اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی ان دنوں اپنی روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی (اعمال باب ۲، ۱۶، ۱۸) تو یہ مددگار ایک ہی ہے جو ہر دور میں ہر پیغمبر کے ساتھ رہا ہے لہٰذا اس کو دوسرا مددگار کہنا بھی غلط اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں کہنا بھی قطعاً غلط ہو گا بلکہ یہ عبارات اسی صورت میں درست ہو سکتی ہیں جبکہ ایک عظیم الشان پیغمبر کے تشریف لانے کی خبر دی جا رہی ہو۔

۹۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اس مددگار کا ابد تک ساتھ رہنا بیان کیا گیا ہے جب حواری اور رسول آپ ابدی نہیں تھے تو وہ مددگار ابد تک ان کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا اس سے صاف ظاہر کہ مراد صرف حواری اور رسول عیسیٰ علیہ السلام نہ تھے بلکہ پوری امت اور نسل انسانی مراد تھی اور اس عبارت میں آنے والے رسول کی ابدیت رسالت و دوام شریعت اور ناقابل تنسیخ تعلیم کا بیان ہے اور یہ بات صرف دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی تعلیمات اور آپ کی نبوت و رسالت پر ہی صادق آتی ہے۔

۱۰۔ منشاء غلطی

عیسائی برادری کو غلطی یہاں سے لگتی ہے کہ کلام عیسیٰ علیہ السلام میں چونکہ آنے والی ہستی کو روح الحق سے تعبیر کیا گیا ہے لہٰذا اس سے مراد کوئی انسان اور بشر کیونکر ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ بنیاد بالکل ضعیف اور ناقابل اعتذار ہے کیونکہ

(۱) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان بشر اور ابن مریم ماننے کے باوجود روح اللہ تسلیم کرتے ہیں تو سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انسانی اور بشری حالت میں ہوتے ہوئے روح حق کیوں نہیں کہلا سکتے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ جب روحانیت کا غلبہ ہو اور بشری تقاضے مغلوب بلکہ کالعدم ہو جائیں تو بشر کو روح کہنا بالکل درست ہوتا ہے اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ

السلام روح اللہ کہلائے اور پیغمبر آخرالزماں علیہ السلام بھی روح حق کہلائے۔

(۲) نیز حیات ابدان کا دارومدار روح پر ہوتا ہے اور حیات قلوب اور ارواح کا دارومدار تعلیمات نبوت و رسالت پر لہذا پیغمبر نسل انسانی کے لئے بمنزلہ روح کے ہوا جو ان کو روحانی اور قلبی حیات سے مشرف کرتا ہے بلکہ ابدی اور غیر فانی حیات سے بہرہ ور کرتا ہے چونکہ پیغمبر آخرالزماں کی تعلیم ابدی تھی اور جامع ترین اور سب شرائع سے اکمل شریعت آپ کی تھی تو آپ روح الحق قرار پائے۔

(۳) علاوہ ازیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اور آپ کے نور انوار کا تمام مخلوق سے ساٹھ ہزار سال پہلے پیدا کیا جانا ثابت ہے جیسے کہ انجیل برنباس سے اس کے حوالے پیش کئے جائیں گے اور اہل اسلام کے نزدیک بھی کتاب و سنت کی روشنی میں یہ حقیقت مسلم ہے لہذا اس امتیازی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس سبقت خلق و ایجاد کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو روح حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لہذا اس بنیاد پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق نہ بنانا باطل ہے اور ناقابل التفات و اعتبار۔

لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کا سردار جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جنہوں نے زمین میں خدا تعالیٰ کے دین اور اس کی الوہیت کا اعلان کرکے اور جہاد کے ذریعے مخالفین کا صفایا کرکے حکومت قائم فرمائی اور اس کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر ان کے دین کو شرق و غرب اور شمال و جنوب تک پہنچایا اور اسلام کی عظیم سلطنت کی بنیاد ڈالی جس میں چودہ سو سال سے منبروں اور میناروں پر اشہد ان محمد رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور امی ہونے کی وجہ سے محض تعلیم الٰہی سے کلام فرمایا اور ایسے غیوب بیان فرمائے جو پہلے کسی آسمانی کتاب میں نہیں اور نہ کسی نبی نے اپنی امت پر ان کا انکشاف کیا اور جملہ کمالات میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران کرام سے ممتاز و منفرد ہیں۔

لا۔ انجیل یوحنا سے نقل کردہ چوتھی عبارت میں اس طرح کہا گیا "وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا اور عربی (مطبوعہ انجیل) لندن آکسفورڈ ۱۸۱۷ء میں یہ الفاظ ہیں

"ومتی جاء ذلک یبکت العالم علی خطیئتہ وعلی بروعلے دینونہ" الخ سادس عشر ص ۱۷۸

یعنی جب وہ روح حق آئے گا تو سارے عالم کو سرزنش کرے گا گناہ اور نیکی اور راستبازی پر اور تبکیت و توبیخ ہم معنی ہیں اور قصوروار ٹھہرانے کا مطلب ہے تو یہی کارروائی کیونکہ عند اللہ مجرم ہونا تو ہر عالم و مبلغ بیان کر سکتا ہے یہ کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہے۔ امتیازی خصوصیت ہے تو عملاً شریعت کو نافذ کرنا اور خلاف ورزی پر سزا دینا اور یہ خصوصیت نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھی اور نہ ہی ان کے حواریوں میں بلکہ ان کا دائرہ کار صرف تبلیغ اور زبانی وعظ و نصیحت تک محدود تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا فرمان انجیل یوحنا باب ۱۲۔ ۴۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے کے لئے آیا ہوں۔ جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے

یعنی جو کلام میں نے کیا آخری دن وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ باپ جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ کیا کہوں اور کیا بولوں" انتہی

اور حواری و رسل بھی صرف تبلیغی دورے کرتے رہے نہ ان کی حکومت قائم ہوئی اور نہ حدود و تعزیرات کا نظام انہوں نے قائم کیا بلکہ لوگوں کو گناہ سے بے خوف اور نڈر بنانے کے لئے کفارہ کا عقیدہ گھڑ لیا کہ حضرت عیسیٰ ہمارے گناہوں کا کفارہ بننے کے لئے سولی پر چڑھے لہذا گناہوں سے گھبرانے کی ضرورت ہی نہیں تو ایسی صورت میں یہ حقیقت تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ان بشارات کا مصداق نہ حواری و رسل ہیں نہ ان پر اترنے والا روح القدس بلکہ وہ پیغمبر جس نے حدود و تعزیرات کا نظام نافذ کیا اور گناہوں کا قوت و طاقت سے سدباب کیا اور وہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بعد آئے

حضرت یحییٰ (یوحنا) کی بشارت میں ہے جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے اور میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں مگر جب ہم تاریخ پیدائش کو دیکھتے ہیں تو بعد آنے کے تخیل ناقابل قبول ٹھہرتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف چھ ماہ بعد اس دنیا پر قدم رنجہ فرما ہو جاتے ہیں صرف اس فرق کے پیش نظر ان کا اپنی نبوت کے سارے زمانہ میں یہی کہتے رہنا جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم بات ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔

تواریخ بائبل میں ڈاکٹر ہلمکی صاحب نے "یوحنا کی پیدائش کی خبر" اور "مسیح کی پیدائش کی خبر" یہ دو عنوان قائم کئے اور لکھا "اس فرشتے (جبرائیل) نے زکریا کو خبر دی کہ تیرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا" چھ مہینے گزر جاتے ہیں اور وہی فرشتہ جو حضرت زکریا کو دکھائی دیتا تھا پھر اسی قسم کی انجام دہی کے لئے ایک شمالی شہر کی طرف بھیجا جاتا ہے ایک دور دراز شہر میں جس کا نام ناصرت ہے اور جلیل کے پہاڑوں سے چھپا ہوا ہے ایک عبرانی خاتون مریم رہتی ہے (تا) اسی خاتون کے پاس فرشتہ آتا ہے اور ایسے ایسے الفاظ میں سلام کرتا ہے جن سے اس کی زندگی کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن یہ غریب عورت ڈر جاتی ہے کیا اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنے خاندان کی قدیم عزت اور مرتبہ پر بحال کی جائے گی؟ نہیں "اس کا یہ مطلب ہے کہ اس سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کا نام یسوع ہو گا۔ ص ۳۸۲

آیئے اس ضمن میں انجیل لوقا کا مطالعہ بھی کرتے چلیں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے۔

"فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریا خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی ہے۔ اور تیرے لئے تیری بیوی الیشبع سے بیٹا پیدا ہو گا تو اس کا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی حاصل ہو گی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہو گا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پئے گا اور اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا (تا) ان دنوں کے بعد اس کی بیوی الیشبع حاملہ ہوئی اور اس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھپائے رکھا کہ جب خداوند نے میری رسوائی لوگوں میں سے دور کرنے کے لئے مجھ پر نظر کی ان دنوں اس نے میرے

لئے ایسا کیا چھٹے مہینے میں جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا (تا) فرشتہ نے اس کہا۔ اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔ (تا) اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے اور اب اس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مہینہ ہے کیونکہ جو قول خدا کی طرف سے ہے وہ ہرگز بے تاثیر نہیں ہوگا (انجیل لوقا۔ ص ۵۲)

کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی مقام سے بے خبر تھے؟

اس قسم کا اعلان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ حتمی اور قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ نبی موعود یہی ہیں یا کوئی اور لیکن سوال یہ ہے کہ جب بشارت دینے والا ہی نہ پہچان سکے کہ جس کی بشارت میں دیتا ہوں وہ کون ہے اور موجود ہو چکا ہے یا نہیں؟ تو دوسروں کو کیا پہچان ہو سکتی ہے اور ایسی صورت میں بشارت دینے اور دلانے کا کوئی مقصد بھی نہیں ہو سکتا مگر ہم آپ کو انجیل لوقا کے حوالے سے ہی بتلاتے ہیں کہ حضرت یحییٰ والدہ ماجدہ کے پیٹ میں ہوتے ہوئے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانتے پہچانتے تھے جبکہ وہ بھی ابھی حضرت مریم کے بطن اقدس میں تھے۔ (انجیل لوقا۔ ص ۵۲ کی عبارت ملاحظہ ہو)

"ان ہی دنوں مریم اٹھی اور جلدی سے پہاڑی ملک میں یہوداہ کے ایک شہر کو گئی اور زکریا کے گھر میں داخل ہو کر الیشبع کو سلام کیا اور جونہی الیشبع نے مریم کا سلام سنا تو ایسا ہوا کہ بچہ اس کے رحم میں اچھل پڑا اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگی کہ تو عورتوں میں مبارک اور تیرے رحم کا پھل مبارک ہے اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہوا کہ میرے خداوند کی ماں میرے پاس آئی۔ کیونکہ دیکھ ' جونہی تیرے سلام کی آواز میرے کان میں پہنچی ' بچہ مارے خوشی کے میرے رحم میں اچھل پڑا"

جب بطن مادر میں ہوتے ہوئے ان کا مرتبہ و مقام معلوم کر لیا اور ان کی آمد پر خوشی اور مسرت سے رحم مادر میں اچھل رہے تھے اور الیشبع کو بھی معلوم ہو گیا کہ مریم کے بطن اقدس والا کس قدر مقدس ہے تو پھر آخر عمر تک ایسے مبہم اعلان کا کیا مطلب؟ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں یہ اعلان کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے۔ گویا ان کے ان صفات کا حامل ہونے کا انکار ہے اور لوگوں کو ان کے متعلق مغالطہ دینے کے مترادف ہے اگر وہ واضح طور پر یہ اعلان کرتے رہتے کہ ان صفات کے حامل حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں تو لوگوں کو صحیح صورت حال سمجھ میں آجاتی اور گمراہی سے بچ جاتے اور یہ حوالہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت یحییٰ نے جیل میں ہوتے ہوئے جہاں سے ان کو چند روز کے بعد نکال کر شہید کر دیا گیا تھا۔ اپنے خادموں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آنے والا مسیح تو ہی ہے یا ہم کسی دوسرے کی راہ دیکھیں۔ (انجیل لوقا۔ ص ۵۹ اور انجیل متی ص ۱۴)

کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کو اس بشارت کا مصداق سمجھا؟

ہو سکتا ہے کوئی پادری صاحب انجیل یوحنا کا حوالہ پیش کر کے مغالطہ دیں کہ حضرت یحیٰی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صاف صاف کہہ دیا تھا کہ آنے والا پیغمبر یہی ہے۔

"یہ وہی ہے جس کی بابت میں نے کہا تھا کہ ایک شخص میرے بعد آتا ہے جو مجھ سے مقدم ٹھہرا ہے کیونکہ وہ مجھ سے پہلے تھا اور میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگر اس لئے پانی سے بپتسمہ دیتا آیا ہوں کہ وہ اسرائیل پر ظاہر ہو جائے" (انجیل یوحنا ۔ ص ۸۷)

لیکن سوال یہ ہے کہ پہچان نہیں تھی تو شکم مادر میں ہوتے ہوئے ان کے لئے اچھلنے اور رقص و وجد کا کیا معنی؟ اور اگر پہچانتے تھے تو پھر صرف چھ ماہ بعد پیدا ہو جانے کے باوجود خود کیوں ساری عمر بپتسمہ دیتے رہے اور جب خود حضرت عیسیٰ نے ان سے بپتسمہ لیا تو اس وقت بپتسمہ کیوں دیا یا پھر ان سے روح القدس کے ساتھ بپتسمہ کیوں نہ لیا؟ اور جب ان پر روح القدس کا نزول بصورت کبوتر دیکھ لیا تھا۔ تو پھر بپتسمہ ترک کیوں نہ کر دیا اور اپنی نبوت کو ان کی غلامی پر قربان کیوں نہ کیا؟ اور آخری ایام میں شاگرد بھیج کر کیوں دریافت کرتے رہے کہ آیا آنے والے مسیح تم ہی ہو یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں لیکن ان کا یہ قول بوجوہ درست نہیں۔

ا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ بلکہ خود اللہ سمجھتے ہیں نہ کہ نبی و رسول اور یہاں بشارت موسیٰ علیہ السلام کی مثل نبی سے متعلق ہے۔

ب۔ عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور حواری بھی سب انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کیسے پائی جا سکتی ہے۔

ج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نہ تشریعی امور میں مماثلت ہے اور نہ انجام کار میں اور نہ عنداللہ قرب و منزلت میں۔ تشریعی امور میں اس لئے مماثلت نہیں کہ دین موسیٰ علیہ السلام میں حدود و تعزیرات وارد ہیں اور احکام غسل و طہارت بھی اور ماکولات و مشروبات میں سے محرمات کا بیان بھی ہے جبکہ انجیل عیسیٰ علیہ السلام جو متداول و مروج ہے وہ ان سب احکام سے خالی ہے بلکہ تورات کے مخالف مثلاً "انجیل متی باب ۵۔ آیت ۳۸ تا آیت ۴۲ میں ہے۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اس کو لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا"

بلکہ پولس رسول نے تو شریعت کی ہی نفی کر دی ہے۔ چنانچہ گلتیوں باب ۳ پر لکھا ہے۔

"کیونکہ جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے وسیلہ سے کوئی شخص خدا کے نزدیک راستباز نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ راستباز ایمان سے جیتا رہے گا اور شریعت کو ایمان سے کچھ

واسطہ نہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ ان کے سبب سے جیتا رہے گا۔ مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا" (آیت ۱۰ تا ۱۳)

اور شریعت و ایمان میں فرق بتاتے ہوئے پولس نے اس طرح کہا۔

"میں تم سے صرف یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے شریعت کے اعمال سے روح کو پایا یا ایمان کے پیغام سے؟ کیا تم ایسے نادان ہو کہ روح کے طور پر شروع کر کے اب جسم کے طور پر پورا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نے اتنی تکلیفیں بے فائدہ اٹھائیں؟"

جب شریعت ہی نعوذ باللہ لعنت ٹھہری اور صرف جسم سے اس کا تعلق ہے نہ کہ روح سے' تو روحانیوں کو اس سے کیا کام۔ اور پھر شریعت رہے اور اس پر عمل کی پابندی برقرار رہے تو حضرت عیسیٰ کا سولی پر چڑھنا ہی بے کار جائے گا لہٰذا امور تشریعی میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں مماثلت کا نہ پایا جانا روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گیا۔

د۔ رہا انجام کار اور عاقبت کا معاملہ 'تو نعوذ باللہ بقول پولس رسول حضرت مسیح سولی پر چڑھ کر لعنتی بن گئے۔ ملاحظہ ہو گلتیوں باب ۳۔ ۱۳" مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"

جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ اپنی امت کا کفارہ بنے نہ سولی پر چڑھے اور نہ ہی لعنتی ہوئے اور ظاہر ہے لعنتی کا مقام جہنم ہے تو عقیدہ اہل تثلیث کے مطابق العیاذ باللہ راہ دیکھیں؟ اور کیا یہ امر عجیب نہیں ہو گا کہ یسوع سے کہیں کہ آنے والا یہی ہے اور اپنے آپ کو اس وقت تک بھی تسلی نہ ہوئی جبکہ قید میں ڈالے جا چکے تھے۔

الغرض اگر یوحنا کی یہ بات درست ہے تو انجیل متی ص ۱۴ اور لوقا ص ۵۹ کی غلط ہے اور وہ صحیح ہے تو یہ غلط اور جب تینوں آسمانی کتابیں ہیں اور ان میں اس طرح کا تعارض ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ذات بھی مورد الزام ٹھہرے گی۔ اور حضرت عیسیٰ صاحب انجیل کی بھی اور یہ لوگ بھی جو ان کتابوں کے لکھنے والے یعنی حواری اور اگر یہ سوال عوام کی تسلی اور اطمینان کے لئے کرتے تو عوام کے مجمع میں کرتے نہ کہ جیل میں ہوتے ہوئے صرف دو شاگردوں کو بھیج کر سوال فرماتے۔ کیونکہ اب آپ کے ماننے والے اور آپ کی بات پر اعتماد کرنے والے تو آپ کے پاس موجود ہی نہیں تھے۔ لہٰذا یہ مقصد جیل سے باہر ہوتے ہوئے جس طرح پورا ہو سکتا تھا اب تو اس طرح پورا نہیں ہو سکتا تھا لہٰذا تکلف کی کیا ضرورت تھی؟

الغرض یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اس بشارت کا مصداق صرف شہ لولاک علیہ افضل الصلوات ہی ہیں۔

چلو ہم وقتی طور پر تسلیم کر بھی لیں کہ اس کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن جب بقول حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کا مقام ان سے اتنا بلند ہے کہ آپ جھک کر ان کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق نہیں اور وہ بلند شان ہستی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق فرمائیں کہ جو میرے بعد آتے ہیں دنیا کے سردار وہ ہیں اور مجھ میں ان کے کمالات و خصائص کا ادنیٰ سا نمونہ بھی نہیں ہے تو اس سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت مزید کھل کر سامنے آجائے گی۔

بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کلیم اللہ علیہ السلام کی مثل نبی کی بشارت

۱۔ یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا خدا تعالیٰ تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا (اعمال ص ۱۱۳)

۲۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا۔ وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے تم نبیوں کی اولاد اور اس عہد کے شریک ہو جو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا۔ جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ (اعمال ص ۱۱۰)

۳۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثناء ص ۱۸۴)

ہمارے نزدیک اس خوشخبری اور بشارت کا مصداق صرف اور صرف نبی امی رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جبکہ عیسائی صاحبان اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیشینگوئی حضرت عیسیٰ جہنمی ہوئے جبکہ حضرت کلیم اللہ اس سے محفوظ و مامون۔

۵۔ اسی طرح عنداللہ قرب و منزلت کے لحاظ سے بھی مماثلت کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ استثناء باب ۳۴۔ ۱۰۔ ۱۱ پر تصریح موجود ہے۔

"اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خدا آمنے سامنے آشنائی کرتا"

پرانا و نیا عہد نامہ ۱۸۹۵ء اور مطبوعہ ۱۹۷۲ء کے الفاظ یہ ہیں

"اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا۔"

اگر استثناء کی یہ عبارت درست ہے تو دعویٰ مماثلت کا مرتبت و تقرب میں باطل اور مماثلت کا دعویٰ سچا ہے تو آسمانی کتاب کی یہ آیت غلط، کتاب غیر معتبر ہو جائے تو بھی مذہب کا صفایا اور مماثلت کا دعویٰ باطل ہو جائے تو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقانیت رسالت واضح۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے دریافت کرنے پر تورات پڑھنے کی تلقین فرما دیتے تھے یا فقیہوں اور فریسیوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتے تھے۔

انجیل لوقا باب ۱۰۔ ۲۵ میں ہے

"اور دیکھو ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا مالک بنوں۔ اس نے اس سے کہا تورات میں کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے

سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا یہی کر تو تو جئے گا" انجیل متی باب ۲۳ پر یوں مرقوم ہے

"اس وقت یسوع نے بھیڑ اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ احکام میں تورات کے تابع تھے لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کی مانند مستقل صاحب شرع نہ ہوئے ۔ بلکہ ان کی کتاب کے مبلغ لہٰذا مماثلت ختم ہو گئی۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے لئے صرف مبلغ نہیں تھے بلکہ ان میں احکام اور حدود و تعزیرات نافذ کرنے والے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف تبلیغ پر اکتفا فرمانے والے تھے۔ لہٰذا ان کی منصب کو محض خانقاہی ماحول کی مثل قرار دیا جا سکتا ہے۔ حاکم شرعی اور سلطنت خداوندی کے نائب نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان کا ذاتی مسکن اور مکان ہی نہیں تھا ۔ ملک و تخت تو بہت دور کی بات ہے پھر ان کی جس کس مپرسی کی حالت میں سولی پر چڑھایا گیا اور جو سلوک یہود و کفار نے ان کے ساتھ کیا اس کے ہوتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مماثلت کا دعویٰ کیونکر کیا جا سکتا ہے؟

انجیل لوقا باب ۲۲۔ ۶۴ پر یوں مرقوم ہے۔

"اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھوں سے اڑاتے تھے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے پوچھتے تھے 'نبوت سے بتا' تجھے کس نے مارا اور انہوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اس کے خلاف کہیں" اور انجیل متی باب ۲۷ پر یوں مرقوم ہے۔

"اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ کو اس پر سے اتار کر پھر اس کے کپڑے اس کو پہنا دیے اور مصلوب کرنے کو لے گئے (اور جب مصلوب کر چکے تو) راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے تین دن میں اس کو بنانے والے! اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب سے اتر آ (تا) اور تیسرے پہر کے وقت یسوع نے بڑی آواز سے چلا چلا کر کہا "ایلی ایلی لما سبقتنی" یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مماثل کون تسلیم کرے گا۔ جو فرعونی قوت سے ٹکرا گئے اور تمام بنی اسرائیل کو اس کی سختیوں سے نجات دلا کر اس کے آبائی وطن میں واپس لائے اور انہیں ایک ملک عطا کر کے عزت و آبرو کی زندگی بخشی۔

اگر ان تمام امور میں کوئی ہستی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مماثل نظر آتی ہے تو وہ صرف اور صرف رسول معظم صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم ہیں جن کی مستقل شریعت ہے اس میں تحریم و تحلیل اور حدود و قصاص اور تعزیرات کا بیان ہے اور آپ کو ان کے نفاذ کا مکمل اختیار حاصل ہے ملک عرب کی حکومت و سلطنت بھی آپ کے قدموں میں تھی۔ اور آپ کے غلاموں نے تو قیصرو کسریٰ کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے آپ کے کلمہ کو بلند کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ کی طاغوتی طاقتوں کو نیست و نابود کیا بلکہ قیصرو کسریٰ کو بھی صاف کہہ دیا۔ "اسلم تسلم" حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو دنیا و آخرت میں محفوظ رہو گے ورنہ نیست و نابود ہو جاؤ گے۔ اور جس طرح فرمایا اسی طرح ہو گیا اور وہ اس حق گوئی پر آپ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کر سکے۔

الغرض ان امور میں اور ان کے علاوہ بیسیوں امور میں آپ میں اور حضرت کلیمؑ میں مماثلت موجود ہے۔

۱۔ آپ نے جہاد کیا اور حضرت کلیمؑ نے بھی جہاد کیا

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی مدین کی طرف ہجرت کی اور بعد ازاں مصر سے ملک کنعان کی طرف منتقل ہوئے اور وہاں اپنے دین کی مکمل تعلیم دی اور اس کا نفاذ کیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سر عرش اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور دیدار کا شرف حاصل ہوا اور حضرت موسیٰ کو سر طور ہمکلامی تجلی دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے چاند کو انگلی کے اشارے سے دولخت کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر بحیرہ قلزم کو دو حصے کر دیا۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے رواں فرمائے اور حضرت کلیمؑ نے پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کئے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مہر نبوت اور نشان رسالت آپ کے دو کندھوں کے درمیان تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نشان نبوت ان کا ید بیضاء تھا۔

۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کعبہ مبارکہ میں سے اور دوسرے مقامات سے بتوں کو مٹایا اور بت پرستی کا خاتمہ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے بچھڑے کو نیست و نابود کر کے بنی اسرائیل سے بت پرستی کا صفایا کیا۔
رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی مشرکین کو قتل کر کے ان کی کمر توڑی اور حضرت کلیم نے بھی انہیں قتل کرا کر

۸۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانشین فرمانروا ہوئے اور دین اسلام کی توسیع اور دار الاسلام کی وسعت اور پھیلاؤ کا موجب اور قیصرو کسریٰ جیسے عظیم فرمانرواؤں کی شکست اور بربادی کا موجب بنے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یوشع فرمانروا ہوئے اور جبارین کی شکست و ریخت کا موجب بنے جس کا بیان صداقت نشان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بصراحت موجود ہے۔

" وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا"

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی اور ان کے لئے اس دین کو مستحکم کرے گا۔ جو ان کے لئے پسند کیا اور ضرور بالضرور ان کو خوف کے بعد امن عطا کرے گا۔

انہی مماثلات اور مناسبات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تمہارا نگران اور گواہ ہے جیسے کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو)

لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت نے اس پیشنگوئی کا وقوع بیان کر دیا جس کا صدیوں سے پورا ہونے کا انتظار تھا۔

بنی اسرائیل کے بھائی کون؟

استثناء اور اعمال میں مذکور اس پیشنگوئی کے الفاظ میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لئے مژدہ نہیں سنایا گیا ورنہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ میں بنی اسرائیل میں سے ایک نبی تیری مانند پیدا کروں گا مگر اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ایک نبی تیری مثل پیدا کروں گا۔ اور ظاہر ہے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل حضرت موسیٰ اور اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہیں لہٰذا ان کے بھائی ان کے علاوہ ہوں گے نہ کہ وہ خود۔ اور یہ خود ظاہر ہے کہ بنی اسماعیل ان کے بھائی ہیں اور یہی محاورہ عہد قدیم میں بھی مستعمل ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پیدائش باب ۱۶۔ ۱۱ میں مرقوم ہے اور یاد رہے کہ پیدائش تورات کا پہلا حصہ ہے اور استثنا آخری' لہٰذا تورات کی تفسیر تورات سے ہو جائے گی۔

"خداوند کے فرشتہ نے اس (ہاجرہ) سے کہا تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔

پیدائش باب ۲۵۔ ۱۷ پر اس طرح مرقوم ہے۔

"اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ سب لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے"

لہٰذا واضح ہو گیا کہ یہ پیشنگوئی بنی اسرائیل کے کسی پیغمبر کے لئے نہیں بلکہ بنی اسماعیل کے اس چشم و چراغ کے لئے ہے جس نے پوری دنیا کو نور اسلام سے منور کر دکھلایا۔ "تیری نسل کے وسیلہ سے دنیا کی سب قومیں برکت پائیں گی۔ (پیدائش باب ۲۲۔ ۱۸)

ازالۂ شبہ

یہ بجا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے علاوہ بھی حضرت اسحاق کی اولاد تھی اور وہ بھی بنی اسرائیل کے بھائی کہلا سکتے تھے لیکن بنی **عیسو** وغیرہ کوئی نبی ایسا نہ ہوا اور نہ ہی یہود و نصاریٰ میں سے کسی نے ان کے مراد ہونے کا قول کیا۔ یہود نے اس مژدہ کا مصداق حضرت یوشع کو قرار دیا اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو 'لہٰذا دونوں کے اجماع سے بنی **عیسو** کا مراد ہونا باطل اور ہمارے پیش کردہ وجوہ اور دلائل سے ان دونوں فریق کا دعویٰ بھی باطل اور قول حق واضح ہو چکا کہ اس کا مصداق نبی امی رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

خدا کا کلام کس نبی کے منہ میں تھا؟

استثناء کی پیشنگوئی میں یہ تصریح موجود ہے کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس کو حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کلام پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والے اللہ تعالیٰ کے کلام سے مختلف ہوگا ورنہ اس کو بطور خاص ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ جبکہ ہر نبی پر اللہ تعالیٰ کا کلام کتابی صورت میں یا بطور الہام وغیرہ نازل ہوتا ہی رہا ہے اور اختلاف امتیاز کی صورت یہی ہوگی کہ وہ کلام ایسا معجز اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہوگا کہ مخلوق اس کی مثل لانے سے عاجز اور قاصر ہوگی۔ اور جس کے منہ سے وہ کلام ظاہر ہوگا لوگ یقین سے کہہ سکیں گے کہ یہ کلام اس شخص کا اپنا نہیں ہو سکتا ورنہ ہم اس کے مقابلہ و معاوضہ سے عاجز و قاصر نہ ہوتے۔ نیز جب اس کلام کو اللہ تعالیٰ اپنا کلام کہہ رہا ہے تو پھر اس میں دوام و ابدیت ہونی ضروری ہے اور اس کا تغیر و تبدل اور لوگوں کی تحریف و تغییر سے محفوظ ہونا لازمی ہے۔ علاوہ ازیں جس شخص پر اس کلام اور ان احکام کا نزول ہو اس کا امی ہونا اور مدارس و مکاتب میں تعلیم و تربیت پانے سے بالا تر ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی زندگی کی کتاب ہی اس کے اس منصب خداداد کی گواہ ہو جائے اور ہر شخص وہ کلام سنتے ہی یہ فیصلہ دے دے کہ یہ کلام اس شخص کا اپنا نہیں۔

اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو صرف نبی اکرم رسول اللہ معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی اس پیشنگوئی کے مصداق بن سکتے ہیں کیونکہ آپ کی زبان اقدس سے نکلنے والا کلام اس قدر فصیح و بلیغ اور اعجاز نشان تھا کہ فصحاء عرب اور بلغاء قحطان باوجود شدید ترین مخالفت و معاندت کے پورے قرآن یا اس کی دس طویل سورتوں کی مثل لانے پر تو کب قادر ہو سکتے تھے جبکہ وہ ایک مختصر ترین سورہ کی مثل لانے پر قادر نہ ہو سکے۔ حالانکہ انہیں ہر طرح غیرت اور جوش دلانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی گئی تھی۔ انہیں اجتماعی کوشش کر دیکھنے کا حکم دینے کے ساتھ اپنے معبودات اور تمام معاون و مددگاروں کو بلانے کا حکم بھی دیا گیا۔

"فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"

اور مختصر ترین سورت کی مثل بھی نہ لا سکنے کا پیشگی دعویٰ کر کے ان کو پوری جدوجہد اور قوت و طاقت 'استعدادات و صلاحیات استعمال کرنے پر اکسایا گیا۔

"فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا"

اور اس عجز و ناتوانی کے باوجود کفر و انکار پر ڈٹے رہنے کی صورت میں دوزخ کی آگ میں داخل ہونے کی وعید و تہدید بھی سنائی گئی لیکن وہ آپ کے ساتھ حروف و کلمات میں مقابلہ کی بجائے تلواروں اور نیزوں کے ساتھ محاربہ پر کمربستہ ہو گئے اس سے بڑھ کر کیا دلیل مطلوب ہو گی اس کلام کے کلام خدا ہونے پر کہ ایک طرف ایک فرد اور وہ بھی امی اور دوسری طرف انتہائی مشاق اور تربیت یافتہ فصحاء نلدار اور بلغاء روزگار لیکن

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے کوئی سمجھے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اور یہ اعجاز کسی دوسری آسمانی کتاب اور الہامی کلام میں نہیں ہے

امر ثانی کو دیکھو تو ہر آسمانی کتاب میں تحریف و نسخ اور تغییر و تبدیل موجود ہے مگر صرف کلام مجید ہے جو تمام تر باطل قوتوں کی سعی و کوشش اور جدوجہد کے باوجود مکمل طور پر محفوظ ہے اور اس کے اندر زیر و زبر کا بھی فرق نہیں آیا اور نہ آسکتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض دنیا سے تمام نسخے معدوم بھی ہو جائیں تو بلا کم و کاست فوراً "حفاظ کرام اس کو از سر نو لکھوا سکتے ہیں اور امر ثالث کا تو اثبات محتاج دلیل ہی نہیں ہے۔ دنیا کا ہر فرد جانتا ہے کہ عرب کا یہ تاجدار کس طرح یتیمی اور مسکنت کے ادوار سے گزرا اور جس علاقہ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ وہ پورا علاقہ اور ساری قوم ہی تعلیم و تعلم سے کوسوں دور تھی اور زمانے بھر میں امت امیہ کے لقب سے ہی معروف تھی لہٰذا اس مژدہ اور بشارت اور پیشینگوئی کا مصداق ہیں تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جن کی اس شان کو علی الاعلان اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوحٰى"

اور ہزاروں نکتہ چینیوں کے ہوتے ہوئے کبھی کسی امر میں اس دعویٰ کو غلط ثابت نہ کیا جا سکا اور ہر سوال کا جواب عین واقع کے مطابق ملا اور پرکھنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ (انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین) الحمد للہ علیٰ ذلک

کس نبی کی بات نہ سننے والوں کو کاٹ ڈالا گیا؟

استثناء میں آنے والے نبی کے متعلق فرمایا کہ۔

"جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرے نام سے کہے گا' نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا"

اور اعمال باب ۳۔ ۲۳ میں اس طرح مرقوم ہے کہ۔

"اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہیں سنے گا وہ امت سے نیست و نابود کر دیا جائے گا"

ظاہر ہے کہ حساب لینے کا جو تذکرہ استثناء میں کیا گیا تھا اعمال میں اس کی صورت بیان کر دی گئی کہ یہاں حساب سے مراد اخروی حساب نہیں وہ تو ہر نبی کے منکرین سے لیا ہی جاتا ہے۔ پھر اس نبی کی خصوصیت کیا رہے گی۔ بلکہ دنیا کا حساب مراد ہے یعنی ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس نبی کی موجودگی میں ان کے مخالفین کو نیست و نابود نہ کیا جائے تو اس کا دل ٹھنڈا نہیں ہو گا لہٰذا یہاں اسی حساب کو بیان کیا گیا ہے جو دنیا میں ان کی تباہی و بربادی کے ذریعے لیا جائے گا۔ اور جلد از جلد ورنہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا و دیگر انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنے والے بھی بالآخر انتقام کا نشانہ تو بن ہی گئے تھے۔ پھر وجہ تخصیص کیا رہی۔ لہٰذا یہ لازم ٹھہرا کہ مخالفین و منکرین کو اس نبی کے سامنے تباہ و برباد کیا جائے۔

آیئے اس پس منظر میں بھی اس پیشینگوئی کو دیکھیں تو اس کا مصداق صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں جن کے مخالفین قریش مکہ اور یہود بنو نضیر و بنو قریظہ اور اہل خیبر کچل کر رکھ دیئے گئے اور تمام قبائل عرب کو آپ کے آستان عرش نشان پر جبہ فرسائی کے علاوہ کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بقول نصاریٰ یہ ہے کہ انہیں انتہائی کسمپرسی کے عالم میں مخالفین نے طعن و تشنیع اور مزاح و استہزاء کا نشانہ بنانے کے بعد سولی پر لٹکا دیا اور بالآخر وہ یہ کہتے ہوئے سنے گئے۔ "ایلی ایلی لماشبقتنی" (انجیل متی باب ۲۶۔ ۴۶) الوھی الوھی لماشبقتنی (انجیل مرقس باب ۱۵۔ ۳۴)

جس کا ترجمہ ہے "اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" بلکہ انہوں نے خود پہلے سے اپنی اس ہتک اور بے آبروئی کا مفصل تذکرہ حواریوں سے کر دیا تھا۔ (ملاحظہ ہو انجیل لوقا باب ۱۸۔ ۳۱)

"پھر اس نے ان بارہ کو ساتھ لے کر ان سے کہا کہ دیکھو ہم یروشلم کو جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں۔ ابن آدم (حضرت عیسیٰ) کے حق میں پوری ہوں گی کیونکہ وہ غیر قوموں والوں کے حوالے کیا جائے گا اور لوگ اس کو ٹھٹھوں میں اڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اس پر تھوکیں گے اور اس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور تیسرے دن جی اٹھے گا لیکن انہوں نے ان میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول ان پر پوشیدہ رہا"

لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مخالفین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوری طور پر کوئی کارروائی نہ ہوئی بلکہ حواری بھی اسی تشدد کا نشانہ بنتے رہے۔ لہٰذا اس پیشینگوئی کا مصداق حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیونکر بنایا جا سکتا ہے۔

ازالۂ شبہ

ممکن ہے کہ عیسائی لوگ کہیں کہ یہ پیشینگوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ ظہور سے متعلق ہے اور اس وقت ان کا غلبہ اور تسلط اہل اسلام کو بھی مسلم ہے تو یہ توجیہہ و تاویل لغو اور بے سود ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے وقت اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں جب پہلے ظہور کا یہ انجام ہوا تو اس نے لوگوں کو یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ یہ یہی وہ نہیں ہیں ورنہ ان کا یہ حشر نہ ہوتا لہٰذا دوسرے نزول و ظہور کا انتظار کسی بہتر نتیجہ کا حامل کیسے ہو سکتا ہے؟

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

رہ گیا اہل اسلام کا ان کے نزول اور ان کے غلبہ کو تسلیم کرنا تو وہ محمد کریم علیہ الصلوٰت والتسلیم کے دین برحق کے خادم کی حیثیت سے نزول ہو گا اور آپ کے لخت جگر نور نظر حضرت مہدی علیہ السلام ان کے لئے فضا ساز گار کریں گے اور حضور کی امت آپ کی معاون و مددگار ہو گی۔ گویا یہ غلبہ ان کو نبی الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰت کی برکت اور نگاہ کرم سے حاصل ہو گا۔ تو پھر اس پیشینگوئی کے مصداق بھی وہی ہوں گے جن کی بدولت حضرت عیسیٰ کو یہ شرف حاصل ہو گا۔ کیا یہ ظلم عظیم نہ ہو گا کہ ظلی کو مصداق تسلیم کیا جائے اور سرچشمہ عزت و کرامت کو نظر انداز کر دیا جائے۔ واللہ و رسولہ اعلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سلطنت کا بیان بزبان حضرت دانیال علیہ السلام

سابقہ پیشینگوئی میں اس نبی کی بات نہ سننے اور نہ ماننے والے کا انجام آپ کو معلوم ہو چکا تو اسی مناسبت سے ہم عہد قدیم و جدید کی کتابوں سے نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کی امت کی حکومت و سلطنت سے متعلق بشارات بیان کئے دیتے ہیں اور مخالفین و معاندین کے تہس نہس کر دینے کا بیان تاکہ ہماری سابقہ تحریر کی تائید و تصدیق ہو جائے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ (دانی ایل باب ۲-۱ تا ۳)

"بخت نصر بادشاہ (بنوکدنضر) نے اپنی سلطنت کے دوسرے سال میں ایسے خواب دیکھے جن سے اس کا دل گھبرا گیا اور اس کی نیند جاتی رہی۔ تب بادشاہ نے حکم دیا کہ نجومیوں اور جادوگروں اور کسدیوں کو بلائیں کہ بادشاہ کی خواب اسے بتائیں"

(لیکن جب وہ خواب اور اس کی تعبیر بتلانے سے عاجز آگئے تھے تو حضرت دانیال علیہ السلام کو بلایا گیا آپ نے وہ خواب بھی بتلا دیا اور اس کی حتمی اور یقینی تعبیر بھی چنانچہ آپ نے فرمایا)

"اے بادشاہ! تو اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا خیال کرنے لگا کہ آئندہ کو کیا ہونے والا ہے۔ سو وہ جو رازوں کا کھولنے والا ہے تجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ کیا کچھ ہو گا۔ اے بادشاہ تو نے ایک مورت دیکھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے تھے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی

کھلیان کے بھوسے کی مانند ہوئے اور ہوا ان کو اڑا لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ بھی نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین پر پھیل گیا" وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں

"وہ سونے کا سر تو ہی ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہو گی جو تجھ سے چھوٹی ہو گی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی۔ اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند ہے مضبوط ہو گی...(تا) اور جو تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی مٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہو گا...(تا) اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو گی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی...(تا) یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔ (دانی ایل باب ۲۔ ا تا ۲۔ ۴۵)

اس خواب کی تعبیر میں جیسے کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے بتلایا' پہلی سلطنت سے مراد بوکد نضو یعنی خود بخت نصر کی سلطنت ہے اور دوسری سلطنت سے مراد مادین کا تسلط ہے جو کہ بخت نصر کے بیٹے بیشنصو کے قتل کے بعد دارا لوی کے ہاتھوں میں آگیا جیسے کہ دانی ایل باب ۵ میں تصریح موجود ہے۔

لیکن اس کی سلطنت بخت نصر کی سلطنت کی نسبت ضعیف اور کمزور تھی۔ اس کے بعد تیسری سلطنت سے مراد خورس فارسی کی سلطنت ہے جو قسیسین کے نزدیک کی خسرو کے لقب سے ملقب ہے۔ اس کی سلطنت میں دریائے سندھ سے لے کر دریائے نیل تک کے علاقے شامل تھے۔ حتیٰ کہ اس نے بخت نصر کے پایہ تخت اور دارالسلطنت بابل کو بھی فتح کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ اور اس طرح مادی و فارسی سلطنتیں ایک ہی حکمران کے ہاتھ میں آگئیں۔ (تاریخ بائبل ص ۴۳)

اور چوتھی سلطنت جو لوہے کی مانند مضبوط تھی اس سے مراد سکندر رومی کی سلطنت ہے جس نے دیار فارس پر قبضہ جمالیا اور اپنے راستے میں حائل ہر رکاوٹ کو توڑ کر رکھ دیا اور یہی دانی ایل کے اس خواب کی تعبیر ہے جس میں انہوں نے دریائے اولائی کے مشرق میں ایک مینڈھا کھڑا دیکھا جو مغرب اور شمال و جنوب میں اپنے دونوں سینگ مار رہا تھا اور ہر چیز اس کے مقابلہ سے عاجز آگئی اور اسی دوران مغرب سے ایک بکرا نمودار ہوا جس نے اپنے زوردار سینگ سے اس مینڈھے کے دونوں سینگ توڑ ڈالے اور اس کو زمین پر پٹھک دیا اور لتاڑا اور کوئی اس کو بکرے سے چھڑا نہ سکا بعد ازاں ان کو اس کی تعبیر بتلاتے ہوئے کہا گیا کہ مینڈھے کے دو سینگ مادی اور فارسی سلطنت کی طرف اشارہ ہیں اور مغرب سے آکر ان سینگوں کو توڑنے اور مینڈھے کو لتاڑنے والا یونان کا بادشاہ ہے جس کی تفصیل دانی ایل باب ۸، ۹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اور تاریخ بائبل از ڈاکٹر ولیم ملکی صاحب ص ۴۴۷۔ ۴۴۹ پر بھی سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کی سلطنت تقسیم ہو گئی جس طرح کہ دانی ایل کے خواب میں ہے کہ بکرے کا سینگ ٹوٹ گیا اور اس کی جگہ چار اور سینگ آسمان کی چار ہواؤں کی طرف پیدا ہوئے یعنی اس کی وسیع سلطنت انجام کار اس کے چار سپہ سالاروں میں منقسم ہوئی جس کے نام یہ ہیں طالی۔ لسیمکس۔ کسند اور سلیوکس۔ مصر طالی کے حصے میں آیا اور فلسطین بھی رفتہ رفتہ اسی کے حصے میں شامل

ہو گیا۔ (تاریخ بائبل ص ۳۵۱)
اور بالآخر سکندر اعظم کے مفتوحات دو حصوں میں تقسیم ہو کر رومی اور فارسی سلطنت بن گئے اور فلسطین و یروشلم ہرقل رومی کے زیر تسلط تھا جس پر وقتی طور پر فارسی غالب نظر آئے مگر کلام مجید کی پیشنگوئی کے مطابق
"غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ"
یروشلم پر رومیوں کا قبضہ پھر بحال ہو گیا۔ اور اسی دوران عرب شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سلطنت قائم ہو گئی۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک اعجاز تھا اور ظاہری اسباب کا اس میں مطلقاً" دخل نہیں تھا اور یہ سلطنت قیصرو کسریٰ کی سلطنتوں (جو کہ بخت نصر کی مورت کی ٹانگیں اور پنجے تھے) کے مقابل ایک چھوٹے سے پتھر کی مانند تھی مگر اس پتھر نے ان کو اس طرح تہس نہس کیا کہ کسریٰ کا نام ونشان مٹ گیا اور قیصر رومی ہرقل بھی شکست پر شکست کھاتا ہوا دور دراز علاقوں میں محصور ہو کر رہ گیا اور سلطنت اسلام دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل تسخیر پہاڑ بن گئی۔
اور صدیوں سے ان علاقوں میں اہل اسلام کا ہی تسلط ہے اور ہر وقت
اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ
کی صدائیں ان علاقوں میں آسمانی بادشاہت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور معبودات باطلہ یعنی اصنام و اوثان اور صلیب و آتش پرستی کا صفایا کر دیا گیا۔ اور اللہ وحدہ لاشریک کی بادشاہت کا اقرار و اعتراف کرایا ہوگا اور اسی کی عبادت و پرستش کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور انشاء اللہ العزیز تاقیام قیامت اسی طرح رہے گا۔ اگر وقتی طور پر کچھ ضعف آیا بھی تو وہ بالآخر امام مہدی علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے دور ہو جائے گا۔ جیسے کہ دانی ایل کو بتایا گیا تمام آسمان کے نیچے سب ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائے گی اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے اور تمام مملکتیں اس کی خدمت گزار اور فرمانبردار ہوں گی۔ (باب ۸۔ ۲۷)

کیا اس سلطنت کے مالک مسیح ہیں؟

عیسائی صاحبان کا اس بادشاہی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بادشاہت قرار دینا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے اور سورج کو دوپہر کے وقت اپنی ہتھیلی سے ڈھانپنے کے مترادف ہے بھلا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو رہائش کے لئے مکان بھی میسر نہیں تھا؟
جیسے کہ خود فرماتے ہیں۔
"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" (متی باب ۸۔ ۲۱)
علاوہ ازیں یہاں ایک ظاہری سلطنت اور حکومت کی بات ہو رہی ہے جیسے کہ بخت نصر اور پچھلے بادشاہوں کو حاصل ہوئی لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا کہ میری سلطنت ظاہر میں نہیں ہوگی۔

"جب فریسیوں نے اس سے پوچھا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو اس نے جواب میں ان سے کہا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے وہاں ہے دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔ (انجیل لوقا باب ۱۷۔ ۲۰)

لہذا حتمی اور قطعی طور پر ثابت ہوا کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی ذکر کردہ آسمانی بادشاہت اور خدائی سلطنت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

یسعیاہ پیغمبر کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اور سلطنت اسلام کی بشارت

یسعیاہ باب ۴۲۔ ۱ تا ۱۷ میں مرقوم ہے۔

"دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا وہ نہ چلائے گا نہ شور کرے گا اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہیں توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہیں بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہو گا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے میں خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا (ان کو نور مہیا کرنے کے لئے تجھے بھیجوں گا) کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔

اے سمندر پر گزرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو اور اس کے باشندو خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ زمین پر سرتا سر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھلائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا میں بہت مدت سے چپ رہا میں خاموش ہو رہا اور ضبط کرتا رہا پر اب میں.... پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا اور ان کے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا اور ان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا اور تالابوں کو سکھا دوں گا.... میں ان سے یہ سلوک کروں گا اور ان کو ترک نہ کروں گا جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے۔ اور بہت شرمندہ ہوں گے" (یسعیاہ باب ۴۲۔ ۱ تا ۱۷)

معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی ان آیات میں نظر کرنے کے بعد فورا" پکار اٹھے گا کہ یہ صرف اور صرف رسول معظم نبی امی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق بشارات ہیں جن کو اللہ تعالی نے ملائکہ بھیج کر لدا دی اور دشمنوں سے محفوظ فرمایا واللہ یعصمک من الناس

قیدار جو کہ حضرت اسماعیل کے فرزند تھے ان میں کس کی مدح و ثنا میں آوازیں بلند ہوئیں اور مدینہ طیبہ کے پہاڑ سلع

کے قریب بسنے والوں نے کس پر درود و سلام بھیجے اور کس نبی کی کتاب کی تلاوت کی اور کس شریعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور جزیرے کس کی شریعت کے انتظار میں تھے۔ اور کس نے مورتیوں کو نیست و نابود کیا اور کس کی ہیبت و جلالت نے بت پرستوں کو پرے کیا اور شرمندگی و رسوائی سے دوچار کیا اور کس کے نور نے دل کے اندھوں کو روشنائی بخشی۔ وہ صرف اور صرف "قد جاء کم من اللہ و نور" کی شان نورانی والے اور "داعیا" "الی اللہ باذنہ سراجا" "منیرا" کی تنویر والے محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دستگیری اور حفاظت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تو ان کو سولی پر کیسے لٹکایا جاسکتا تھا؟

حبقوق نبی کی بشارت رسول گرامی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اور سلطنت اسلام سے متعلق

حبقوق باب ۳

"خدا تیمن سے آیا اور قدوس کوہ فاران سے اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں۔ اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔ وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے۔ وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی۔ اس نے نگاہ ڈالی اور قومیں پراگندہ ہوگئیں۔ ازلی پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے قدیم ٹیلے جھک گئے۔ اس کی راہیں ازلی ہیں (حبقوق نبی کی دعا باب ۳۔ ۳ تا ۶)

کوہ فاران سے ظاہر ہونے والی ہستی کون ہے بس وہی محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ اور ملائکہ نے اس پر صلوات بھیجی تو اس کا جلال آسمان والوں پر ظاہر ہوا اور جب زمین میں درود و سلام اور کلمہ شہادت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ تو زمین حمد و ثنا مصطفیٰ سے معمور ہو گئی۔ اس کے نور نے سارے جہان کو روشن کیا۔ ان کا ہاتھ ید اللہ تھا اور قدرت خداوندی کا مظہر جس کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت تھی۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور جس کا مارنا اللہ تعالیٰ کا مارنا تھا کہ بدر و حنین میں ایک ایک مٹھی مٹی کی پھینکی تو کفار دم دبا کر بھاگ گئے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

جس کے میلاد سے ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا اور شباب نبوت پر اس کی اور قیصر کی زمین کانپ اٹھی اور بظاہر ناقابل تسخیر قوتیں اور سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں۔ اور اتنے بڑے بڑے پہاڑ پارہ پارہ ہو گئے اور اس قدر جھک گئے کہ آج تک سیدھے نہ ہو سکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق

اے بنت صیون! تو نہایت شادمان ہو، اے دختر یروشلم! خوب للکار کیونکہ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق

ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے وہ حلیم ہے اور جوان گدھے پر سوار ہے اور میں افرئیم سے رتھ اور یروشلم سے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائے گی۔ اور وہ قوموں کو صلح کا مژدہ دے گا اور اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے انتہائے زمین تک ہوگی (زکریا۔ باب ۹۔ ۱۰۹۹)

حضرت زکریا علیہ السلام کے اس مژدہ کا مصداق بھی سوائے رسول معظم نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت زکریا کی اس شہادت کے بعد ان کے لخت جگر یحییٰ علیہ السلام کو نبوت ملی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اور سلطنت ظاہری ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ بلکہ حضرت یحییٰ بھی محض مبلغ اور مصلح تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اول الذکر کو بھی قید میں رکھ کر بعد ازاں ہیرودیس نے شہید کرا دیا اور بقول انصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مصلوب ہوئے اور انتہائی بیدردی کے ساتھ نہ انہوں نے افرئیم سے رتھ ختم کئے اور نہ یروشلم سے گھوڑے۔ نہ ان کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور نہ فرات سے انتہائی زمین تک پھیلی۔ اگر کسی ہستی کی آمد سے انقلاب آیا اور یروشلم بغیر کسی لڑائی کے فتح ہوا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

شبہ کا ازالہ

گدھے پر سوار ہونے کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشہور ہیں لہٰذا وہی مراد ہوں گے لیکن صرف اس سواری کو دیکھنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ سارا سیاق و سباق دیکھنا چاہئے اور جس طرح کہ بیان ہو چکا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا سیاق و سباق سچا نہیں آتا۔ گدھے پر سواری کا یہاں بیان کرنا دلیل حلم اور تواضع کے طور پر ہے اور اس کے لئے ہمیشہ گدھے پر سوار ہونا ضروری نہیں۔ صرف بعض دفعہ سوار ہونا کافی ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کو بھی سواری کا شرف بخشا جس طرح اونٹنیوں، گھوڑوں اور خچروں کو۔ لہٰذا اس کو قطعاً" اس دعویٰ کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا کہ اس پیشینگوئی سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے جنہوں نے خود فرمادیا کہ میرے لئے سر دھرنے کی جگہ بھی نہیں ہے اور میری بادشاہی ظاہری طور پر نہیں ہوگی۔ کہ لوگ کہہ سکیں یہاں ہے یا وہاں۔ جس طرح ذکر ہو چکا ہے۔

آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی

"حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی یہی اعلان کیا کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ اعلان فرمایا" انجیل متی باب ۳

"ان دنوں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے یہ وہی "یوحنا" ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی معرفت ہوا کہ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ"

لیکن اگر ان کا مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اعلان کرنا تھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہ لفظ استعمال نہ

کرتے بلکہ اس طرح کہتے کہ جس بادشاہت کی خبر تمہیں حضرت یحیٰی نے دی ہے وہ میری بادشاہت ہے۔ حالانکہ خود انہوں نے بھی اس بادشاہت کی خوشخبری اس انداز میں سنائی۔ ملاحظہ ہو انجیل متی باب ۴

"جب اس (عیسیٰ علیہ السلام) نے سنا کہ یوحنا پکڑوا دیا گیا ہے تو گلیل کو روانہ ہوا اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرنحوم میں جابسا..... اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے..... اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا اور لوگوں کی ہر طرح بیماری ہر طرح کی کمزوری دور کرتا انتہی

تو اس سے بلاشک و شبہ یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ دونوں مقدس پیغمبر کسی دوسری ہستی کی تشریف آوری کا مژدہ لوگوں کو سناتے رہے اور ان کے لئے فضا سازگار کرتے رہے اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر بھی بہت مناسب ہو گا جو آپ نے شاگردوں کو سکھلائی اور لوگوں کے عام طور طریقہ سے ہٹ کر بلکہ یچ کر دعا کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ انجیل متی باب ۶

"پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی پوری ہو" (باب ۶ آیت ۹ تا ۱۰)

بلکہ جب آپ نے اپنے حواریوں کو بلاد اسرائیل میں دعوت و ارشاد اور وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا تو ان کو جو وصیت فرمائی اس میں غور کرلینا ضروری ہے تاکہ آسمانی بادشاہت کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے۔

"ان بارہ (رسولوں) کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے" (انجیل متی ۱۰۔۵۔۶)

حضرت مسیح علیہ السلام کی سکھلائی ہوئی دعا میں بھی آسمانی بادشاہی کی طلب موجود ہے اور اگر بادشاہی آپ کی ہوتی تو اس کی طلب بے معنی تھی اور جب آپ نے رسولوں کو وعظ اور ارشاد کے لئے بھیجا تو ظاہر ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت معروف و مشہور ہو چکی تھی۔ اور اس کا حلقہ اثر بھی کافی وسیع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی رسولوں کو یہی حکم دیا کہ آسمان کی بادشاہی کے نزدیک آجانے کی منادی کرتے جانا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی وہ بادشاہت قائم نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کا ابھی انتظار تھا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے ستر شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو ان کو بھی اسی طرح منادی کی وصیت کی۔ انجیل لوقا میں ہے

"جب شہر میں تم داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آپہنچی ہے لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو اس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے۔ تمہارے

سامنے جھاڑے دیتے ہیں۔ مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آپہنچی ہے " (لوقا باب ۱۰۔ ۸ تا)

اس عبارت سے بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ ان ستر شاگردوں نے اس بادشاہت کے قریب پہنچنے کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ نے بھی انہیں یہی الفاظ سکھلائے۔ خود ان کی سلطنت مراد ہوتی تو لوگوں کو یہ منادی کرنے کا حکم دیتے کہ آسمان کی بادشاہت ظاہر ہو چکی ہے لہٰذا اس بادشاہت سے مراد وہی بادشاہت ہے جو دانیال علیہ السلام کی تعبیر میں تھی اور حضرت مسیحا کی خوشخبری میں جس نے صحیح معنوں میں توحید خداوند سے لوگوں کو روشناس کرایا اور اس کے احکام کو عملاً" نافذ کر کے لوگوں کو صحیح معنوں میں اس شہنشاہ حقیقی کا بندا اور غلام بنایا۔ اور قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس منادی کو ان کلمات طیبات میں ادا کیا ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَاتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ احْمَد

"کہ میں بنی اسرائیل کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اس کا مژدہ سنانے والا جو میرے بعد آتا ہے جن کا نام نامی اور اسم گرامی احمد ہے"

(نوٹ) اس حقیقت کی مزید توضیح انجیل برنباس کے واضح اور روشن بیانات سے ہوتی ہے

شبہ کا ازالہ

عیسائی لوگ اس کی یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ جس بادشاہت کے قرب کی ان عبارات میں بشارت ہے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد قائم ہونے والی بادشاہت ہے جس میں تمام دنیا پر مسیحیت کا دور دورہ ہو گا لیکن یہ تاویل ضعیف اور خلاف ظاہر و متبادر ہونے کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اپنے اعلان اور بیان کے بھی خلاف ہے

جیسے قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے فریسیوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہیں آئے گی اور لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے کیونکہ دیکھو خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان موجود ہے۔۔۔۔(لوقا باب ۱۷۔ ۲۰)

اگر دوبارہ دنیا پر تشریف لانے کے بعد اس کا قیام مراد ہوتا تو جب فریسیوں نے پوچھا ہی یہی تھا خدا کی بادشاہی کب آئے گی تو آپ کہہ دیتے کہ میرے دوبارہ ظہور پر لہٰذا یہ توجیہ اور تاویل قطعاً" غلط ہے۔

علاوہ ازیں آپ کے دوبارہ دنیا میں تشریف لانے پر مسیحیت کا دور دورہ ہو گا یا اسلام کا۔ وہ تو وقت بتلائے گا۔ فی الحال یہ دعویٰ رجم بالغیب اور تخمینہ و اندازہ کے سوا کچھ نہیں۔ جبکہ اہل اسلام تو آپ کی اس آمد کو اسلامی سلطنت اور بادشاہت کا ہی حصہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ آپ آکر اپنا صحیح مقام واضح کریں گے یعنی عبداللہ اور رسول اللہ ہونا۔ اور الوہیت یا ابن اللہ ہونے سے برات کا اظہار کریں گے اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائیں گے اور آپ کا وہ ظہور ایک خلیفہ اسلام اور خادم نبی آخرالزمان علیہ الصلوات والسلام کی حیثیت سے ہو گا۔

سوال

جب عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی ثابت ہو گیا کہ بادشاہی موجود ہے تو پھر نبی آخرالزمان علیہ السلام کی بشارت کیسے ثابت ہوئی؟ اور اس کی دانیال علیہ السلام کی تعبیر خواب سے کیا تعلق رہا؟

جواب

اگر عیسیٰ علیہ السلام یہ اعلان فرما چکے ہوتے تو ان فریسیوں کو اس سوال کی ضرورت ہی کب پیش آتی کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انتظار میں ہی تھے اور مدت کا تعین کرانا چاہتے تھے۔ اور آپ کا اپنا اعلان 'حواریوں کا اعلان' اور شاگردوں کا اعلان اور ان کی دعائیں اور حضرت یحییٰ کا اعلان 'یہ بھی مستقبل میں بادشاہت کے قائم ہونے پر ہی دلیل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ پھر اس بیان میں اور اس اعلان میں تناقض و تعارض لازم آئے گا تو یہ مصنفین انجیل کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے صرف ایک جگہ نہیں بیسیوں جگہوں میں عہد جدید بلکہ قدیم میں بھی تعارض و تناقض موجود ہیں۔

نیز جب حضرت دانیال اور حضرت یسعیاہ حضرت زکریا حضرت حبقوق کے ارشادات اور انجیل برنباس کے بیسیوں اقتباسات سے محمد عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سلطنت اور بادشاہت کی خوشخبری کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔ تو اس تعارض کو رفع کرنے کی یہی صورت متعین ہو جائے گی کہ ان اعلانات میں نبی امی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے۔ اور یہ قول لوقا صاحب کی ایجاد و اختراع ہے اور ہم نے تو اس کو بطور الزام ذکر کیا ہے لہٰذا اس سے ہمیں الزام دینے کا کیا مطلب؟ (۳)

انجیل یوحن باب اف ۱۹ - ۲۱ میں لکھا ہے کہ -
"اور یوحنا کی گواہی یہ تھی کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہنوں اور لاویوں کو بھیجا کہ اس سے یحییٰ سے پوچھیں تو کون ہے؟ اور اس نے اقرار کیا انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون؟ کیا تو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں - تب انہوں نے اس سے کہا تو کون ہے؟ تاہم کہ انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا کوئی جواب دیں - تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہا جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیاباں میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو درست کرو مگر یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے"
اس بالاذکورہ سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کے بعثت کے زمانہ میں سب یہود اور فریسی ولاوی علماء جو تورات سے بخوبی واقف تھے تورات اور دوسرے آسمانی کتابوں کی تعلیم کے موافق تین پیغمبروں کا انتظار کر رہے تھے ایک مسیح کا دوسرے الیاس کا اور تیسرے ایک وہ نبی کا اقرار یوحن (یحییٰ علیہ السلام) ثابت ہو چکا ہے کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام بیت عبارہ میں جو یردن کے پار ہے لوگوں کو طہارت دینے اور مرید کرنے پر آمادہ ہوئے تو یہودیوں نے یروشلم (بیت المقدس) کے کاہنوں اور لاویوں کو استفسار کے لئے حضرت یحییٰ کے پاس بھیجا کہ یحییٰ سے پوچھیں کہ آپ کون ہیں یحییٰ نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ الیاس ہیں؟ یحییٰ نے فرمایا میں الیاس نہیں ہوں پھر انہوں نے سوال کیا آپ وہ نبی ہیں؟ یحییٰ نے فرمایا وہ نبی نہیں ہوں پھر فریسی اور لاویوں نے کہا بھلا آپ کون ہیں یحییٰ نے فرمایا یسعیاہ نبی کے اشارہ کے برابر ہیں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں جب فریسیوں اور لاویوں نے حضرت یحییٰ سے تینوں نبی ہونے کا انکار سنا تو پوچھا جب آپ مسیح نہیں الیاس نہیں اور وہ نبی نہیں تو طہارت کیوں دیتے ہیں؟
"وہ نبی عربی بائبلوں میں وہ نبی کی جگہ النبی معرف بہ الام العہد لکھا ہے - فارسی بائبلوں میں وہ نبی کے پیغمبر تحریر ہوا ہے قرآن مجید میں بھی خداوند کریم نے متعدد مقاموں میں آنحضرت علیہ الصلوات والسلام کو النبی سے ہی یاد اور خطاب فرمایا مگر خصوصیات کے ساتھ قرآن مجید کی دو سورتیں یا ایھاالنبی سے شروع ہوئی ہیں سورہ (۶۵) طلاق اور سورہ (۶۶) تحریم -
نصاریٰ اس بات کے قائل اور معتقد ہیں کہ مسیح کے بعد خدا نے کسی نبی یا رسول کو نہیں بھیجا اور نہیں بھیجتا یوحن کے بالاذکور کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بعد حضرت عیسیٰ کے دو نبی آنے والے تھے ایک الیاس اور دوسرے وہ نبی -
الیاس کی نسبت خود جناب عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الیاس عیسیٰ کے آگے آچکے ہیں - چنانچہ انجیل متی باب ۱۷ اف ۱۲ میں لکھا ہے "پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا ہے لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائے گا مگر اس دوسرے نبی (وہ نبی) کے آنے کا انجیل میں کہیں ذکر نہیں ہے جس کا ذکر یوحن کے بالاذکور فقروں میں ہوا ہے -
انجیل یوحن کے بالاذکورہ فقروں سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ابھی میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ مسیح کے بعثت کے آگے

یہودیوں میں تین نبی کے آنے کا انتظار تھا ایک عیسیٰ دوسرے الیاس اور تیسرے وہ نبی موجودہ اور مروجہ مجموعہ بائبل یعنی تورات و انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہو گیا کہ نبی عیسیٰ اور الیاس آگئے مگر موجودہ اور مجموعہ بائبل کے مطالعہ سے اس کا پتہ کہیں نہیں ملتا کہ وہ تیسرا نبی۔ وہ نبی کب آیا؟ آیا نہ آیا؟ اس کا نام کیا ہے اور اگر آیا تو کہاں آیا؟ مگر اس تیسرے نبی پہلون وہ نبی کا یوحنا باب ا ف ۱۹ میں جہاں ذکر ہوا ہے اس کو تمام عیسوی علماء بالاتفاق اپنے ریفرنس پہلون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بشارت دادہ پیغمبر پر حوالہ کرتے ہیں جس کا ذکر کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸ میں ہوا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ یوحنا باب ا ف ۱۹ ۔ ۲۸ میں جس وہ نبی کا ذکر ہوا ہے اس کی بشارت خود جناب موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸ میں دی ہے زمانہ چلا رہا ہے کہ اہل یورپ بڑے فہیم، ذکی اور عقلمند ہوتے ہیں اور ہمارا بھی احساسی خیال ہے مگر قادر ذوالجلال جل شانہ نے یہاں ان کی عقل فہم اور ذکاوت سب چھین لی ہے اور انہیں بالکل بے عقل بنا دیا ہے۔

کیونکہ انجیل یوحنا باب ا ف ۱۹ ۔ ۲۸ میں صریح طور سے ثابت ہے کہ وہ نبی جناب عیسیٰ اور الیاس علیٰ نبینا علیہما السلام کا غیر ہے اور جناب عیسیٰ و الیاس علیہما السلام اس نبی۔ وہ نبی کے غیر ہیں اور تمام عیسوی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸ میں جناب موسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کی بشارت دی ہے وہ عیسیٰ ہی ہیں اور انصاف کیجئے کہ یہ عقل کی بات ہے کہ اپنے عندیئے کے برابر عیسیٰ کی بشارت کو (استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸) کو غیر عیسیٰ کی بشارت (یوحنا باب ا ف ۱۹) پر حوالہ دیں سچ ہے کہ باطل کو کبھی فروغ نہیں ہوتا اور حق ہمیشہ غالب رہتا ہے

الحق یعلو و لا یعلیٰ

جب تمام عیسویوں کے حوالے سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ انجیل یوحنا باب ا ف ۱۹ ۔ ۲۸ میں جس نبی۔ وہ نبی کا ذکر ہے اس کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸ میں بھی ہے تو اس سے اچھی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کی کتاب استثناء باب ف ۱۵ ۔ ۱۸ کی بشارت جناب عیسیٰ کے لئے نہیں ہے کیونکہ جناب عیسیٰ علیہ السلام وہ نبی ہیں اور وہ نبی۔ جناب عیسیٰ مسیح نہیں ہیں پس خاکسار یہ بتلانا چاہتا ہے کہ جناب ..یٰ کی بشارت دادہ نبی کون ہیں؟ جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یوحنا باب ا ف ۱۹ ۔ ۲۸ میں جس نبی وہ نبی کا ذکر ہے جناب عیسیٰ کے غیر ہیں جو بعد جناب عیسیٰ کے ملک عرب میں محمد علیہ الصلوات والتسلیم کے مبارک نام سے مبعوث ہوئے تھے۔

اعتراض اور اس کا جواب

اگر کوئی عیسوی عالم یہ اعتراض کرے کہ مثیل موسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے مصداق نبی عیسو اور نبی قطورہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ تو اس کے کئی جواب ہیں

(۱) بنی عیسو اور بنی قطورہ کبھی اس کے مدعی نہیں ہوئے کہ مثیل موسیٰ کی پیشین گوئی کے مصداق ہم ہیں۔

(۲) بنی عیسو اور بنی قطورہ کے خاندان سے کسی نے اس پیشین کو اپنے حق میں ثابت نہیں کیا ہے۔

(۳) خدا کو عیسو سے عداوت تھی چنانچہ کتاب ملاکی نبی باب ا ف ۲ ۔ ۳ میں ہے "اور میں نے عیسو سے دشمنی اور اس کے پہاڑوں اور اس کی میراث کو ویران کر کے دشتی سانپوں کے نصیب کیا۔

(۴) عیسو نے اپنی نبوت کو روٹی اور مسور کی دال کے عوض بیچ دی جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲۵ ف ۳۱ ۔ ۳۴ میں مرقوم ہے

"تب یعقوب نے کہا کہ آج ہی اپنے پلوٹھے ہونے کا حق میرے ہاتھ بیچ عیسو نے کہا کہ دیکھ میں تو مرجاتا ہوں سو پلوٹھا ہونا میرے کس کام آئے گا تب یعقوب نے کہا کہ آج ہی مجھ پاس قسم کھا اس نے اس پاس قسم کھائی اور اس نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا یعقوب نے عیسو کو روٹی اور مسور کی دال دی اس نے کھایا اور پیا اور اٹھ کر چلا گیا سو عیسو نے اپنے پلوٹھے ہونے کا حق ناچیز جانا"

(۵) عیسو بے دین تھا دیکھو نامہ عبرانیاں باب ۱۳ ف ۱۶ میں لکھا ہے "نہ ہووے کہ کوئی زانی یا عیسو کے مانند بے دین ہو۔

(۶) عیسو سے یعقوب نے فریب دے کر نبوت کی میراث لے لی کتاب پیدائش باب ۲۷ ف ۳۴ ۔ ۳۵ میں لکھا ہے۔

"عیسو اپنے باپ کی باتیں سنتے ہوئے شدت سے چلا چلا اور پھوٹ پھوٹ کے رویا اور اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ مجھے بھی برکت دیجئے وہ بولا کی تیرا بھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا۔

(۷) بنی قطورہ۔ حضرت ابراہیم کی زندگی ہی میں خارج کردیئے گئے تھے کتاب پیدائش باب ۲۵ ف ۵ میں ہے "اور ابراہام نے اپنا سب کچھ اسحاق کو دیا لیکن ان حرموں کے بیٹوں کو جو ابراہام سے ہوئے ابراہام نے کچھ انعام دے کے اپنے جیتے جی ان کو اپنے بیٹے اسحاق کے پاس پورپ رخ پورپ کی سرزمین میں بھیج دیا"

(۸) حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت فقط جناب اسحاق اور جناب اسمٰعیل ہی نزدیک تھے کتاب پیدائش باب ۲۵ ف ۸ میں ہے "تب ابراہام جان بحق ہوا اور اپنی عمرد رازی میں بوڑھا اور آسودہ ہو کے مرا اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کے بیٹے اسحاق اور اسمٰعیل نے مکفیلہ کے مغارہ میں حتی صحر کے بیٹے عفرون کے کھیت میں جو ممیرے کے آگے ہے اسے گاڑا۔"

بالمذکورہ وجوہات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی عیسو اور بنی قطورہ مثیل موسیٰ کے پیشین گوئی کے مصداق کبھی نہیں ہو سکتے ہیں اگر کسی کو اس کا دعویٰ ہے تو ثابت کر بتلائے

اگر کوئی عیسوی عالم یہ دعویٰ کرے کہ جناب عیسیٰ کے اس مثیل موسیٰ کی بشارت کو اپنی طرف سے نسبت کیا ہے جیسے کہ انجیل یوحن باب ۵ ف ۴۶ میں ذکر ہے "کیونکہ اگر تم موسیٰ پر ایمان لاتے ہو تو مجھ پر ایمان لاؤ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے اس کا جواب بھی کئی طریقے سے ہدیہ ناظرین ہوتا ہے۔۔

(۱) انجیل یوحن باب ۵ ف ۴۶ کی بالا مذکورہ عبارت میں جناب عیسیٰ نے یہ دعویٰ نہیں فرمایا ہے کہ جناب موسیٰ کے پیشین گوئی جس کا ذکر کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ ۔ ۱۸ میں ہوا ہے اس کا میں ہی مصداق ہوں۔

(۲) اگر ہم تھوڑے وقت کے لئے تسلیم بھی کر لیں کہ استثناء باب ۱۸ ف ۱۵ کی پیشین گوئی جناب عیسیٰ کے لئے تھی تو عیسویوں کے اعتقاد کے موافق جناب عیسیٰ اس پیشین گوئی کے مصداق نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ بقول نصاریٰ جناب عیسیٰ مصلوب اور مقتول ہوئے ہیں اور استثناء کی پیشین گوئی میں یہ قتل جو ہوئے نبی کی علامت بتلائی گئی ہے چنانچہ کتاب استثناء باب ۱۸ ف ۲۰ میں لکھا ہے۔ "لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے

اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے۔"

(۳) یوحنا کے بالا مذکور فقرہ میں جناب موسیٰ کے جس پیشین گوئی کا مجمول حوالہ دیا گیا ہے وہ کتاب پیدائش اباب ۳ ف ۱۵ کا ہو گا کتاب پیدائش باب ۳ ف ۱۵ "اور میں تیری عورت اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ڈالوں گا وہ تیرے سر کو کچلے گی اور تو اس کی ایڑی کو کاٹے گا کتاب پیدائش ۲۔ باب ۴۹ف "یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہو گا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک سیلاب نہ آوے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی الخ" کتاب پیدائش باب ۲۲ف ۱۸" اور تیری نسل سے زمین کی ساری قومیں برکت پاویگی کیونکہ تو نے میری بات مانی" جیساکہ کتاب حل الاشکل کے مولف نے کتاب میزان کے باب دوم فصل سوم میں دعویٰ کیا ہے یا ممکن ہے کہ وہ حوالہ کتاب پیدائش باب ۴۹ف ۱۰ کا ہو یا ممکن ہے کہ وہ حوالہ کتاب پیدائش ۳ باب ۲۲ف ۱۸ کا ہو۔

(۴) انجیل یوحنا باب ۲۰۔ ۲۵ میں لکھا ہے "اور اس نے (یوحنا نے) اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون۔ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں بس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔

اس فقرہ کے الفاظ آیا تو وہ نبی ہے پر جو حوالہ حاشیہ پر ریفرنس کے لئے دیا گیا ہے وہ وہی کتاب استثناء باب ۱۸ف ۱۵۔ ۱۸ کا دیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مثیل موسیٰ کی پیش گوئی کے مصداق جناب عیسیٰ ہر گز نہیں ہیں بلکہ وہ نبی ہے جو عیسیٰ یحییٰ اور الیاس کا غیر ذات مبارک حضرت محمد الصلوات والتسلیم ہے۔

ہمارے قدیم دوست اسلام سے مرتد پادری عماد الدین صاحب علیہ ما استحقہ نے جناب عیسیٰ مثیل موسیٰ ہونے کے ثبوت میں چار وجوہ مماثلت پیش کرتے ہیں۔ (۱) بچوں کا قتل (۲) روحانی شریعت (۳) معجزات اور (۴) چالیس دن کا روزہ رکھنا۔ اگر ان وجوہات کو پیش کرنے سے پہلے ذرا بائبل میں غور کر لیتے تو ہر گز ان وجوہات کو مماثلت جناب موسیٰ میں پیش نہیں کرتے اب میں ان چاروں وجوہات کا جواب یکے بعد دیگرے گزارش کرتا ہوں۔

پہلی وجہ

بچوں کا قتل۔ یہ سراسر غلط ہے جناب موسیٰ کے وقت میں بچوں کا قتل کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جناب موسیٰ کی ولادت سے پہلے فرعون نے بچوں کو قتل کرایا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی کثرت کے خوف سے۔

دوسری وجہ۔

روحانی شریعت، جسمانی شریعت موسوی کے مقابلہ میں ایک معدوم الوجود عیسوی روحانی شریعت کو پیش کرنا اور اس سے جناب موسیٰ کے ساتھ جناب عیسیٰ کی مماثلت کرنا نہایت تعجب کی بات ہے اور پادری صاحب کی خوش فہمی کی دلیل ہے۔ جناب عیسیٰ کا صاحب شریعت نہ ہونا بلکہ موسوی شریعت کے تابع رہنا ایک مانی ہوئی بات ہے۔ جس سے کسی عیسوی کو انکار نہیں ہو سکتا اور اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جس نے تمام عمر میں ایک وقت بھی موجودہ اور مروجہ انجیل نہ پڑھی ہو۔ معلوم نہیں کہ وہ روحانی شریعت کیا تھی اور کیا ہے اگر ہم اس کو مان بھی لیں کہ موسیٰ جسمانی شریعت لائے اور عیسیٰ روحانی

شریعت تو جب بھی مماثلت اور مشابہت نہیں ہوئی بلکہ مباینت اور مخالفت ہوئی۔

تیسری وجہ۔

معجزات۔ ہر نبی اپنے اپنے زمانہ کی ضرورتوں کے موافق لازماً "صاحب معجزات ہوا ہے اور یہ مماثلت عامہ ہے نہ خاصہ۔ اگر معجزات عیسوی کی وجہ سے عیسیٰ کو مثیل موسیٰ ٹھہرائیں۔ تو ایلیاہ اور الیسع بھی مثیل موسیٰ ہو سکتے ہیں کیونکہ ایلیاہ اور الیسع نے مردے زندہ کئے۔ الیسع نے تیل کو بڑھایا۔ ایلیاہ جسم سے آسمان پر چلا گیا ایلیاہ نے دریا کو دو حصے کر کے خشک زمین نکالی اور دریا پار ہوا الیسع نے نعمان کے مرض کو اچھا کیا۔

ایلیاہ کا مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ

کتاب اول سلاطین باب ۱۷ اف ۲۲۔ ۲۳ میں ہے "اور خدا نے ایلیاہ کی دعا سنی اور لڑکے کی جان اس میں پھر آئی وہ جی اٹھا تب ایلیاہ نے اس لڑکے کو اٹھایا اور بالاخانہ پر سے گھر کے اندر لے گیا اور اسے اس کی ماں کے سپرد کیا اور ایلیاہ نے کہا کہ دیکھ تیرا بیٹا جیتا ہے"

الیسع کا تیل کو بڑھانے کا معجزہ

کتاب دوم سلاطین باب ۴ف ۶ ر ۲ میں ہے۔ "تب الیسع نے اسے فرمایا میں تیرے لئے کیا دوں؟ مجھے بتلا کہ تیرے پاس گھر میں کیا ہے وہ بولی کہ تیری باندی کے گھر میں ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ نہیں۔ تب اس نے کہا کہ تو جا اور باہر سے اپنے ہمسایوں سے برتن عاریتہ" لے آ اور وہ سب خالی ہوں اور تھوڑے برتن مت مانگ اور جب تو اندر آئے تو اپنے برادر اور اپنے دو بیٹوں پر دروازہ بند کر۔ اور ان سب برتنوں میں انڈیل دے اور جو بھر جائے اٹھا کے الگ رکھ۔ سو وہ اس کے پاس سے گئی اور اس نے اپنے پر اور اپنے دونوں بیٹوں پر دروازہ بند کیا اور وہ اس کے پاس لاتے جاتے تھے اور وہ انڈیلتی جاتی ہے اور ایسا ہوا کہ جب وہ برتن معمور ہو گئے تب اس نے اپنے بیٹے کو کہا ایک اور بھی برتن لا وہ اس سے بولا اور برتن تو نہیں تب تیل موقوف ہو گیا۔"

ایلیاہ کا جسم آسمان پر جانے کا معجزہ

کتاب دوم سلاطین باب ۲ف ۱۱ میں ہے" اور ایسا ہوا کہ جوں ہی وہ دونوں بڑھتے اور باتیں کرتے چلے جاتے تھے تو دیکھا کہ ایک آتشی اور رتھ اور آتشی گھوڑوں نے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔

ایلیاہ کا دریا کے دو حصے کر کر خشک زمین نکالی اور دریا پار ہونے کا معجزہ

کتاب دوم سلاطین باب ۲ف ۸ میں ہے "اور ایلیاہ نے چادر کو لیا اور لپیٹ کے پانی پر مارا کہ پانی کے دو حصے ہو کے ادھر ادھر ہو گیا اور وہ دونوں خشک زمین پر ہو کے پار ہو گئے۔

الیسع کا نعمان کے مرض کوڑھ کو صحیح کرنے کا معجزہ

کتاب دوم سلاطین باب ۵ ف ۱۴ میں ہے "تب وہ اتر گیا اور جیسا مرد خدا نے کہا تھا یردن میں سات غوطے مارے اور اس کا بدن چھوٹے بچے کے بدن کے مانند ہو گیا اور وہ پاک ہوا۔

الیسع کا مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ
کتاب دوم سلاطین باب ف ۳۵ میں ہے۔ "پھر وہ اٹھا اور اس گھر میں ٹہلا اور پھر چڑھ کے اس لڑکے سے لپٹا اور وہ لڑکا سات بار چھینکا اور لڑکے نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔"

چوتھی وجہ
چالیس دن کا روزہ رکھنا
یعنی مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے چالیس دن کا روزہ رکھا تھا جیسا کہ کتاب خروج اباب ۳۴ ر ۲۷ میں مذکور ہے "اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں لکھ کیونکہ ان باتوں کے موافق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں اور وہ وہاں چالیس دن رات خداوند کے پاس تھا وہ نہ روٹی کھاتا نہ پانی پیتا اور اس نے اس عہد کی باتوں کو دس احکم لوحوں پر لکھے

انجیل متی باب ۴ ف ۱۔ ۲ تب یسوع کے روح وسیلے بیابان میں لایا گیا تا کہ شیطان اسے آزمائے اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو بھوکا ہوا
اسی طرح جناب عیسیٰ نے بھی چالیس دن کا روزہ رکھا تھا جس کا ذکر انجیل باب ۴ ف ۲ر ۱ میں ہوا ہے اگر جناب عیسیٰ کے مثیل موسیٰ ہونے کی دلیل ٹھہرائی جائے تو کیا وجہ ہے کہ ایلیاہ بھی مثیل موسیٰ نہ ٹھہرے کیونکہ ایلیاہ نے بھی چالیس دن کا روزہ رکھا تھا کتاب اول سلاطین باب ۱۹ ف ۸ میں ہے۔ "سو اس نے اٹھ کے کھایا اور پیا۔ اور اس کھانے کی قوت سے چالیس دن رات خدا کے پہاڑ حورب تک سفر کیا"

جب ایلیاہ کا چالیس دن روزہ رہنا ثابت ہو گیا تو ایلیاہ کو بطریق اولی مثیل موسیٰ ٹھہرانا چاہئے جو جناب موسیٰ سے گیارہ سو سال آگے ہوئے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ ایلیاہ اور الیسع جناب عیسیٰ سے پہلے رہنے اور ان سے ایسے ایسے زبردست معجزے صدور ہونے کے باوصف وہ مثیل موسیٰ نہ ٹھہرائے گئے۔

اگر عیسوی علماء ایسی واضح بشارتوں کو جو عیسوں کے موجودہ اور مروجہ مجموعہ بائبل میں آج بھی یہی مذکور اور موجود ہیں نہ مانیں گے اور ان پر ایمان نہ لائیں گے تو اپنی دینی کتابوں سے خوش عقیدگی ظاہر ہو گی ناظرین رسالہ کے عالی خدمات میں خاکسار کی التماس ہے ان بشارتوں کے علاوہ بھی موجودہ اور مروجہ مجموعہ بائبل میں اور بہت سی بشارات مزکور اور موجود ہیں جن میں سرذا انبیا حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰت والتسلیم کا صاف اور صریح ذکر موجود ہے جو کتابوں کے حوالہ اور نشان سے درج ذیل کئے جاتے ہیں تاکہ ہمارے قرآن مجید کے دعویٰ کی پوری پوری صداقت ثابت ہو جائے جو تیرہ سو سال سے با آواز بلند پکارتا ہے۔

یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىۃ والانجیل (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)
"محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارت کو یہود و نصاریٰ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں" اور انشاء اللہ تعالیٰ جبتک دنیا باقی ہے اور موجودہ و مروجہ تورات اور انجیل کا دور دورہ رہے گا یہ بشارتیں بھی ضرور موجود اور مذکور رہیں گی بشرطیکہ پادری صاحبان حسد اور عناد سے ان میں بھی کچھ تحریف نہ کردیں۔

موجودہ اور مروجہ بائبل میں محمد صلی اللہ علیہ الصلوات والتسلیم کی بشارات

(۱) کتاب استثناء باب ۳۳ ف ۲ (۲) کتاب یسعیاہ باب ۲۱ ف ۷ (۳) کتاب یسعیاہ باب ۱۱ ف ۱ (۴) کتاب یسعیاہ باب ۴۲ ف ۱ء ۲۹ (۵) کتاب ایضاً باب ۵۱ ف ۲۹۔ کتاب ایضاً ۲ ر ۱۱ باب ۵۲ ف ۱۳ (۶) ایضاً ایضاً باب ۵۹ ف ۱۱ (۷) کتاب یسعیاہ باب ۶۰ ف ۱ سے ۱۵ (۸) کتاب ایضاً باب ۶۳ ف ۱۱ (۹) کتاب حبقوق باب ۳ ف ۳ (۱۰) کتاب غزل الغزلات باب ۵ ف ۱۰ (۱۱) کتاب زبور ۲ ر ۷ (۱۲) کتاب یوحنا باب ۱۴ ف ۱۶ (۱۳) کتاب یوحنا باب ۱۶ ف ۷ ۱۳۰ (۱۴) کتاب حجی باب ۲ ف ۸ ۹۰ (۱۵) کتاب حزقیل باب ۱ ف ۲۸۰۸ (۱۶) کتاب دانیال باب ۹ ف ۲۴

اگر سلیم الفطرت عاقل بغیر تعصب اور عناد کے ان مبشرات میں تھوڑا تامل کرے گا تو ان مبشرات کے مذکورہ اوصاف سے یہی معلوم اور یقین کرے گا اوصاف سے موصوف سوائے ذات مقدس حضرت محمد علیہ الصلوات والتسلیم کے دوسرا کوئی نہیں ہے تفصیل اور توضیح سے ان مبشرات کے طوالت کا خوف قلم کو روکتا ہے اگر عیسوی علماء ان مبشرات پر کچھ کلام کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان بشارتوں کی تفصیل اور ان کا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ والصلوت والسلام کے لئے ہی مخصوص ہونا عقل اور نقل سے ضرور ثابت کیا جائے گا (۳)

تاکستان کی تمثیل اور نبی عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشارت

انجیل متی باب ۲۱۔ ۳۳ اور انجیل مرقس باب ۱۲۔۱۔ پر رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت اور سلطنت کو تمثیل میں بیان کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

ایک اور تمثیل سنو! ایک گھر کا مالک تھا اس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکہ پر دے کر پردیس چلا گیا۔ جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے آؤ اس کو قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟

انہوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دے۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا، جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے ان کو دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔

اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیل سنی تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ (لوگ) اس کو نبی جانتے تھے۔ (آیت ۳۳ تا ۴۶)

اس تمثیل میں باغ انگور سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور انگوری باغ سے مراد شریعت ہے اور اس کے گرد احاطہ اور اس میں حوض اور برج محرمات اور فرائض وواجبات کی طرف اشارہ ہے اور نوکروں سے انبیاء ورسل کی طرف اشارہ ہے اور باغبانوں سے مراد قوم یہود اور فریسی ہیں جو انبیاء ورسل پر تشدد کرتے رہے اور بعض کو شہید بھی کیا۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ"

اور بیٹے سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ مطیع عبد پر اطلاق کیا جاتا ہے، جسے یہود نے بزعم خویش سولی پر لٹکانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا اس کے بعد جن باغبانوں کو یہ باغ سونپا گیا وہ امت امیہ عربیہ ہے جن کے پاس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھیجا اور انہوں نے شریعت پر پورا پورا عمل کر کے دکھلایا اور نیک اعمال کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہود کو تباہ وبرباد کیا اور ان سے آسمانی بادشاہت لے لی اور رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپ کے غلاموں کو دی۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا تھا وہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام تھی جن کو یہود انتہائی حقیر سمجھتے تھے اور وہی لوگ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیض تربیت سے اقوام عالم کے بادشاہ بنے اور جو ان سے ٹکرایا پاش پاش ہوا اور جس پر وہ ٹوٹ پڑے اس کو پیس کر رکھ دیا اور یہ انقلاب زمانہ اور گردش دوراں عجیب تر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر پست قوم کو کس بام عروج پر پہنچایا اور اس قدر بلند مرتبت کہلانے والی قوم کو کس قدر قعر مزلت میں گرایا۔

اس تمثیل سے بالکل واضح ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے بعد یہود کو تباہ و برباد کر کے آسمانی حکومت دوسری قوم کو دی جائے گی۔ جیسے کلام مجید میں ہے۔

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ"

(ہم نے توراۃ کے بعد زبور میں بھی یہ فیصلہ حتمی طریقہ پر لکھ دیا تھا کہ ارض مقدس کے وارث اللہ تعالیٰ کے وارث اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوں گے)

یہاں بھی مستقبل کی خبر ہے کیونکہ یرثہا مضارع ہے۔ اور حضرت مسیح کی تمثیل میں بھی مستقبل کے صیغے موجود ہیں لہٰذا قرآن کی تصدیق انجیل نے کر دی اور انجیل کی قرآن مجید نے 'اور نگاہ خداوند میں صالح ہونا بھی' اور ان کی بادشاہت دراصل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بادشاہت ہے کیونکہ یہ نائب ہیں اس لئے ان کو باغوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا جو مسیح علیہ السلام کے بعد اس کام پر مامور ہوئے۔

اگر اس بشارت میں مذکور پتھر کو حضرت دانیال علیہ السلام کی بخت نصر کے خواب کی تعبیر میں مذکور پتھر کے ساتھ ملا کر دیکھو تو یہ حقیقت مزید کھل کر سامنے آجائے گی کہ اس پتھر نے اس عظیم سلطنت کو تباہ و برباد کیا اور یہاں بھی ایسے پتھر کا ذکر ہے کہ جو اس پر گرا وہ پاش پاش اور جس پر وہ پتھر گرا وہ آٹے کی طرح پس جائے گا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول گویا حضرت دانیال علیہ السلام کی تعبیر کی تفسیر ہے اور اس سے مراد یقیناً "عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے علاوہ دوسری امت ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرا نبی کیونکہ تمثیل سے یہ بات ظاہر ہے کہ تاکستان کے مالک کا فرزند قتل ہونے کے بعد کو قاتلوں کو تباہ و برباد کر کے ان کا کام جب دوسروں کو سونپا گیا تو وہ لامحالہ دوسری قوم میں ہوں گے لہٰذا یہود اور بنی اسرائیل جو اس قتل کے مرتکب ہوئے اب ان کا کام ان کے علاوہ دوسری قوم کو تفویض کیا جائے گا نہ کہ انھیں کو۔ اور جب بیٹا قتل ہوا تو لامحالہ اب پھر دو بہرے لوگوں کو پھل وصول کرنے کے لیئے بھیجا جائے گا نہ کہ بیٹے کو اور اس لیئے یہودی 'سردار کاہن اور فریسی ان کے خلاف ہوئے کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ ہم ان کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور یہ ہمیں ہی تباہی 'بربادی کی خبر دے رہے ہیں اور ہم سے اس بادشاہت کے چھن جانے کی۔

لہٰذا یہ پیشگوئی قطعاً" حضرت عیسیٰ کے حق میں نہیں ہے 'علی الخصوص جب پتھر پر گرنے والا ریزہ ریزہ ہونا اور جس پر وہ پتھر گرے اس کا پس جانا ملحوظ رکھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بزعم یہود و باقرار نصاریٰ انتہائی بے رحمی سے قتل کیا جانا' تو قطعاً" یہ تمثیل آپ پر صادق نہیں آسکتی۔ علی الخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام آل داؤد سے ہیں اور بقول نصاریٰ وہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے بلکہ آپ کی الوہیت کے قائل تھے تو پھر ان کے اور ان کی قوم کے حق میں کیونکر کہہ سکتے تھے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ جو

کہ ہمیشہ سے خدا کی قوم کہلاتی چلی آئی اور اس میں مسلسل انبیاء و رسل مبعوث ہوتے رہے "لہٰذا یہ تعجب انگیز اور حیرت خیز واقعہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس کا مصداق امت امیہ عربیہ کو بنایا جائے اور یہود و بنی اسرائیل کی عظمت و جلالت اور شان و شوکت اور ان کے علاقوں کا مالک و وارث ان کو تسلیم کیا جائے اور یہ وہ حقیقت ہے جو چشم فلک صدیاں سے دیکھ رہی ہے لہٰذا اس کا انکار دوپہر کے سورج کو دھول سے چھپانے کے مترادف ہے

ازالۂ شبہ

عیسائی برادری اس تمثیل کو بھی حسب عادت حضرت عیسیٰؑ پر محمول کرتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل و توجیہ انتہائی پوچ اور بے سروپا ہے کیونکہ پہلی زندگی کے اعتبار سے تمثیل کے ساتھ قطعاً" اس کی مطابقت نہیں کیونکہ بیٹے کے قتل کئے جانے پر مالک نے آکر اپنے باغبانوں کو تباہ و برباد کیا اور دوسرے باغبان مقرر کئے جو باغ کے ثمرات کو دینے والے تھے اور انہی دوسرے باغبانوں کو اس پتھر سے تعبیر کیا جو اس پر گرا وہ پاش پاش ہوا اور جس پر وہ پتھر گرا وہ پس گیا۔ لہٰذا اس باغ کی آبیاری مقتول عیسیٰ کے ذمہ لگانا تمثیل کے خلاف 'اور جو خود مقتول ہو گیا اس کو ایسے پتھر سے تشبیہ دینا واضح البطلان۔
پھر کلام داؤد علیہ السلام میں عیسیٰ علیہ السلام کا رد کئے ہوئے پتھر سے تعبیر کیا جانا ممکن ہی نہیں۔ جس نے ان کو انتہائی تعظیم و تکریم سے یاد کیا بلکہ بقول نصاریٰ اپنا خداوند تسلیم کیا۔
علاوہ ازیں اگر اس پتھر سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں تو ان کا اہل دنیا پر غلطی کی صورت میں حدود و تعزیرات قائم کرنا لازم آئے گا جو خود ان کے کلام کے خلاف ہے کیونکہ ان کی تعلیم تو یہ ہے جیسے کہ انجیل متی باب ۵۔ ۳۸ میں مرقوم ہے۔
تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے الخ لہٰذا متی غریب ان کے پاس ظالموں کے ظلم سے فریاد کب لے جا سکتے ہیں اور وہ ظالموں کے نیست و نابود کئے جانے کی توقع رکھ سکتے ہیں
اسی طرح انجیل یوحنا باب ۱۲۔ ۴۷ پر مرقوم ہے
"اگر کوئی میری باتیں سن کر ان پر عمل نہ کرے تو میں اس کو مجرم نہیں ٹھہراتا (اور اس کو سزا نہیں دیتا) کیونکہ میں دنیا کو مجرم ٹھہرانے نہیں آیا بلکہ دنیا کو نجات دینے آیا ہوں"
جب آپ دنیا کو مجرم نہ ٹھہرائیں اور ان کو کیفر کردار تک نہ پہنچائیں تو پھر آپ کو اس پتھر سے تشبیہ کیوں کر دی جا سکتی ہے۔
رہ گیا یہ توہم کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے تو اس وقت مخالفین کو تس نس کریں گے اول تو یہ توجیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان کے خلاف ہے کیونکہ آپ انجیل یوحنا کے اس قول کے مطابق جرم کی سزا یوم اخیر پر موقوف فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔
"جو مجھے نہیں مانتا اور میری باتوں کو قبول نہیں کرتا اس کا ایک مجرم ٹھہرانے والا ہے۔ یعنی وہ کلام جو میں نے کیا آخری دن

وہی اسے مجرم ٹھہرائے گا کیونکہ میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجا اسی نے مجھے حکم دیا کہ کیا کہوں اور کیا بولوں " انجیل یوحنا ۱۲۔ ۴۸ ۴۹

لہٰذا اس جزاوسزا کو آپ نے اللہ کے سپرد کیا اور یوم قیامت پر اس کو موقوف ٹھہرایا تو دنیا میں ظہور اول یا ثانی کسی وقت بھی آپ لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دیں تو یہ فرمان غلط ہو جائے گا۔

دوسری وجہ اس تاویل کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ پہلے ظہور پر آپ کی شریعت اس سے مختلف ٹھہرے گی جس کا پچھلے ظہور کے بعد آپ انکار " فرمادیں گے اور ظاہر ہے کہ وہ شریعت اسلام کے احکام کے مطابق ہوگی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق جب آپ پہلی شریعت کو ترک کردیں گے اور اسلامی احکام کے مطابق جرائم کی سزا دینے لگیں تو پھر آپ کا شریعت محمدیہ کا تابع ہونا لازم آئے گا اور پہلی شریعت کا تارک اور اس صورت میں اسلام اور بانی اسلام کی حقانیت اظہرمن الشمس ہوجائے گی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہستی بھی اس کے متبعین میں شامل ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت آپ کی امت بنی اسرائیل ہوگی یا اہل اسلام اور غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صورت میں تمثیل کی مطابقت ختم ہوجائے گی کیونکہ پھر بنی اسرائیل سے بادشاہت چھین کر دوسری قوم کے حوالے کرنے کی بجائے اسی قوم کے پاس رہنے دی گئی اور اگر آپ کی امت جملہ اہل اسلام ٹھہرے تو آپ کا یہ اعلان غلط ہوجائے گا "کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں انجیل متی باب ۳۔ ۲۴ "نیز جب آپ نے اپنے سابقہ احکام چھوڑ کر حدود تعزیرات کا سلسلہ شروع کرلیا تو اہل اسلام کو آپ کی امت کہنا غلط ہوا بلکہ خود آپ کا افراد امت میں سے ایک فرد ہونا ثابت ہوگیا۔ جیسے خلفاء اسلام اور یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے لہٰذا اس سے عیسائیت اور اسرائیلیوں کا تو کوئی شرف ثابت نہ ہوا بلکہ صرف اور صرف شرف اسلام اور شرف بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم۔

کیا تو وہ نبی ہے ؟

انجیل یوحنا اور اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایلیاہ مسیح اور ان کے علاوہ تیسرے پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے۔ چنانچہ یوحنا باب ا آیت ۱۹ تا ۲۸ پر بالتفصیل اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اس نے اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے "کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ "انہوں نے پوچھا" کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ تاکہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔ یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا

ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ باب ۱ آیت ۱۹ تا ۲۸ اور اسی انجیل یوحنا باب ۷۔ ۴۰ پر یوں مرقوم ہے۔

پس بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک یہی وہ نبی ہے اوروں نے کہا یہ مسیح ہے اور بعض نے کہا کیوں؟ کیا مسیح گلیل سے آئے گا؟ کیا کتاب مقدس میں یہ نہیں آیا کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہوگا اور بیت لحم کے گاؤں سے آئے گا جہاں کا داؤد تھا پس لوگوں میں اس کے سبب سے اختلاف ہوا" باب ۷۔ ۴۰"

اعمال باب ۱۳۔ ۲۵ میں اس طرح مرقوم ہے۔ "اور جب یوحنا اپنا دور پورا کر چکا تو اس نے کہا تم مجھے کیا سمجھتے ہو میں وہ نہیں ہوں بلکہ دیکھو میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جس کے پاؤں کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ "باب ۱۳۔ ۲۵"

ان اقتباسات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل کتاب یہود اور ان کے امام و پیشوا مسیح اور ایلیاہ کے علاوہ ایک نبی کے منتظر تھے اور سوائے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون ہو سکتا ہے۔ عیسائی لوگوں کو تو یہ حقیقت تسلیم کرنے سے اس لئے چارہ نہیں ہے کہ حضرت یوحنا نے مسیح کو اور اس نبی کو بطور مستقل ذکر کیا ہے اور مسیح تو بقول ان کے آچکے۔ اور چلو بعد میں ان کا تشریف لانا تسلیم کرتے ہیں تو بھی آنے کے بعد مسیح ہی ہوں گے لہٰذا ان کے علاوہ ایلیاہ اور دوسرے نبی کا ظہور ضروری ہے جس کو یہودیوں نے "کیا تو وہ نبی ہے" کہہ کر دریافت کیا تھا۔

اور اگر ہم اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرز استدلال کو اپناتے ہوئے کہہ دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے متعلق گواہی دی کہ میں وہ نبی ہوں اور ان کی گواہی ان کے حق میں سچی ہے پھر ان کا خدا ان کے حق میں گواہی دیتا ہے لہٰذا دو گواہ ہوئے اور دو کی گواہی قبول کرنا لازم ہے تو ہم اپنے اس قول میں بالکل صادق ٹھہریں گے اور عیسائیوں کے لئے جواب کی کوئی صورت نہ بن پڑے گی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب یسوع علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ میں دنیا کا نور ہوں جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا تو فریسیوں نے بطور اعتراض کہا یہ تو تمہارے حق صرف تمہاری گواہی ہی کوئی اور گواہی دیتا تو کوئی بات ہوتی ہے میری گواہی سچی نہیں"

اس کے جواب میں آپ نے کہا

"اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ میں کہاں سے آتا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں تم جسم کے مطابق فیصلہ کرتے ہو میں کسی کا فیصلہ کروں بھی تو میرا فیصلہ سچا ہے کیونکہ میں اکیلا نہیں بلکہ میں ہوں اور باپ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور تمہاری توریت میں بھی لکھا ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی مل کر سچی ہوتی ہے ایک تو میں خود اپنی گواہی دیتا ہوں اور ایک باپ جس نے مجھے بھیجا ہے میری گواہی دیتا ہے "(یوحنا باب ۸۔ ۱۲ تا ۱۸)

اگر یہ طرز استدلال درست ہے اور یقیناً "درست ہے کیونکہ عیسائیوں کے نبی بلکہ خداوند کا انداز استدلال ان کے ہاں کیونکر غلط ہو سکتا ہے تو پھر ہمیں بھی یہ کہنے کا حق ملنا چاہئے کہ نبی آخر الزماں خود اپنے گواہ ہیں اور ان کا بھیجنے والا خداوند ان کا گواہ ہے

رسول معظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا

"مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع تلک اللبنۃ و انا خاتم النبیین "

متفق علیہ (مشکوۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

ترجمہ :- میری اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی حالت اس محل اور مکان جیسی ہے جس کو بہت خوبصورت انداز میں تعمیر کیا گیا مگر اس سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رکھی گئی۔ نظارہ کرنے والے اس کے گرد گھومنے لگے اور اعلان کہ اس کے حسن تعمیر سے متعجب اور حیران تھے ماسوائے اس اینٹ والی جگہ کے پس میں نے اس جگہ کو بند کیا مجھ سے قصر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی اور میرے ساتھ ہی سلسلہ انبیاء مکمل ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں"

اور اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے

وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں بیان فرمایا اور آپ کے آخری نبی ہونے کی بشارت دی اور آپ کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا

یٰاَھلَ الکِتٰبِ قَد جَاءَ کُم رَسُولُنَا یُبَیِّنُ لَکُم کَثِیرًا مِّمَّا کُنتُم تُخفُونَ مِنَ الکِتَابِ وَ یَعفُو عَن کَثِیرٍ قَد جَاءَ کُم مِّنَ اللّٰہِ نُورٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِینٌ "

(اے اہل کتاب یقیناً تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آ چکا جو تمہارے لئے ظاہر کرتا ہے بہت کچھ اس میں سے جو تم کتاب سے چھپایا کرتے تھے اور بہت کچھ سے بھی درگزر کرتا ہے تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور واضح کتاب اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کا تورات و انجیل میں مذکور ہونا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلَّذِینَ یَتَّبِعُونَ النَّبِیَّ الاُمِّیَّ الَّذِی یَجِدُونَہٗ مَکتُوبًا " عِندَھُم فِی التَّورٰتِ وَ الاِنجِیلِ "

(جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس نبی امی کی جس کا تذکرہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اور اللہ رب العزت نے فرمایا

" وَ کَانُوا مِن قَبلُ یَستَفتِحُونَ عَلَی الَّذِینَ کَفَرُوا فَلَمَّا جَآءَھُم مَّا عَرَفُوا کَفَرُوا بِہٖ فَلَعنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکَافِرِینَ

اہل کتاب ان کی بعثت سے قبل ان کے ساتھ کفار و مشرکین کے خلاف توسل کرتے تھے۔ اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب کرتے تھے۔ پس جب وہ نبی و رسول آ چکے جن کے اوصاف و کمالات کو وہ جان چکے تھے۔ تو انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر " اور ارشاد خداوندی ہے۔

اَلَّذِینَ اٰتَینٰھُمُ الکِتٰبَ یَعرِفُونَہٗ کَمَا یَعرِفُونَ اَبنَآءَ ھُم

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ میرے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ اپنے بیٹوں کو

" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی اعلان فرمایا کہ وہ اس پیغمبر کی لوگوں کو بشارت دیتے تھے۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ یَّاتِی مِن بَعدِی اسمُہٗ اَحمَدُ

"کہ میں بنی اسرائیل کا رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اس رسول کی بشارت دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے" بلکہ آپ کا اور آپ کی امت بالخصوص صحابہ کرام کا تورات وانجیل میں بطور تمثیل مذکور ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

الغرض اللہ تعالیٰ کی گواہی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے آپ کا موعود نبی ہونا اور تورات کی پیشگوئیوں کا مصداق ہونا اور آخر الزمان پیغمبر ہونا ثابت ہے اور دو گواہیاں بھی ہوتی ہیں تو پھر آپ کے صادق ہونے میں شک وشبہ کی کیا گنجائش۔ علی الخصوص جب آپ امی ہوں اور تورات وانجیل میں اپنے متعلق بشارات مذکور ہونے کا دعویٰ کریں اور کوئی یہودی و نصرانی آپ کے دعویٰ کو جھٹلا نہ سکے اور یہ نہ کہہ سکے کہ لیجئے یہ رہی تورات اور انجیل دکھاؤ کہاں تمہارا ذکر ہے اور ہمارے پاس تمہاری پہچان کی کیا سند ہو سکتی ہے لیکن اس قسم کی جسارت کسی نے بھی نہ کی حالانکہ مدینہ منورہ میں یہودی بنی قریظہ اور بنو نضیر موجود تھے اور خیبر بھی قریب ہی تھا۔ اور نجران کے عیسائی بھی حاضر خدمت ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے اور اللہ ہونے کا دعویٰ کیا آپ نے دلائل سے اس دعویٰ کو باطل کیا اور ان کے عبداللہ و رسول اللہ ہونے کا اعلان کیا اور ان کو مباہلہ کی دعوت دے دی لیکن ان کو آپ کے سامنے میدان مباہلہ میں آنے کی جراءت نہ ہوئی اور جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کر لیا جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ان دونوں گواہیوں کو جھٹلانے کی جراءت نہ تھی۔ اور نہ رد و قدح کی بلکہ سب کی خاموشی نے ان شہادات کے برحق ہونے پر مہر تصدیق لگا دی۔

علاوہ ازیں یہاں پر صرف یہ دو شہادتیں ہوتیں تو بھی واجب القبول تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سلام جیسے جر یہود اور کعب احبار جیسے علماء نے بھی آپ کی تائید و تصدیق کی۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں یہودی اور عیسائی حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپکو کتب انبیاء علیہم السلام کی بشارت کا مصداق تسلیم کیا حالانکہ اہل اسلام نے کبھی کسی عیسائی اور یہودی کو حلقہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا۔ کوئی جزیہ دے کر بطور رعایا رہنا قبول کر لیتا تو اس کے خون مال اور عزت و آبرو کا تحفظ مسلمانوں کے نزدیک اسی طرح لازم ہوتا جس طرح خود حلقہ اسلام میں داخل ہونے والوں کا۔ خیبر فتح ہونے کے باوجود وہاں یہود کا عرصہ دراز تک قیام پذیر رہنا وغیرہ اس دعویٰ پر ناقابل تردید دلیل ہے

وہ نبی کیوں کہا؟

اب رہ گیا یہ سوال کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کیوں ذکر کیا گیا اور اعزازی القاب و اوصاف کمال سے تعبیر کیوں نہ کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مختلف مقامات پر مختلف انداز سے آپ کا تذکرہ موجود ہے صرف ایک ہی اسلوب اور انداز ہی اختیار نہیں کیا گیا۔ البتہ اس جگہ پر اس اسلوب و انداز کے اختیار کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

وجہ اول

یہ اداز بلندی مرتبت اور عظمت شان پر تنبیہہ کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے جس قرآن مجید کو ذلک الکتاب سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی وہ بلند شان اور عالی مرتبت کتاب ورنہ ہذا الکتاب کہنے کا محل اور مقام تھا جس کا ترجمہ یہ کتاب ہو گا۔ لہٰذا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح ذکر کرنے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی عظمت شان انداز سے اور قیاس سے ماوراء ہے۔

وجہ دوم

بنی اسرائیل میں تشریف لانے والے نبی چونکہ ان کے قریب ہوتے تھے۔ اور آپ کی ذات قدس بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہونے والی تھی جو ان کے علاقہ سے دور تھی۔ لہٰذا اب تو شہادات کا شمار ہی نہیں ہو سکتا تو پھر صداقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شک و ارتیاب کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے اس شہادت کو قرآن مجید میں وشہد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ سے تعبیر کیا ہے یعنی بنی اسرائیل میں سے بہت بڑے گواہ نے اس کے مطابق شہادت دی۔ والحمد علی ذلک۔ دریافت کیا گیا تو وہی ہے جس کا ظہور دور دراز علاقہ میں ہوتا تھا۔

وجہ سوم

چونکہ یہود موسیٰ علیہ السلام کے اعلان کے مطابق کیسے عظیم رسول کے منتظر تھے جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہونا تھا۔ جس طرح ان کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام محترم و معظم تھے اسی طرح وہ رسول بھی معظم و مکرم تھے اور ان کے نام لینے اور اس کی تصریح کرنے سے کماحقہ ادب ملحوظ نہیں رہتا تھا لہٰذا بطور کنایہ آپ کا ذکر کیا اور حضرت یحیٰی علیہ السلام بھی ان کی مراد بخوبی سمجھ گئے۔ لہٰذا فوراً سمجھ گئے اور کہا میں وہ نبی بھی نہیں ہوں۔

وجہ چہارم

چونکہ یہود کے علم میں تھا کہ پیغمبر ناسخ ادیان ہوں گے اور ناسخ ملل اور شرائع اور ان کی کتاب ناسخ کتب ان کی نبوت ناسخ نبوات و رسالات اور ان کا قبلہ ناسخ قبلہ جات اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ پیغمبر بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں ظہور فرما ہوں گے لہٰذا ازراہ تعصب و عناد آپ کے نام کو ذکر نہ کیا بلکہ بطور کنایہ ذکر کر دیا۔ الغرض حضرت یحیٰی علیہ السلام سے کیے

جاننے والے اس سوال میں حضرت الیاہ، مسیح اور وہ نبی کا جس ترتیب سے ذکر ہے وہ اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ حضرت مسیح کے بعد ایک اسی کی انتظار تھی اور تمام یہود اس انتظار میں شریک تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے اٹھنے کے بعد دو ہزار سال گزر چکے ہیں اور اب تک یہود کے ہاں کوئی ایسا نبی ظہور فرما نہیں ہوا جس کو مثیل موسیٰ کہا جاسکے تو لامحالہ وہ محمد رسول اللہ ہیں جن کی شریعت وعدہ الٰہی کے مطابق سب ادیان و شرائع پر غالب رہی

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

اور بنی اسرائیل کے سینکڑوں سالوں سے جاری مذہب اور دین کی جگہ جس دین کو اسی علاقہ میں پذیرائی حاصل ہوئی وہ صرف اور صرف دین اسلام ہی ہے اور وہ منتظر رسول جن سے موسیٰ علیہ السلام کی مانند دین خداوند تعالیٰ کی تاسیس کی توقع کی جاتی رہی تھی۔ وہ صرف آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔ نیز اس تقابل نے جو سوال میں موجود ہے عیسائی برادری کی اس توجیہ و تاویل کو بھی بیخ و بن سے اکھیڑ دیا کہ وہ نبی سے مراد حضرت مسیح ہیں کیونکہ ان کے متعلق جب الگ سوال کیا گیا۔ تو مسیح ہے؟ تو پھر تیسرے سوال کا مصداق ان کو کیسے بنایا جاسکتا ہے لہٰذا یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اعتراف کہ میں وہ نہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ میں وہ نبی نہیں ہوں تو ان کے ارشاد کے برعکس ان کو اس پیشگوئی کا مصداق بنانا ان کو جھٹلانے کے مترادف ہے اس ضمن میں ہم انجیل برناباس کی دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ کاہن نے جواب میں کہا کہ موسیٰ کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لے مسیا کو بھیجے گا جو کہ ہمیں اللہ کے ارادہ کی خبر دینے آئے گا اور دنیا کے لئے اللہ کی رحمت لائے گا اس لئے ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں سچ بتلا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مسیا ہے جس کے ہم منتظر ہیں یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے مگر میں وہ نہیں ہوں اس لیے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ اور میرے بعد آئے گا۔ "برناباس ص ۲۳۲۔ فصل ۹۶"

۲۔ عورت نے کہا شاید تو ہی مسیا ہے اے سید! تو یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی طرف خلاص کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں لیکن میرے بعد جلد ہی مسیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا تمام دنیا کے لئے آئے گا وہ مسیا کہ اللہ نے تمام دنیا کو اسی کی وجہ سے پیدا کیا ہے اور اس وقت تمام دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا جائے گا اور رحمت حاصل کی جائے گی" برناباس ص ۲۳۲۔ فصل ۸۲"

لہٰذا یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ اہل کتاب ایک نبی کے منتظر تھے اور وہ نبی صرف محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور اگر حضرت عیسیٰ وہ نبی ہوتے تو اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے اور یہود کو کسی شک و شبہ میں نہ چھوڑتے

اور نہ ڈانواں ڈول رکھتے۔ پھر ان کے لئے آپ کی مخالفت کی بھی کوئی خاص وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر ان کی آگ حسد و عناد بھڑک سکتی تھی۔ تو بنی اسماعیل میں سے ظاہر ہونے والے پیغمبر کے لئے اور قومی تعصب آڑے آسکتا تھا۔ تو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ کہ حضرت یسوع کے لئے۔

کیا حضرت عیسیٰ نبی موعود ہو سکتے ہیں؟

عیسائی لوگ تو حضرت عیسیٰ کو خدا اور خداوند کا بیٹا تسلیم کرتے ہیں اور تثلیث کے قائل ہیں لہٰذا ان کے اس عقیدہ کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام وہ نبی کیونکہ ہو سکتے ہیں یا ان کو خداوند ماننا ترک کردیں یا اس پیشنگوئی کا مصداق ماننا چھوڑیں یہ دونوں خیالات و نظریات کسی طرح بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ نیز الوہیت کے مرتبہ پر فائز شخصیت کو محض نبی کہنا اس کے مقام و مرتبہ میں تنقیص و تفریط ہے علی الخصوص قبل از ظہور کسی کی آمد کی خوشخبری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام و مرتبہ ذکر کیا جائے نہ کہ اس میں کمی و کوتاہی کر کے کمترین درجہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔ باقی رہا معاملہ یہودیوں کا تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت میں وہ نبی موعود کے منتظر تھے۔ اور آپ کو انہوں نے نبی موعود تسلیم نہیں کیا تھا۔ تو لامحالہ نبی موعود کا ظہور بعد ہی میں ہونا لازم ٹھہرا۔ اور یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ یسوع مسیح کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک سوائے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا کوئی نبی اس شان کا دنیا پر تشریف نہیں لایا لہٰذا ان کے نزدیک بھی صرف اور صرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس پیشنگوئی کا مصداق ہوں گے اور ہماری کتب تفاسیر اور کتب سیر میں بھی تمام اہل کتاب کا محو انتظار ہونا صراحت سے مذکور ہے

امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں "ج ۱" بائیس صفحات پر یعنی ۱۰ سے لے کر ۳۳ تک تورات اور انجیل اور زبور و دیگر صحائف اور احبار و رہبان سے عبارات و روایات درج کر کے اس بحث کا حق ادا کر دیا۔ وہاں پر ان تفاصیل کا مطالعہ کیا جائے اور علامہ ابن الجوزی نے الوفا باحوال المصطفیٰ میں ص ۳۶ سے ۳۷ تک بمت بسط کے ساتھ تورات و انجیل اور زبور وغیرہ سے اور علماء یہود و رہبان سے ان مباحث کو مفصل طور پر بیان کیا ہے اور موجودہ تورات و انجیل وغیرہ میں ہزاروں تغیر و تبدل ہوئے لیکن اب بھی بے شمار بشارات اور پیشنگوئیاں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجود ہیں اور سوائے آپ کے کوئی دوسرا شخص ان کا مصداق بن ہی نہیں سکتا۔ بشرطیکہ حسد و عناد آنکھوں کو بینائی اور دل کو بصیرت سے محروم نہ کردے لہٰذا انجیل یوحنا اور اعمال کی یہ عبارت ہماری کتابوں میں مندرج روایات اور عبارات کی حرف بحرف تصدیق کرتی ہیں اور اس طرح تمام مذاہب کی کتابوں سے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی موعود اور منتظر ہونا واضح ہو گیا۔

مددگار اور حاضر و ناظر

انجیل یوحنا میں ہے کہ "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے (انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵"۱۶) ابد تک ساتھ رہنے والا مددگار ہی سرور کائنات غریبوں کے غمگسار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہیں جن کے متعلق رب العالمین نے واضح الفاظ میں قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔(پ ۲۱ ع ۱۷)

یہ نبی مسلمانوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہے۔

دوسرے مقام پر رسول معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق یہی فرمایا۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (پ ۱۱ ع ۵)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت والے۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ تمہارے پاس نہ آئے گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷)

اسی لیے تو اللہ کریم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کو مسلمانوں کے لئے احسان قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔(پ ۴ ع ۸)

کس گل کی ہے سواری کس کی ہے انتظاری یہ دھوم جس کی قدرت بیم پکاری ہے

شوکت مصطفیٰ۔

پرانا عہد نامہ کی کتاب ملاکی کے باب نمبر ۳ کی ابتداء میں ہے کہ دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ راست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہاں اپنی ہیکل میں آموجود ہو گا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا رب الافواج فرماتا ہے پر اس کے آنے کے دن کی کسی میں تاب ہے اور جب اس کا ظہور ہو گا تو کون کھڑا رہ سکے گا۔ (ملاکی باب ۳ آیت ۱،۲)

اس پیشگوئی میں سرکار عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی جس شان و شوکت سے تشریف آوری ہوئی کا تذکرہ ہے کہ

اس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے اور جب اس کا ظہور ہو گا تو کون کھڑا رہ سکے گا' کے الفاظ سے اظہر من الشمس ہے
سب سیر اٹھا کر دیکھیں ان میں درج ہے کہ جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے
کائنات کو بقعہ نور بنایا' بت سر نگوں ہو گئے کعبہ تعظیماً" جھک گیا آسمان کے ستارے جھک گئے پرند چرند اور درند ایک
دوسرے کو مبارک بادی دے رہے تھے ملائکہ اور حوریں خوش تھیں۔ عرش و فرش پر آپ کی آمد آمد کے تذکرے تھے۔
قیصو کسریٰ کے محلات کے کنگرے گر پڑے آتش کدہ فارس بجھ گیا۔ فاضل بریلوی علیہ رحمتہ نے کیا خوب کہا۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ کو مجرے کو جھکا　　تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر پڑا

فاتح رسول

کہ انجیل کی کتاب یوحنا عارف کا مکاشفہ کے باب ۶ میں ہے کہ اور میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا اور اس کا
سوار کمان لیے ہوئے ہے۔ اسے ایک تاج دیا گیا اور وہ فتح کرتا ہوا نکلا تاکہ اور بھی فتح کرے (مکاشفہ باب ۶ آیت ۲) یہ
پیشنگوئی بھی سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق ہے کیونکہ آپ کی سواری گھوڑا تھا آپ اپنے
ہاتھ میں عربی کمان رکھتے تھے۔ خطبہ جمعہ کے وقت بھی اکثر عربی کمان رکھتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو تیر اندازی کا حکم بھی
فرمایا جیسا کہ ارموا فان اباکم کان رامیا کے حکم سے واضح ہے آپ کو کل کائنات کی سرداری کا تاج عطا فرمایا جیسا کہ حضور علیہ
الصلوۃ والسلام کے فرمان ہیں

انا سید ادم و انا سید المرسلین و لا فخر۔

آپ کے اسماء شریفہ میں سید آپ کا اسم شریف ہے فتح کا تذکرہ رب العالمین نے اس طرح فرمایا۔
انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ (پ ۲۶ ع ۹) "بے شک ہم نے آپ کے لئے روشن فتح فرمادی"۔

رسول اعظم

تخت ہے ان کا تاج ہے ان کا　　سارے جہاں میں راج ہے ان کا

انجیل کی کتاب اکرنتھیوں کے باب ۱۳ میں ہے کہ "محبت کو زوال نہیں۔ نبوتیں ہوں تو موقوف ہو جائیں گی زبانیں ہوں
تو جاتی رہیں گی علم ہو تو مٹ جائے گا کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناتمام لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا
رہے گا (اکرنتھیوں باب ۱۳ آیت ۸ تا ۱۰)
مندرجہ بالا مضمون میں امام المرسلین' خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری کا تذکرہ ہے کیونکہ
پہلے جتنے نبی آئے وہ کسی قوم کسی علاقہ کی طرف آئے۔ مگر ہمہ گیر رسالت کے ساتھ جو رسول مبعوث ہوئے وہ ہمارے آقا

احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔ snak قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (پ ۹ ع ۱۰)

"تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں"۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا" وَ نَذِیْرًا" وَ دَاعِیًا" اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا"۔ (پ ۲۲ ع ۳)

اور ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا" وَّ نَذِیْرًا" (پ ۲۲ ع ۹)

اور محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے ۔۔۔ پر نہ ڈوبا نہ ڈوبے ہمارا نبی!
سارے اچھوں سے اچھا جسے سمجھئے ۔۔۔ ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی!

نور کی گواہی

انجیل یوحنا میں ہے کہ ایک شخص یوحنا نام آموجود ہوا جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا یہ گواہی کے لئے آیا کہ نور کی گواہی دے تاکہ سب کے اس کے وسیلہ سے ایمان لائیں وہ خود تو نور نہ تھے مگر نور کی گواہی دینے کو آیا تھا حقیقی نور جو ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے دنیا میں آنے کو تھا وہ دنیا میں تھا اور دنیا اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئی اور دنیا نے اسے نہ پہچانا (یوحنا باب ۱ ۶ تا ۱۰)

اس میں احمد مختار مدنی تاجدار محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات کی نورانیت کا تذکرہ ہے کیونکہ سرور کائنات، سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قد جاء کم من اللہ نور میں نور قرار دیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی فرمان ہے۔

اول ماخلق اللہ نوری و کل خلائق من نوری

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور ساری مخلوق کو میرے نور سے پیدا فرمایا حدیث قدسی بھی ہے

لولاک لما خلقت الافلاک اگر محبوب میں تجھ کو پیدا نہ فرماتا تو کائنات کو ہی پیدا نہ فرماتا۔

ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار ۔۔۔ وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی یہ پیشنگوئی حضور پر نور نور علی نور کے متعلق ہی ہے۔

غیب کی خبریں دینے والا نبی

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

اس پیشنگوئی میں بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تذکرہ ہے کیونکہ سچائی کی راہ دکھانے والا اسی نبی آخر الزمان کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی حقانیت کا اللہ کریم نے والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون

اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں (پ ۲۴ ع ۲) اور

یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے (پ ۲۲ ع ۱۸)

آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا کا مصداق وہی محبوب رب العلی محمد علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ جس کے متعلق خدا کا فرمان ہے۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى۔ (پ ۲۷ ع ۵)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا میں اسی شفیع بوراں سید مرسلاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی علمی شان کا تذکرہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

اور تمہیں سکھلایا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ نبی غیب داں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی فرمان ہے۔

علمت علم الاولین والاخرین (تحذیر الناس ص ۵ مطبوعہ دیوبند) میں اولین و آخرین کے علم کو جانتا ہوں۔

دنیا کا سردار

انجیل یوحنا میں ہے کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ وہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (یوحنا باب ۱۴ آیت ۳۰)

اس بشارت میں جو دنیا کے سردار کی آمد کا تذکرہ ہے وہ سید العالمین، شفیع المذنبین علیہ افضل الصلوات والتسلیم کی ذات بابرکات ہے رب العالمین جل جلالہ نے جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیم سے یوم میثاق کو اسی ہستی کے متعلق وعدہ لیا تھا جس کا تذکرہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (پ ۳ ع ۱۷)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی فرمان ہے

(انا سید ولد آدم او و انا سید المرسلین (مشکوات شریف صحیح مسلم شریف)

ستاروں کو کہہ دو کہ کوچ کریں مہتاب منور آتا ہے　　قوموں کے پیغمبر آ تو چکے اب سب کا پیغمبر آتا ہے

قارئین ! عیسائی حضرات کی اس محرف شدہ انجیل سے بھی اظہر من الشمس ہے کہ سرکار سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے سرور دو جہاں۔ وارث کل جہاں۔ مالک کون مکان۔ باعث تخلیق زمین و آسمان۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آمد آمد بعثت مبارکہ اور تشریف آوری کی بشارت اور خوشخبری دی ہے۔ بلکہ ان میں جو کمال تھا وہ سب حضور پر نور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل تھا اسی لئے ابن حجر نے شرح قصیدہ ہمزہ شریف میں کہا ہے۔

کل فضل فی العالمین فمن فضل　　النبی استعارہ الفضلاء

جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اسی نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کے فضل سے مانگ کر لی ہے۔

قارئین حضرات :اب عیسائی علماء نے اپنی کتب میں حضور پر نور نور علے نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں جو نعت اور توصیف پڑھی اس کو درج کیا جاتا ہے۔

نجرانی پادری کا بیان

ایک دن سیدنا عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرہ میں تشریف فرما تھے کہ نجران کا پادری ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ من ہمی ہنم در کتب خود پیغمبرے کہ باقی ماندہ از اولاد اسماعیل کہ ایں زمان ولادت اوست صفت وے چنیں و چناں است۔ میں نے اپنی کتب میں ایک آخری پیغمبر کی صفات پڑھی ہیں اور وہ نبی اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہو گا اور یہ زمانہ اس کی ولادت شریفہ کا ہے اور اس کی یہ صفات میں ہیں میں ابھی یہ بات کر ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آنجا رسید اسقف بوے نظر کرد و چشم و پشت و قدم وے را احتیاط نمود گفت آں پیغمبر کہ مے گفتم این است رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہاں تشریف لے آئے پادری نے آپ کو دیکھا اور خاص کر آپ کی چشم مبارک، پشت مبارک اور قدم مبارک کو احتیاط سے دیکھا پھر کہا کہ میں نے جس نبی کی آمد کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہیں یہ کس کے فرزند ارجمند ہیں؟ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ میرے پوتے ہیں ابھی یہ اپنی والدہ کے شکم اطہر میں تھے کہ ان کے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص ۳۲

عیسائی علماء کے پاس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصاویر

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو قریش کی ایذا رسانی مجھے سخت ناپسندیدہ تھی۔ جب یہ خطرہ لاحق ہوا کہ قریش سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کر دیں گے تو میں مکہ مکرمہ سے ملک شام چلا گیا وہاں میں ایک گرجا میں پہنچا وہاں کے راہب اپنے سردار کے پاس گئے اور میرے متعلق اس کو بتایا۔ سردار نے ان کو کہا کہ تین دن تک اس کی مہمان نوازی کرو تین دن کے بعد کہا کہ اسکو ضرور کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے جاؤ اس سے پوچھو کہ کیا واقعہ در پیش آیا ہے۔ حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ میرے پاس آئے اور پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ اور کوئی بات نہیں صرف اتنی بات ہے کہ۔

ان لی قریة ابراهیم ابن عمی یزعم انه نبی فاذاه قومه فخرجت لئلا اشهد ذالک

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن مکہ مکرمہ میں میرے چچا زاد بھائی کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے اس پر ان کی قوم نے ان کو ایذا دینی شروع کی ہے یہ دیکھ کر میں وہاں سے چلا آیا ہوں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو نہ دیکھوں۔

ان راہبوں نے میری یہ ساری داستان اپنے سردار کو سنائی سن کر سردار نے ان کو حکم دیا کہ اس کو میرے پاس بلاؤ میں اسکے پاس چلا گیا اور اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا تو اس نے کہا کہ تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ اس کو قتل کر ڈالیں گے میں نے کہا ہاں اس سردار نے مجھے کہا کہ کیا تم ان کی صورت پہچان لو گے۔ میں نے کہا کہ ابھی ابھی تو میں ان کے پاس سے آیا ہوں۔ بعد ازاں اس نے چند تصویریں دکھائیں جو غلاف کے اندر رکھی ہوئی تھیں میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تصویریں ان سب تصویروں میں ان کے مشابہ ہے بس وہی قد و قامت ، وہی جسامت اور وہی آپ کے شانوں کے درمیان فاصلہ ہے اس نے کہا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ ان کو قتل کر دیں گے میں نے کہا میرا یہ یقین ہے وہ تو ان کو قتل کر بھی چکے ہوں گے تو راہبوں کے سردار نے کہا۔

و اللہ لا یقتلوہ و لیقتلن من یرید قتله و انه لنبی و لیظهرنه اللہ (مجمع الزوائد ص ۲۳۳ ج ۱ ، فتح الباری ص ۲ ج ۷ کتاب الوفا لابن جوزی ص ۵۷ ج ۱ شواہد النبوت فارسی ص ۱۰)

اللہ کی قسم وہ ان کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ جو ان کے قتل کا ارادہ کرے گا اسی کو وہ قتل کریں گے یقیناً" وہ نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ظاہر کر کے رہے گا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آپ کی شہرت ہوئی تو اتفاق سے میں ملک شام کی طرف چل نکلا جب بصریٰ میں پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور اس نے مجھ سے پوچھا

امن اهل الحرم انت کیا تم حرم کے رہنے والے ہو۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں انہوں نے مجھ سے پوچھا **فتعرف هذا الذی تنبأ فیکم** کیا تم اس شخص کو بھی پہچانتے ہو جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے

انظر هل تری صورۃ هذا النبی الذی بعث فیکم

غور سے دیکھنا کہ ان تصاویر میں ان نبی کی کوئی شکل و صورت ہے جو نبی تم میں مبعوث کئے گئے ہیں میں نے دیکھا تو ان میں

کوئی شکل و صورت آپ جیسی نہیں میں نے ان کو کہا کہ کوں نہیں ہے پھر وہ مجھے اس سے بڑے۔

گرجے میں لے گئے۔ جس میں پہلے سے زیادہ تصویریں تھیں اور مجھ سے کہا اچھا ان میں سے کسی کی صورت ان میں سے ملتی جلتی نظر آتی ہے۔ میں نے غور کیا تو ایک تصویر بالکل آپ کے مشابہ تھی۔ انہوں نے کہا کہ خوب غور سے دیکھنا یہ تصویر تم کو بالکل آپ کی معلوم ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ میں نے کہا ہاں پھر آپ کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے انہوں نے کہا یہ تصویر میں نے کہا جی ہاں میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ آپ کی ہی تصویر ہے۔ پھر انہوں نے کہا نشھد ان صاحبکم ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ تمہارے نبی یہی ہیں۔ (کتاب الوفاء ص ۵۶ '۵۷ شواہد النبوۃ فارسی ص ۴۰ ترجمان السنۃ ص ۲۵۔۲۶ ج ۳ از بدر عالم دیوبندی۔ دلائل النبوت ص ۲۸۶)

ابن تیمیہ نے اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ۔

قال الذی اراہ الصور لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھذا النبی

وہ شخص جو تصویریں دکھا رہا تھا اس نے کہا کہ جو نبی گزرا ہے اس کے بعد دوسرا نبی ضرور پیدا ہوا ہے مگر یہ نبی (محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا (الجواب الصحیح ص ۳۷ ج ۳ از ابن تیمیہ)

ابن تیمیہ نے ایک روایت درج کی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ مقوقس شاہ مصر اور اسکندریہ کے شاہ نصاریٰ کے پاس گئے تو اس نے ان کو انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائیں اور ہمارے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی صورت بھی دکھائی جس کو دیکھ کر فوراً" انہوں نے پہچان لیا۔ (الجواب الصحیح جلد ۳ صفحہ ۳۷۵)

مقوقس شاہ مصر کا بیان۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا

ان محمد ابن مرسل ولو اصاب القبط والروم اتبعوہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اگر قبطی اور رومی حضرات کو بھی آپ کی خبر پہنچے تو وہ بھی ان کی اتباع کریں۔ (کتاب الوفا ابن جوزی ص ۵ ج ۱)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد پر بت سرنگوں ہوں گے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سطیح غسانی ایک ایسا کاہن ہوا ہے کہ جس کا اپنی تمام اولاد میں مثل پیدا نہیں ہوا اس کے بدن میں سوائے سر کی کھوپری اور ہاتھ کی ہتھیلی کے کوئی ہڈی اور پٹھے نہ تھے اور اس کی زبان کے سوا کوئی عضو و بدن متحرک نہ تھا اس کے لئے کھجور کے پتوں اور شاخوں کا ایک تخت بنا ہوا تھا جس میں پائنتی سے

لے کر پلیس تک چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے جیسے کپڑے میں ہوتے ہیں اسے اس تخت پر بٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے ایک دفعہ اسے مکہ معظمہ لائے تو قریش میں سے چار آدمی تحائف لے کر اسے دیکھنے کے لئے آئے انہوں نے تحائف کو اور اپنے حسب و نسب کو اس سے پوشیدہ رکھا اور کسی دوسرے حیلے سے اپنی نسبت ظاہر کردی اس نے کہا تم اس قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ تمہارا تعلق قریش سے ہے انہوں نے اپنے تحایف اس کے سامنے پیش کئے اور اس سے مستقبل کی باتیں پوچھنے لگے اس نے بہت سی باتیں بتائیں در آخر گفت کہ در مکہ جوانے بیروں آید از عبد مناف کہ بر اہ راست خواند و اصنام را نگونسار گرداند خدائے یگانہ را پرستد و بے را خلفاء باشند و نشان ہر یک را بہ تفصیل باز گفت و ہمچنین از ملوک بعد از ایشان باشد خبر دار و تفصیل آن در کتب مبسوطہ مسطور است۔ آخر کار کہا کہ عبد مناف کی پشت سے ایک ایسا جوان پیدا ہو گا جو از خود پڑھا لکھا ہو گا بتوں کو سرنگوں کر کے خدائے واحد کی عبادت و بندگی کرے گا۔ (شواہد النبوت فارسی ۲۱ حجتہ اللہ علی العالمین ص ۱۴۸، ۱۴۹ خصائص الکبریٰ ص ۳۸ ج ۱)

رسالت مصطفیٰ علیہ الصلوات والسلام تا قیامت ہو گی۔

یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے خواب دیکھا جس سے وہ بہت پریشان ہو گیا اس نے کاہنوں اور نجومیوں کو جمع کیا اور ان سے اپنا خواب اور اس کی تعبیر کے متعلق دریافت کیا کاہنوں اور نجومیوں نے بادشاہ سے کہا کہ تم اپنا خواب بیان کرو۔ تاکہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم خود ہی میرا خواب بیان کرو تاکہ مجھے اطمینان قلبی ہو تو انہوں نے کہا کہ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا ایسا کام تو سطیح غسانی اور شق کاہن ہی کر سکتے ہیں بادشاہ نے سطیح سمیت تمام نجومیوں کو بلا بھیجا پہلے سطیح آیا اور بادشاہ کا خواب خود ہی اس نے بیان کیا کہنے لگا تو نے یہ دیکھا ہے کہ کوئی چیز راکھ کی طرح جلی ہوئی اندھیرے سے باہر نکلی ہے اور اسے سب نے کھا لیا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیری سلطنت پر حبشہ والے غالب ہو جائیں گے۔

بادشاہ نے پوچھا کب ہوں گے؟

سطیح نے کہا ساٹھ یا ستر سال بعد

بادشاہ نے پوچھا کہ کیا ان کی یہ سلطنت ہمیشہ رہے گی؟

سطیح نے جواب دیا کہ سیف بن یزن انہیں بھگوے گا۔

بادشاہ نے پوچھا کیا ابن ذی یزن کے خاندان میں سلطنت ہمیشہ رہے گی۔

سطیح نے جواب دیا کہ نہیں۔

بادشاہ اس کی سلطنت کون ختم کرے گا۔

سطیح نبی ذکی ماتیہ الوحی من قبل العلی

ایک ایسا نبی اسکی سلطنت کو ختم کرے گا جو زکی ہوگا اور اللہ تعالیٰ بلند بالا کی طرف سے اس کے پاس وحی آتی ہوگی۔

بادشاہ: وہ بادشاہ کن سے ہوگا

سطیح: رجل من ولد غالب بن فہر بن مالک بن النصر یکون الملک فی قومہ الی اخر الدھر۔

وہ غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی اولاد میں سے ہوگا اس کی بادشاہت اور حکومت اسکی قوم میں رہتی دنیا تک رہے گی۔

بادشاہ: کیا دنیا کبھی آخر ہوگی؟

سطیح: نعم یوم یجمع فیہ الاولون والاخرون والعدلہ المحسنون ویشقی بہ المسیون

ہاں ایک دن ایسا آئے گا جس میں اولین و آخرین زمانے کے نیک و بد جمع ہوں گے نیک اپنی نیکیوں کی جزا اور بد اپنی برائیوں کی سزا پائیں گے۔

جب سطیح بادشاہ سے فارغ ہو کر چلا گیا تو شق کاہن آیا تو بادشاہ نے اس سے خواب کا تذکرہ کیا تو شق کاہن نے بھی وہی کچھ بتایا جو کچھ سطیح نے بتایا تھا نیز کہا یاتی رسول بالحق والعدل یکون الملک فی قومہ الی یوم الفصل

(کتاب الوفاص ہے تا ۷ 'شواہد النبوت ص ۴۹' ۷ الخصائص الکبریٰ ص ۸۷'۸۸ ج)

ایک رسول حقانیت اور انصاف کے ساتھ تشریف لائے گا اور اس کی حکومت اپنی قوم میں قیامت تک قائم رہے گی۔

آل غالب کے لئے دعا

علامہ عبد الرحمن جامی علیہ الرحمتہ نے روایت نقل کی ہے کہ جب اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمر بن عامر بستر مرگ پر تھا تو اس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے اور کہا کہ عالم شباب میں، تم نے عروسی نہیں کی مالک کے بغیر تیرا کوئی بچہ نہیں لیکن تیرے بھائی خزرج کے پانچ بیٹے ہیں کہنے لگا کون مالک پر جان سپاری کرے وہ خدا جو پتھر سے آگ پیدا کر سکتا ہے اس کے لئے کیا مشکل ہے کہ مالک کی نسل کو روز افزوں ترقی دے اس کے بعد مالک کی طرف رخ کر کے اسے بہت سی منظوم وصیتیں کیں جن کے آخری دو بیت یہ ہیں۔

اذبعث المبعوث من ال غالب

بمکتہ فیمابین زمزم والحجر

ھنالک نابغو نصرت بہلادکم

بنی عامر ان السعادۃ فی النصر (شواہد النبوۃ فارسی ص ۲)

جب مکہ مکرمہ میں جس میں چاہ زمزم اور حجر اسود ہیں آل غالب (آں حضرت) صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہو تو اس وقت اس کی مدد و نصرت کے لئے کمربستہ ہو جانا کیونکہ تمام سعادت اس کی مدد و نصرت میں ہے۔

شاہ ہرقل کے پاس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصویر

حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں مجھے ایک شخص کے ہمراہ شاہ روم ہرقل کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ ہم اسے سلام پیش کریں جب ہم غوطہ میں پہنچے تو جبلہ غسانی جو ہرقل کے امراء میں سے تھا۔ وہاں موجود تھا ہم نے اسے دیکھنا چاہا ہرقل نے ہمارے پاس ایک پیغام رساں بھیجا اور کہا کہ جو گفتگو چاہو اس سے کرلو ہم نے کہا بخدا ہم گفتگو نہیں کرتے مگر وہ ہمیں جبلہ کے روبرو لے آئے وہ بولا جو کہنا چاہتے ہو کو حضرت ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسے اسلام پیش کیا میں نے دیکھا کہ وہ سیاہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا سیاہ لباس کیوں پہنے ہوئے ہو؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہیں ملک شام سے نہ نکال دوں اسے جسم سے نہ اتاروں گا میں نے کہا بخدا جس سرزمین پر ہم بیٹھے ہیں اس پر تو ہم قبضہ کرلیں گے۔ بلکہ تمہارے ملک کا بہت سا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ فتح کرلیں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اسکی فتح کی خوشخبری دے دی ہے

اس نے کہا کہ تم وہ قوم نہیں ہو جو اس ملک پر قبضہ کرلے بلکہ وہ ایسی قوم ہے صبح کو روزے رکھتے ہیں اور شام کو افطار کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے ہمارے روزوں کے متعلق پوچھا ہم نے اسے بتایا تو اس کا رنگ سیاہ ہوگیا پھر کہا اٹھو تو ہمارے ساتھ ایک سفیر روانہ کیا جو ہمیں ہرقل کے پاس لے جائے جب ہم اس کے شہر کے نزدیک پہنچے تو اس سفیر نے ہم سے کہا کہ تمہاری سواریوں جیسی سواریاں لوگ اس شہر میں نہیں لاتے اگر چاہو تو تمہیں دوسری سواریوں پر سوار کردیں ہم نے کہا نہیں خدا کی قسم انہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے ان کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو ہمیں انہی سواریوں پر تلواریں حمائل کئے ہوئے شہر میں لے آئے۔ جب وہاں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریاں دریچے کے نیچے ٹھہرادیں۔ بادشاہ ہمیں دیکھ رہا تھا ہم نے لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر کا ورد کیا تو خدا جانتا ہے دریچہ ہوا سے ہلنے والے کھجور کے درخت کے طرح ہلنے لگا بادشاہ نے ایک گماشتے کے ہاتھوں پیغام بھیجا کہ تمہیں ہمارے سامنے اپنے دین کا اظہار نہ کرنا چاہیے اس کے بعد اندر آنے کی اجازت دی۔ ہم اندر گئے تو وہ سرخ کپڑوں میں ملبوس فرش پر بیٹھا تھا وہاں کا ہر دریچہ سرخ رنگ کا تھا اور اسکے پاس امراء و اعیان سلطنت کی ایک جماعت بھی تھی جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو وہ ہنس دئے اور کہنے لگے کہ تمہارا کیا جاتا ہے

اگر تم ہمیں رواج کے مطابق دعاء و سلام کہتے ہم نے کہا جو سلام و دعاء ہم ایک دوسرے پر بھیجتے ہیں تم پر بھیجنا جائز نہیں سمجھتے جس قسم کی دعا تم ایک دوسرے کو دیتے ہو ہم اسے بھی روا نہیں سمجھتے۔ بادشاہ کہنے لگا تمہاری دعاء و سلام کس طرح ہوتی ہے؟ ہم نے کہا السلام علیکم کہنے لگا اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام و دعاء کہتے ہو ہم نے کہا اسی طرح کہنے لگا وہ تمہیں جواب کس طرح دیتا ہے؟ ہم نے اسی کلمہ سے پھر کہا تمہارا سب سے بڑا کلام کون سا ہے؟ ہم نے لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہا تو دریچہ جنبش میں آگیا جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو وہ بھی ہلنے لگا اس نے پوچھا جب تم اس کلمہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو تو کیا تمہارے گھروں کے دریچے بھی اسی طرح جنبش کرتے ہیں؟ ہم نے کہا بخدا ہم نے تو [illegible] جگہ کے سوا ایسا کبھی [illegible] کہا

اس نے کہا مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم جب جگہ اس کلمہ کو پڑھتے ہو وہ جنبش میں آجاتی اور میرے ملک کا کچھ حصہ میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہم نے کہا کیوں؟ کہنے لگا اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا تقاضا نہ ہوتا بلکہ محض کسی شخص کا حیلہ و مکر و فریب ہوتا اسکے بعد اس نے مختلف سوالات کیے اور ہم جواب دیتے ہیں۔ بعد میں اس نے ہم سے نماز روزہ کے متعلق پوچھا تو ہم نے جواب دیا پھر کہا اٹھو تمہارے لئے ایک اچھا سا مکان تعیر کر دیا گیا ہے جہاں جملہ اسباب مہمانی مہیا ہیں چونکہ ہم وہاں تین دن تک قیام پذیر رہے اس لئے وہ ہمیں ہر رات طلب کرتا اور جن چیزوں کے متعلق ہم سے پوچھ چکا تھا دوبارہ پوچھتا اور ہم بھی اعادہ و جواب کرتے جاتے پھر اس نے کوئی چیز طلب کی تو ایک چار گوشہ صندوق لایا گیا جو زر و جواہرات سے بھرا ہوا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے ہر خانے کا ایک دروازہ تھا

اور ہر دروازہ پر ایک ایک تالا تھا اس نے ایک تالا کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا باہر نکالا اس کو کھولا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ سرخ آنکھیں کشادہ اور گردن دراز تھی اور ایسی دراز کہ ایسی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی لیکن بے ریش تھا اور اس کے گیسو ایسے عمدہ تھے گویا دست قدرت نے خود بنایا ہے کہنے لگا

اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اس کے بعد دوسرا دروزاہ کھولا اور سیاہ پارچہ کا ٹکڑا نکالا اس پر ایک سفید رنگ سرخ چشم اور ایک بڑے سر والے آدمی کی تصویر تھی یہ شخص اپنے محلہ اور محاسن میں یکتا نظر آتا تھا کہنے لگا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے

پھر ایک دروزاہ کھولا اور دوسرا قطعہ حریر سیاہ نکالا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ نہایت سفید نہایت عمدہ جسم پیشانی روشن، کشیدہ رخسار، سفید داڑھی گویا وہ زندہ تھا اور ہنس رہا تھا کہنے لگا اسے پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک دروزاہ کھولا ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ کی تصویر تھی جب ہم نے دیکھا کہ یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصویر تھی ہم پر گریہ طاری ہو گیا اور ہم تعظیما" اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے تو اس نے کہا تمہیں تمہارے پروردگار کی قسم سچ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر ہیں؟ ہم نے کہا ہاں، یہ ہمارے پیغمبر ہیں جنہیں ہم اب بھی دیکھتے ہیں وہ کچھ دیر ہماری طرف بھی دیکھتا رہا پھر کہا اس صندوق کا آخری خانہ بھی ہے لیکن میں نے تمہیں دکھانے میں عجلت کی ہے کہ تم کیا کہتے ہو بعد ازاں ایک اور دروازہ کھولا جس میں پہلے کی طرح پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی تصویر تھی آخر میں ایک ایسے نوجوان شخص کی تصویر تھی جس کے محاسن نیک تھے جسم پر بہت سے سیاہ بال تھے، خوبصورت چہرہ تھا بادشاہ نے کہا اسے پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ کیا یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں۔ پھر ہم نے پوچھا یہ تصویریں کہاں سے آئی ہیں؟ جو

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حلیوں کے موافق ہیں اور ہمارے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی تصویر بالکل انکے حلیہ کے موافق تھی اس نے کہا آدم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی تھی کہ ان کی اولاد سے جتنے نبی ہوں گے ان کی شکلیں انہیں دکھلائے تو خدا نے ان کی تصویریں ان کے پاس بھیج دیں اور خزانہ آدم علیہ السلام میں مغرب شمس کے نزدیک تھی ذوالقرنین علیہ السلام ان تصویروں کو مغرب شمس سے لے آئے اور حضرت دانیال علیہ السلام کو دے دیں پھر کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں اور تمہارا کوئی غلام بن کر رہوں جب موں تو نیک سلوک کیا جائے اور مجھے واپس لوٹا دیا جائے واپسی پر جب ہم حضرت ابوبکر کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے تمام گفتگو کا اعادہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سن کر رو پڑے اور فرمایا خداوند تعالیٰ نے اس کے لئے کسی چیز کا ارادہ فرمایا ہے تو جو وہ چاہتا ہے کرے گا پھر فرمایا ہمارے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ تورات و انجیل میں یہود اور نصاریٰ آپ کی مدح و نعت پڑھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (شواہد النبوۃ فارسی ص ۳۰-۴۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ قادسیہ کے دوران میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا کہ آپ نضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو حلوان بھیج دیں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھیج دیا جب حضرت نضلہ بن معاویہ نصاری رضی اللہ عنہ نے حلوان کے مضافات پر حملہ کیا تو بہت سے قیدی اور مال غنیمت ہاتھ لگا عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے آپ نے ایک پہاڑ کے دامن میں اقامت اختیار کی جب نماز کے لئے اذان کے دوران میں اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی اے نضلہ! تو نے بڑے کی بڑائی بیان کی جب انہوں نے اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو آواز آئی اے نضلہ! تو نے زبان سے کلمہ اخلاص نکالا ہے جب اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو آواز آئی ھو الذی بشرنی عیسیٰ بن مریم و علی راس امتہ الی یوم القیامۃ۔ جب حی علی الصلوات کہا تو آواز آئی طوبیٰ من مشی الیھا والمب الصاجب حی علی الفلاح کہا تو آواز آئی قد افلح من اجاب جب اللہ اکبر کہا تو آواز آئی اے نضلہ! تو نے کلمہ اخلاص ادا کیا ہے جب وہ اذان سے فارغ ہوئے تو کہنے لگا اللہ تم پر رحم فرمائے تو کون ہے جب تو نے اپنی آواز ہمیں سنوا دی ہے تو اپنی شکل بھی دکھا دے کیونکہ ہم بھی بندگان خدا اور اس کے رسول کی امت ہیں اس کے بعد پہاڑ میں اچانک شگاف گیا اور اس میں سے ایک بہت بڑا سر نکلا جس پر سفید بال اور پرانے پشمینہ کا کپڑا تھا وہ بولا السلام علیکم و رحمۃ اللہ انہوں نے وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کے بعد پوچھا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں زریب بن برثملی۔ بندہ نیکوکار حضرت عیسیٰ بن مریم صلوٰۃ اللہ علیہ کا وصی ہوں انہوں نے مجھے اس پہاڑ پر ٹھہرا رکھا ہے اور اس وقت تک میری زندگی کے لئے دعا کی ہے جب وہ آسمان سے اتریں۔ خنزیر کو قتل کر دیں اور صلیب کو توڑ کر عیسائیوں کے بہتان و افتراء سے برءت کا اظہار کریں اور غائب ہو گیا۔ حضرت نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو لکھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا

حضرت عمر نے سعد کو جوابی خط لکھا اور مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ اس پہاڑ پر لے جایئے اگر اسے وہاں پاؤ تو اس سے میرا سلام کہنا۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیوں میں سے کوئی ایک اس پہاڑ میں اقامت گزیں ہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار ہزار مہاجر و انصار کی معیت میں چالیس روز تک اس پہاڑ پر رہے ہر نماز کے وقت اذان کہتے مگر کوئی جواب نہ آتا۔ (شواہد النبوۃ فارسی ص ۳۰ رحمۃ للعالمین ص ۲۹)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اور گرجا کا پادری

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ شہر میں گیا اور وہاں کے پادریوں سے میں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صفات کے بارے سوالات کیے ابویحنس گرجا کا بہت بڑا پادری تھا لوگ اس کے پاس تحائف لے کر آتے اور وہ ان کے لئے دعائیں کرتا میں نے اس کو پانچ نمازیں بڑے ذوق و شوق اور اہتمام سے پڑھتے بھی دیکھا اس سے میں نے سوال کیا۔

حل بقی احد من الانبیاء کیا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کا آنا باقی ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں۔

لیس بینہ وبین عیسیٰ بن مریم احد اس آخری نبی اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہ ہو گا وہ نبی قد امرنا عیسیٰ علیہ السلام باتباعہ

اور وہ اس شان کے نبی ہیں کہ ہم کو سید نا عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی اتباع کا حکم دیا ہے

وھو النبی الامی العربی اسمہ احمد اور اس نبی امی عربی کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے ان کی آنکھیں مبارک سرخ۔ لمبے لمبے بال مبارک وغیرہ و معہ اصحابہ یفدونہ بانفسھم یھاجر الی ارض ذات سباخ و نخل یدین بدین ابراھیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھ وہ ساتھی ہوں گے جو آپ پر جانثاری کریں گے اور آپ سے اپنے آباؤ اجداد اور اولاد سے زیادہ محبت رکھتے ہوں گے اور ایک کھجوروں والی اور پتھروں والی زمین کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور ابراہیم علیہ السلام کے دین مبارک پر ہوں گے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پادری سے کہا کہ ان کی اور صفات بھی بیان کرو تو اس نے کہا۔

یخص بما لا یخص بہ الانبیاء قبلہ ان کو اللہ تعالیٰ ایسی خصوصیت سے نواز لے گا جو پہلے نبیوں میں سے کسی نبی کو بھی عطا نہیں ہوئی

کان النبی یبعث الی قومہ و بعث الی الناس کافۃ و جعلت لہ الارض مسجدا و طھورا اینما ادر کتہ الصلوۃ تمم و یصلی و من کان قبلہ مشدد علیہ لا یصلون الا فی الکنائس و البیع

وہ اپنی قوم کی طرف سے اور سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوں گے اور ان کے لئے تمام زمین کو سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا جائے گا تاکہ جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے تو تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں۔ اور جو لوگ آپ سے پہلے تھے ان پر سختی تھی وہ گرجوں

اور عبادت خانوں کے علاوہ دوسری جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ (کتاب الوفا ابن جوزی ص ۹۸ ج ا شواہد النبوۃ ص ۴۴)

شاہ حبش اور حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ اپنی قوم کی طرف اور سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوں گے اور ان کے لئے تمام زمین کو سجدہ گاہ اور پاک بنا دیا جائے گا تاکہ جہاں کہیں نماز کا وقت آ جائے تو تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور جو لوگ آپ سے پہلے تھے ان پر سختی تھی وہ گرجوں اور عبادت خانوں کے علاوہ دوسری جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے (کتاب الوفا ابن جوزی ص ۹۸ ج ا شواہد النبوۃ ص ۴۴)

علامہ عبدالرحمن علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب سیف بن ذی یزن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت کے بعد حبشہ پر غالب آیا اور وہاں اس کی سلطنت قائم ہو گئی تو عبد المطلب وہب بن عبد مناف اور قریش کے تمام سرکردہ افراد اسے مبارک باد دینے کے لئے یمن میں صنعاء گئے اور اجازت لے کر اندر گئے تو عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے نزدیک بیٹھ گئے اور بات چیت کے لئے اجازت چاہی حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت فصیح اور بلیغ انداز میں دعا و ثنا دی اور مبارک دی۔ بادشاہ کو یہ انداز بہت اچھا لگا تو پوچھا آپ کون ہیں؟ حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں ہاشم کا بیٹا ہوں بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور تمام شرفائے قریش کی تعظیم و عزت کی اور انہیں دارالضیافت میں لے گیا اور ان کی شایان شان دو کمرے مختص کر دئے وہاں ایک ماہ تک رہے انہوں نے اس کو دیکھا نہ واپس جانے کی رخصت چاہی ایک ماہ بعد اسے ان کا حال پوچھنے کی سوجھی ایک آدمی کو عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج کر انہیں بلا لائے وہ گئے تو اس نے انہیں خلوت میں اپنے سامنے بٹھایا اور کہا

اے عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تجھے اپنے علم کے مطابق کچھ بتاتا ہوں اگر تیری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں ہرگز اس سے نہ کہتا لیکن چونکہ تم اس چیز کے معدن ہو اس لیے میں صرف تمہیں مطلع کرتا ہوں تمہیں چاہئے کہ اسے پوشیدہ ہی رکھو جب اس کے ظاہر کرنے کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر شخص پر ظاہر کر دے گا پھر کہا ہم نے کتاب مکنون اور علم مخزون میں ایک بہت بڑی خبر پائی ہے جس میں تمہاری اور تمام مخلوق کی خیریت و عافیت ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ ایک لڑکا تہامہ یعنی مکہ مکرمہ میں یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہو گا اور اس کے والدین انتقال کر جائیں گے اور چچا اور دادا اس کی کفالت کریں گے اللہ تعالیٰ اسے رسول بنا کر بھیجے گا اور ہمیں اس کا مددگار اور معاون بنائے گا وہ اپنے دوستوں کو عزیز رکھے گا دشمنوں کو نزدیک نہ آنے دے گا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوستوں کی ہر طرح معاونت کرے گا اور جسے بھی چاہے گا اچھی چیزوں کا مالک بنا دے گا اس کے سبب سے آتش کفر بجھ جائے گی ہر شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ اختیار کرے گا۔ شیاطین مرحوم و مقہور ہو جائیں گے اور بتوں کی پرستش بند ہو جائے گی اور وہ ٹوٹ پھوٹ جائیں گے آپ کا کلام قول فیصل ہو گا اور وہ خود اس پر عمل پیرا ہو گا اور نہی عن المنکر کرے گا اور خود اس سے گریز کرے گا جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں سنیں تو دعا و ثناء کے بعد فرمایا اے بادشاہ! اس راز کو ذرا وضاحت سے بیان کرو ابن ذی یزن نے اس عظیم ہستی کی قسم کھائی اور کہا اے عبد المطلب! آپ اس کے بلاشبہ دادا ہیں۔ جب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے سنا تو فوراً سجدہ ریز ہوئے ابن ذی یزن نے کہا

اے جان برادر! آپ کا دل مطمئن ہو اور آپ کا علم ترقی پذیر ہو کیا تجھے کچھ پتہ چلا ہے کہ وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا میں کچھ گیا وہ میرا لائق و کالائق بیٹا تھا جس کا میں نے اپنے خاندان کی لڑکی سے نکاح کیا ان سے ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا اس کے والدین انتقال فرما گئے ہیں میں اور اس کا چچا اس کی تربیت کرتے ہیں ابن ذی یزن بولا۔ جو بھی میں نے تمہیں کہا ہے اس لیے کہا ہے کہ تم اس کے حالات یہودیوں سے پوشیدہ رکھو۔ کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ان پر غلب نہ ہونے دے گا۔ اور دیکھئے یہ باتیں اپنے ساتھیوں کو نہ بتایئے کیونکہ ان کے مکرو فریب سے بھی میں ڈرتا ہوں مبادا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے تمہیں ان پر سیادت و سرداری حاصل ہو جائے تو وہ یا ان کے بچے حضور کو ہلاک کر دیں۔ پھر کہا اگر مجھے پتہ چل جائے کہ ان کی ولادت سے پہلے مجھے موت نہ آئے گی تو میں ہر طرح سے سوار یا پیادہ یثرب جاتا اور اسے اپنا دارالحکومت بناتا اور آپ کی معاونت و نصرت پر کمربستہ ہو جاتا کیونکہ میں نے سابقہ علوم کی کتب بالخصوص میں پڑھا ہے کہ آپ کا دارالحکومت مدینہ منورہ ہو گا اور اسی جگہ آپ کا سلسلہ کار مستحکم ہو گا اور اسی شہر سے آپ کے اعوان و انصار اٹھیں گے اور آپ کا مدفن بھی وہی ہو گا ورنہ ان پر مصائب کے طوفان سے ڈرتا اور آپ کے حال سے دوسروں کو آگاہ کرتا اور عرب کو آپ کا مطیع و منقاد بناتا۔ لیکن ایک حقیقت تم پر واضح کر دوں تم سے کوئی تقصیر نہ ہو گی یعنی تم اپنے فرائض سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو سکو گے۔

اس کے بعد قریش کے ہر فرد کو دس دس غلاف دس دس کنیزیں دو دو چادریں سو سو اونٹ۔ اور پانچ پانچ رطل سونا دس دس رطل چاندی اور عنبر سے بھرے ہوئے برتن دیئے اور عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام کے برابر چیزیں دیں۔ اور کہا آئندہ سال بھی آئے گا لیکن وہ اسی سال مر گیا اس کے بعد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ قریش سے کہا کرتے تھے ۔ کہ مجھ سے نہ بڑھا کرو کیونکہ بادشاہ کی عطاء اس نسبت بزرگی و شرف سے کمتر ہے جو مجھے میرے فرزندوں سے ہے جب ابو طالب سے ان فرزندوں کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ ان کے نام ظاہر نہ کرتے۔ (شواہد النبوت فارسی ص ۳۰)

امیہ بن انصلت کا واقعہ

ابو سفیان سے روایت ہے کہ امیہ بن انصلت مجھ سے عتبہ بن ربیعہ کے اخلاق و احوال کے متعلق پوچھا کرتا تھا میں اسے جواب دیا کرتا تھا وہ میرے جواب کو بہت پسند کیا کرتا تھا۔ جب اس نے اس کی عمر پوچھی تو میں نے کہا وہ عمر رسیدہ ہے۔ اس نے کہا خاموش ہو جاؤ میں تمہیں اس کا بھید بتاتا ہوں ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ہماری سر زمین سے ایک پیغمبر مبعوث ہو گا اور مجھے یقین تھا کہ وہ میں ہوں گا جو نبی میں نے اہل علم حضرات سے اس بارے عتبہ بن ربیعہ کے سوا کسی کو اس لائق نہ پایا جب تو نے یہ کہا کہ وہ عمر رسیدہ ہے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ جو شخص چالیس سال کی عمر سے تجاوز کر گیا ہے اور ابھی مبعوث نہیں ہوا وہ پیغمبر نہیں ہو سکتا جب یہ بات زبان زد خاص و عام ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو گئے میں تجارت کی غرض سے ملک یمن میں جایا کرتا تھا میں امیہ بن ابی انصلت کے پاس جا کر از راہ مذاق کہنے لگا

جس پیغبر کا تجھے انتظار تھا مبعوث ہو گیا ہے اس نے کہا کہ وہ برحق ہے اور سچ کہتا ہے کہ اس کی متابعت کرو میں نے کہا تم اس کی متابعت کیوں نہیں کرتے کہنے لگا مجھے اپنے قبیلہ سے شرم آتی ہے کیونکہ میں ان سے ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا کہ وہ پیغبر میں ہوں گا۔ لیکن اب نظریہ آتا ہے کہ میں بنی عبد مناف کے ایک لڑکے کی متابعت کروں گا اور اے ابو سفیان مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اگر تو اس کی مخالفت کرے گا تو تیری گردن میں بکری کی طرح رسی ڈال کر اس کے سامنے لے آئیں گے۔ اور وہ تمہارے خلاف جیسا چاہے گا حکم دے گا۔

کہتے ہیں کہ امیہ بن ابی الصلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا قصیدہ پڑھا۔ ابتداء میں زمین و آسمان کے اوصاف بیان کئے پھر تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کئے قصیدہ کے اختتام پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدحت سرائی کی جس میں آپ کی رسالت کی تصدیق۔ حضور علیہ الصلوت والسلام نے اسے سورہ یٰسین پڑھ کر سنائی وہ بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں یہ بشر کا کلام نہیں ہے لیکن میں اپنے بھائی بندوں کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیکی دے مجھ پر ایمان لے آؤ اور صراط مستقیم اختیار کرو وہ کہنے لگا جب میں جلدی واپس آتا ہوں۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جتنی جلدی ہو سکتا تھا شام پہنچا ایک گرجے میں جہاں بہت سے راہب مشغول عبادت تھے ان سے صورت حال بیان کی ان میں سے ایک نے کہا جس کے متعلق تم نے یہ گفتگو کی ہے اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو۔ اس نے کہا ہاں وہ راہب یا پادری اسے اپنے گھر لے گیا جس کی دیواروں پر انبیاء کرام علیہم السلام کی تصویریں بھی ہوتی تھیں اس نے امیہ کو اندر لے جا کر ایک تصویر دکھائی جب رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصویر دیکھی تو امیہ نے کہا وہ یہ ہیں راہب نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی دے جلدی سے واپس چلے جاؤ اور اس پر ایمان لے آؤ کیونکہ وہی رسول خدا ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ (شواہد النبوت فارسی ص ۳۰)

حضرت جارود بن عبد اللہ بارگاہ رسالت میں

مولوی سلیمان منصور پوری نے خصائص الکبریٰ کے حوالہ سے روایت درج کی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ملک یمن کے سب سے بڑے عیسائی عالم (حضرت جارود بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے آئے اور نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تو انہوں نے کہا

والذی بعثک بالحق لقد وجدت و صفک فی الانجیل و لقد بشر بک ابن البتول (رحمتہ للعالمین ص ۳۰۸ ج ۲)

اس خدا کی قسم ہے جس نے حضور کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں نے آپ کا وصف انجیل میں دیکھا ہے اور بتول مریم کے فرزند (عیسیٰ) نے آپ کی بشارت دی ہے۔

حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بشارت

حضور پر نور نور علیٰ نور محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب پہلی وحی جبریل امین لے کر حاضر ہوئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا زملونی زملونی مجھے کمبل پہناؤ پھر آپ نے غار حرا والا تمام واقعہ سنایا تو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لائیں حضرت ورقہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے یعنی عیسائی تھے حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبرانی میں لکھا کرتے تھے آپ نے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عبرانی میں کیا تھا۔ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور نابینا ہو گئے تھے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے ان سے کہا: یا ابن عم اسمع من ابن اخیک۔ اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی بات سن۔ تو حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یا ابن اخی ماذا تری اے میرے بھتیجے آپ نے کیا دیکھا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام واقعہ سنایا تو ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً "کہا ھذا الناموس الذی نزل اللہ علی موسیٰ یہ وہی ناموس موسیٰ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا تو حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کاش میں اس وقت جوان ہوتا کاش میں اس وقت زندہ ہوتا آپ کو آپ کی قوم مکہ مکرمہ سے نکال دے گی تو رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا وہ مجھے نکال دیں گے کیونکہ جو کچھ آپ (نبوت) لے کر آئے ہیں وہ جو کوئی بھی لے کر آیا ہے اس سے عداوت کی گئی

و ان یدرکنی یومک انصرک نصرا "موزرا" اور اگر آپ کے اس زمانہ مبارکہ نے مجھے زندہ پایا۔ تو میں کمربستہ ہو کر آپ کی مدد کروں گا (صحیح بخاری شریف ص ۳)

ناظرین کرام۔ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بارگاہ مصطفوی میں جو یہ عرض کیا ھذا الناموس الذی نزل اللہ علی موسیٰ۔ یہ وہی فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اور آپ کے لوگ مکہ سے نکال دیں گے وغیرہ الفاظ سے واضح ہے کہ آپ نے کتب سابقہ خصوصاً "انجیل میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے متعلق پڑھا تھا اس لئے فوراً" جواب عرض کیا تھا۔

حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدد کرنے کی خواہش کا اظہار کرنا ان کے مسلمان ہونے کی بین دلیل ہے مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ ورقہ کے موحد ہونے میں تو شک نہیں جاہلیت میں بھی وہ موحد تھے پھر نصرانی ہو کر بھی موحد رہے نصرانیت کی حالت میں توریت اور انجیل کی بشارت کے مطابق انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبی اللہ مان لیا (سیرت المصطفیٰ ص ۲۳۰ ج ۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان فرمایا کہ میں ملک فارس میں قریہ جیبئی کا رہنے والا تھا میرا باپ اپنے شہر کا چودھری تھا اور سب سے زیادہ مجھ کو محبوب رکھتا تھا جس طرح کنواری لڑکیوں کی کی جاتی ہے اسی طرح وہ میری حفاظت کرتا تھا اور مجھ کو گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا۔ ہم مذہباً" مجوسی تھے میرے باپ نے مجھ کو آتشکدہ کا محافظ اور نگہبان بنا رکھا تھا کہ کسی وقت بھی آگ بجھنے نہ پائے ایک مرتبہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مشغول تھا اس لئے مجبوری مجھ کو کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کے لئے بھیجا اور یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا میں گھر سے نکلا تو راستہ میں ایک گرجا پڑتا تھا اندر سے کچھ آواز سنائی دی میں دیکھنے کے لئے اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا تو ایک نصاریٰ کی جماعت ہے کہ جو نماز میں مشغول ہے مجھ کو ان کی یہ عبادت پسند آئی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ ان لوگوں نے کہا ملک شام میں اسی میں آفتاب غروب ہو گیا۔ باپ نے انتظار کر کے تلاش میں قاصد دوڑائے جب گھر واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا کہ کہاں تھا؟ میں نے تمام واقعہ بیان کیا باپ نے کہا اس دین یعنی (نصرانیت) میں کوئی خیر نہیں۔ تیرے باپ دادا کا دین (یعنی آتش پرستی) بہتر ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں خدا کی قسم نصرانیوں ہی کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے باپ نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِي لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِينَ (۲۶-۲ع) (جیسا کہ عام اہل باطل کا طریق ہے) میں نے پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے کہلا بھیجا جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھ کو اطلاع کر دینا چنانچہ انہوں نے مجھ کو موقع پر اطلاع دی کہ نصاریٰ کے تاجروں کا ایک قافلہ شام واپس جانے والا ہے میں نے موقعہ پا کر بیڑیاں اپنے پاؤں سے نکال دیں اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

ملک شام پہنچ کر دریافت کیا کہ عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم کون ہے لوگوں نے ایک پادری کا نام بتایا میں اس کے پاس پہنچا اور اس سے اپنا تمام واقعہ بیان کیا اور یہ کہا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں مجھ کو آپ کا دین مرغوب اور پسند ہے آپ اجازت دیں تو آپ کی خدمت میں ہی رہ پڑوں اور دین سیکھوں۔ آپ کے ساتھ نمازیں پڑھوں تو پادری نے کہا کہ ٹھیک ہے وہاں رہنے پر چند دنوں کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ وہ اچھا آدمی نہ تھا بڑا حریص، لالچی اور طماع تھا دوسروں کو صدقت اور خیرات کا حکم دیتا تھا اور جب لوگ روپیہ لے کر آتے تھے تو خود جمع کر کے رکھ لیتا۔ فقرا اور مساکین کو نہ دیتا تھا اسی طرح اس نے اشرفیوں کے سات مٹکے جمع کر لئے تھے۔ جب وہ مر گیا اور لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے جمع ہوئے تو میں نے لوگوں کو اس کا حال سنایا اور اس کے اشرفیوں کے جمع کئے ہوئے سات مٹکے بھی دکھلائے لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ خدا کی قسم ہم! ایسے شخص کو ہرگز دفن نہیں کریں گے آخر کار اس پادری کو سولی پر لٹکا کر سنگسار کر دیا اور اس کی جگہ اور عالم کو بٹھلایا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نئے مسند نشین عالم سے بڑھ کر عالم، عابد اور زاہد دنیا سے بے تعلق

کسی کو نہیں دیکھا۔ مجھے اس سے حد سے زیادہ عقیدت ہو گئی میں اس کی خدمت کرتا رہا جب وہ قریب المرگ ہوا تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ مجھے وصیت کیجئے کہ آپ کے بعد کس کی خدمت میں جاکر رہوں تو اس نے کہا کہ موصل میں ایک عالم ہے اس کے پاس چلا جانا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس کے بعد اس کی وصیت کے مطابق نصیبین میں ایک عالم کے پاس رہا اور اس کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ میں ایک عالم کے پاس رہا جب وہ بھی دنیا سے کوچ کرنے لگے تو میں نے کہا میں فلاں فلاں عالم کے پاس رہا ہوں اب آپ بتائیں کہ میں کس کے پاس جاؤں تو انہوں نے فرمایا کہ میری نظر میں اس وقت کوئی ایسا عالم نہیں کہ جو صحیح راستہ پر ہو اور میں اس کا تم کو پتہ بتاؤں البتہ ایک نبی کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے وہ نبی دین ابراہیمی پر ہو گا عرب شریف کی سرزمین پر اس کا ظہور ہو گا ایک نخلستانی زمین کی طرف ہجرت فرمائے گا اگر تم وہاں پہنچ سکو تو ضرور پہنچنا ان کی علامت یہ ہو گی کہ وہ صدقہ کا مال نہ کھائیں گے۔ ہدیہ قبول کرلیں گے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی دوران میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع تھیں اتفاقاً ایک قافلہ عرب کو جانے والا مل گیا میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں یہ بکریاں اور گائیں سب کی سب تم کو دے دوں گا تو قافلہ والوں نے رضامندی کا اظہار کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ لے لیا جب وادی قریٰ میں پہنچے تو میرے ساتھ ان قافلہ والوں نے یہ بد سلوکی کی کہ مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا جب میں اس یہودی کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہو۔ لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا۔ کہ بنی قریظہ میں ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھ کو اس سے خرید کر مدینہ منورہ لے آیا۔ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو خدا کی قسم مدینہ منورہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یقین کر لیا کہ یہ وہی شہر ہے جو مجھ کو بتلایا گیا تھا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اسی طرح دس مرتبہ سے زیادہ مرتبہ فروخت ہوا ہوں۔ (لوگوں نے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا بے رغبتی کے ساتھ دراہم معدودہ میں خریدا لیکن اس کی اصلی قیمت کو کسی نے نہ پہچانا) میں مدینہ منورہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنی قریظہ میں اس کے درختوں کا کام کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم علیہ افضل الصلواۃ والتسلیم کو مکہ مکرمہ میں مبعوث فرمایا مگر مجھ کو غلامی اور خدمت کی وجہ سے مطلقاً علم نہ ہوا جب نبی پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لائے اور قباء میں قیام فرمایا تو اس وقت میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میرا آقا جو کہ یہودی تھا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی جو کہ میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا نے کہا خدا بنی قبیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے کہ وہ قباء میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں۔ جو مکہ سے آیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی اور پیغمبر ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

فواللہ ان ھو الا انفذ تنی العرواء حتی ظننت انی ساسقط علی صاحبی خدا کی قسم یہ سنتا ہی تھا کہ مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا اور مجھ کو یہ غالب گمان ہو گیا کہ میں ابھی اپنے آقا پر گر پڑوں گا۔

ان دونوں یہودیوں نے جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو متعجب ہوئے میں درخت سے اترا اور اس خبر دینے والے یہودی سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے وہ خبر مجھے بھی سناؤ اس پر میرے آقا کو غصہ آگیا اور مجھے زور سے ایک طمانچہ مارا اور کہا تجھ کو اس سے کیا مطلب تم اپنا کام کرو۔

جب شام کو میں اپنے کام سے فارغ ہوا اور جو کچھ میرے پاس تھا لیا اور بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت قباء میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھیوں کے پاس کچھ نہیں اس لئے میں آپ کو صدقہ پیش کرتا ہوں تو آپ نے اپنی ذات مقدسہ مطہرہ کے لئے صدقہ قبول کرنے سے انکار فرمادیا نیز فرمایا کہ میرے لئے صدقہ جائز نہیں ہے اور صحابہ کرام کو اجازت دے دی کہ تم لے لو۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم یہ ان تینوں علامات میں سے ایک ہے میں واپس ہو گیا اور پھر کچھ جمع کرنا شروع کیا۔ جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ آپ کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کروں۔ صدقہ تو آپ قبول نہیں فرماتے اس ہدیہ کو شرف قبولیت بخشیئے۔ تو آپ نے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ خود بھی اس سے کھایا اور صحابہ کو بھی کھلایا۔ تو میں نے دل میں کہا کہ دوسری علامت ہے۔

میں واپس آگیا اور دو چار روز گزرنے کے بعد پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت ایک جنازے کے ہمراہ جنت البقیع میں تشریف لائے تھے صحابہ کرام علیہم رضوان کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی آپ درمیان میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور سامنے سے اٹھ کر پیچھے کی طرف آ بیٹھا کہ مہر نبوت دیکھوں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے اور خود بخود پشت مبارک سے چادر کو اٹھا دیا اور میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور مہر نبوت کو بوسہ دیا اور رو پڑا کہ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سامنے آؤ تو میں سامنے آیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا اے عبداللہ بن عباس جس طرح آپ سے میں نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے اسی طرح میں نے یہ تمام واقعہ تفصیلاً "اپنے آقا و مولا احمد مختار مدنی تاجدار حبیب کردگار محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے ہی بیان کیا اور دست رحمت پر اسلام قبول کیا۔ "طبقات ابن سعد صفحہ ۵۳ تا ۵۷ ج ۴ تاریخ ابن ہشام ۲ ج شواہد النبوت فارسی ۶۰-۶۱"

انجیل میں شہادت

قاضی سلیمان منصور پوری ابن سعد کی تصنیف لطیف طبقات الکبریٰ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ سہل مولیٰ عثیمہ کہتے ہیں کہ ملک مریس کے اندر ایک نصرانی تھے جو انجیل پڑھا کرتا تھا اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت انجیل میں درج ہے وہ اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہو گا" رحمۃ للعالمین ۲۹ ج ۲"

امام جلال الدین السیوطی اور محدث ابن جوزی علیہما الرحمۃ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت درج کی ہے (خصائص

الکبریٰ ص ۳۰ ج ا کتاب الوفاص ۵۹ ج ا)

احمد مجتبیٰ کی آمد

عیسائیوں میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں آیا۔ فاتی علی نسوۃ قد اجتمعن فی یوم عید من اعیادھم چند عورتیں ایک مقام پر خوشی کی تقاریب میں سے ایک تقریب پر جمع تھیں ان کے خاوند اپنے کام کاج کی وجہ سے وہاں پر نہ تھے پس اس عیسائی شخص نے کہا۔

یانساء قریش انہ سیکون فیکم نبی یقال لہ احمد

اے قریش کی عورتو عنقریب تم میں ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا اسم مبارک احمد ہو گا۔ (کتاب الوفاص ۶ ج ا حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۰۶)

انجیل برنباس کے حوالہ جات

اب حضرت سیدنا عیسیٰ نبینا علیہ الصلوات والسلام کی انجیل برنباس میں درج شدہ امام الانبیاء مالک ہر دو سرا شافع روز جزا محمد مصطفیٰ علیہ التحیتہ والصلوات والسلام کی بزرگی اور فضیلت کے متعلق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت پیش کی جاتی ہیں۔

نبیوں کا سرتاج

تب یسوع اس مقام پر چڑھ گیا جہاں سے فقیہ تقریر کیا کرتے تھے۔ اور ہاتھ سے خاموشی کا اشارہ کر کے اپنا منہ کھولا اور کہا" مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے اپنی بھلائی اور رحمت سے اپنی مخلوق پیدا کرنے کی مشیت کی۔ تاکہ وہ اس کی تمجید کریں۔
مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسوں اور نبیوں کے سرتاج یعنی خدا کے آخری رسول کو تمام مخلوقات سے پہلے بنایا تاکہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد کی زبانی فرمایا کہ ستارہ صبح سے پہلے قدوسوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے فرشتے پیدا کئے تاکہ وہ اس کی خدمت کریں" (انجیل برنباس ز باب ص ۴)

THEN ascended jesus to the place whence the saribes were wont ot speak. And having beckoned with the hand for silence, he opened his mouth saying, Blassed be the holy name of God, who of his godness and mercy willed ot create his creatures that they might glorify him. Blessed be the holy name of God, WHO created the splendour of all the saints and prophets before all things to send him for the salvation of the world as he spake by his servant David saying. Before Lucifer in the brightness of the saints I created thee. Blessed be the holy name of GOD, who created the angels that they might serve him.

جب آدم اٹھ کھڑا ہوا تو اس نے ہوا میں ایک تحریر دیکھی جو سورج کی طرح چمکتی تھی کہ خدا ایک ہی ہے اور محمد خدا کا رسول ہے اس پر آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا اے خداوند! میرے خدا! میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق کی تقدیر فرمائی مگر میں منت کرتا ہوں مجھے بتا کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے محمد خدا کا رسول ہے کیا مجھ سے پہلے اور انسان بھی ہوئے ہیں۔ (انجیل برنباس ص ۳۵ ۳۶ باب ۳۹)

Adam, having sprung up upon his feet, saw in air a writting that shone like the sun, Which said: there is only one God, and MOHAMMAD is the messenger of GOD. Where upon Adam opened his mouth and said. I thanke thee O LORD my GOD, that thouhast deigned to create me but tell me. I pray thee, What meanth the message of those words. MOHAMMAD is messenger of GOD.HAVE there been other men hefore me?

آدم علیہ السلام کے ناخنوں پر اسم محمد لکھا جانا

آدم نے خدا کی منت کی کہ خداوند یہ تحریر میرے ہاتھ کی انگلیوں ... [illegible] ... دے تب خدا نے پہلے انسان کے

انگوٹھوں پر تحریر درج کر دی دائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا خدا ایک ہی ہے اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر لکھا تھا محمد خدا کا رسول ہے تب پہلے انسان نے پدرانہ شفقت سے یہ الفاظ چومے اور اپنی آنکھیں ملیں اور کہا مبارک ہو وہ دن جب تو دنیا میں آئے گا (انجیل برنباس [illegible])

Adam besought GOD saying. LORD grant me this writting upon the nails of the fingers of my hands. Then GOD gave the first man upon his thumbs that writting upon the thumb nail of the right hand it said. THERE is only one GOD, and upon the thumb nail of the left it said. MOHAMMAD is messenger of GOD. Then with fatherly affection the first man kissed those words, and rubbed his eyes , and said BLESSED be that day when thou shall come to the world.

مالک و مختار

خدا نے آدم اور حوا سے جو دونوں رو رہے تھے کہا تم بہشت سے چلے جاؤ توبہ کرو اور تمہاری آس نہ ٹوٹے کیونکہ میں تمہارا بیٹا یوں اس حال میں بھیجوں گا کہ تمہاری نسل شیطان کی حکومت نوع انسانی سے دور کر دے گی کیونکہ وہ میرا رسول جو آئے گا [illegible] چیزیں عطا کروں گا (انجیل برنباس [illegible])

GOD said to ADAM (and) EVE, who were both weeping. GO ye forth from paradise and do Penance and let not your hope fail, for I will send your son in such wise that your seed shall little the dominion of SULTAN form off the human race, for the who shall come, my messenger to him will I give all things.

حضور کی آمد کی خواہش

خدا نے اپنے تئیں پوشیدہ کیا اور فرشتے میکائیل نے انہیں "آدم اور حوا" کو بہشت سے باہر کر دیا اس پر آدم نے گھوم کر پھاٹک پر لکھا دیکھا۔ خدا ایک ہی ہے اور محمد اس کا رسول ہے اس پر اس نے رو کر کہا خدا کی مرضی ہو اے میرے بیٹے کہ تو جلد آئے اور ہمیں مصیبت سے چھٹکارا دے" (انجیل برنباس [illegible])

GOD hid himself and the angel MICHAEL drave them forth form paradise. Where upon ADAM, turning him round, saw written above the gate. THERE is only one GOD and MOHAMMAD is messenger of GOD.
WHERE upon weeping, he said. MAY it be pleasing to GOD, O, my son that thou come quickly and draw us out of miserv.

شان مصطفوی اور دین محمدی

تب یسوع نے کہا میں ایک آواز ہوں جو سارے یہودیہ میں پکارتی ہے کہ خداوند کے رسول کے لئے راہ تیار کرو جیسا [illegible]

ی کتاب میں لکھا ہے انہوں نے کہا اگر تو مسیح نہیں نہ ایلیاہ نہ کوئی نبی تو تو نئے عقیدے کیوں سکھاتا ہے اور مسیح سے زیادہ اپنا چرچا کراتا ہے؟ یسوع نے جواب دیا جو معجزے خدا میرے ہاتھ سے کرواتا ہے ان سے ظاہر ہے کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کی مرضی ہے نہ میں فی الواقع اپنے تئیں وہ کہلواتا ہوں جس کا تم ذکر کرتے ہو کیونکہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ خدا کے اس رسول کی جرابوں کے بند یا جوتیوں کے تسمے کھول سکوں جسے تم مسیح کہتے ہو جو مجھ سے پہلے بنایا گیا ہے اور میرے بعد آئے گا اور سچائی کا کلام لائے گا کہ اس کے دین کی انتہا نہ ہوگی" انجیل برنباس ۳۹ ۳۹ باب ۴۲"

THEN said JESUS, I am a voice that crieth through all judaea and crieth, PREPARE ye the way for messanger of the LORD, even as it is written in ESAIAS.

THEY said. " If thou be not the MESSIAH nor ELIJAH, or any prophet,
wherefore dost thou preach new doctrine and make thyself of more account than the MESSIAH ?

Jesus answered. The miracles which God worketh by my hands show that I speak that which GOD willeth, nor indeed do I make myself to unloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the messanger of GOD, Whom ye call MESSIAH, who was made before me and shall bring the words of truth, so that his faith shall have no end.

باعثِ تخلیقِ کائنات

خدا نے کہا مرحبا اے میرے بندے آدم میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا ہے اور وہ جسے تو نے دیکھا ہے تیرا بیٹا ہے جو دنیا میں اب سے بہت سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہو گا جس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں جو آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا جس کی روح میرے ہر چیز پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی" انجیل برنباس ۱۶ باب ۳۹"

THEN said GOD BE thou welcome. O my servant ADAM . I tell thee that thou art the first man whom I have created. And he whom thou hast seen (mentioned) is thy son, who shall come into the world many years hence, and shall be my messanger, for whom I have created all things, who shall give light to the world when he shall come, Whose soul was set in celestial splendour sixty thousand years before I made any thing.

نبی کریم کے صدقے میں برکت

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر نبی جب آیا ہے خدا کی رحمت کا نشان صرف ایک قوم کے لئے لایا ہے اور اسی لیے ان کا کلام نہ

پھیلا۔ سوائے ان لوگوں تک کہ جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے پر خدا کا رسول جب وہ آئے گا تو خدا اسے گویا اپنے ہاتھ کی مہر عطا کرے گا کہ وہ دنیا کی ان تمام قوموں کے لئے جو اس کا دین قبول کریں گی نجات اور رحمت لائے گا وہ بے دینوں پر طاقت کے ساتھ آئے گا اور بت پرستی مٹاوے گا یہاں تک کہ وہ شیطان کو مبہوت کر دے گا کیونکہ خدا نے ابراہیم سے یہی وعدہ کیا تھا۔ کہ دیکھ تیری نسل میں میں زمین کے تمام قبیلوں کو برکت دوں گا اور جس طرح اے ابراہیم تو نے بت پاش پاش کیے اسی طرح تیری نسل بھی کرے گی" انجیل برنباس ۵۱۔۵۲ باب ۴۳"

Verily I say unto you that every prophet when he is come hath borne to one nation only the mark of mercy of GOD. AND and so their words were not extended save to that people to which they were sent. BUT the messenger of GOD, When he shall come, GOD shall carry salvation and mercy to all the nations of the world that shall receive his doctrine. He shall come with power upon the ungodly and shall destroy idoltary, insomuch that he shall make SULTAN confounded, for so promised GOD to ABRAHAM, saying, BEHOLD, in they seed I will bless all the tribes of the earth, and as thou hast broken in pieces the idols, O, ABRAHAM even so shall they seed do.

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ و آلہ وسلم کی عظمت و رفعت کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں کہ پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول ایک شان ہے جو تقریباً" سب کو جنہیں خدا نے بنایا ہے مسرت بخشے گا کیونکہ وہ آراستہ ہے فہم اور صلاح کی روح سے عقل اور طاقت کی روح سے خوف اور محبت کی روح سے۔ دانائی اور اعتدال کی روح سے وہ آراستہ ہے سخاوت اور رحم کی روح سے انصاف اور تقویٰ کی روح سے شرافت اور صبر کی روح سے جو اسے خدا نے اپنی تمام مخلوقات سے تین گنی زیادہ عطا کی ہیں کیا ہی مبارک ہے وہ وقت جب وہ دنیا میں آئے گا یقین جانو میں نے اسے دیکھا ہے اور اس کی تعظیم کی ہے جیسے ہر نبی نے اسے دیکھا ہے کیونکہ اسی کی روح سے خدا نے انہیں نبوت دی جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی یہ کہہ کر کہ اے محمد۔ خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ یہ پا کر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا قدوس ہو جاؤں گا اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا" انجیل برنباس ۳۵ باب ۴۴

I therefore say unto you that the messenger of GOD is a splendour that shall give gladness to nearly all that GOD hath mad for he is adorned with the spirit of under. standing and of counsel the spirit of wisdom and might. the of wisdom and might, the spirit of fear and love, the spirit of charity and mercy, the spirt of justice and piety, the spirit of gentleness and patience, which he hath received from GOD three times more than he hath given to all his creatures. O blessed time when he shall to the world, Believe me that I have seen him and have done him reverence, even as every

prophet hath seen him, seeing that of his spirit GOD giveth to them prophecy. AND when I saw him my sould was filled with consolation, saying O MOHAMMAD GOD be with thee and many he make me worthy to untie thy shoelatchet, for obtaining this I shall be a great prophet and holy one of GOD. AND having said this jesus rendered his thanks to GOD.

قیامت کو شان محبوبی

قیامت کی نشانیاں بیان کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ نشانیاں ہو چکیں گی تو دنیا پر چالیس سال تاریکی چھائی رہے گی جب تنہا خدا زندہ ہوگا جو ابد تک محمود اور مجید ہوا جب یہ چالیس سال گزر جائیں گے تو خدا اپنے رسول کو زندہ کرے گا جو پھر سورج کی طرح مگر ہزاروں سورجوں جیسا تابندہ اٹھے گا وہ بیٹھ جائے گا مگر بات نہ کرے گا کیونکہ وہ گویا بے خود سا ہوگا پھر خدا اپنے چاروں برگزیدہ فرشتے اٹھائے گا جو خدا کے رسول کو تلاش کریں گے اور اسے پا کر اس جگہ کے چار اطراف پر اس کی نگہبانی کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اس کے بعد خدا تمام فرشتوں کو جلائے گا جو خدا کے رسول کے گرد مکھیوں یا شہد کی مکھیوں کی طرح چکر لگاتے آئیں گے اس کے بعد خدا اپنے تمام نبیوں کو زندگی بخشے گا جو آدم کے پیچھے ایک ایک کرکے خدا کے رسول کا ہاتھ آکر چومیں گے اور اپنے تئیں اس کی پناہ میں سونپ دیں گے پھر خدا تمام برگزیدوں کو زندہ کرے گا جو پکار اٹھیں گے اے محمد! ہمارا خیال رکھیو ان کی پکاروں پر خدا کے رسول کا رحم جاگ اٹھے گا" انجیل برنباس ۱۵۳ باب ۵۳"

When these sings be passed. there shall be darkness over the world forty years, God alone being alive, to when, be honour and glory for ever. when the forty years be passed, GOD shall give life to his messenger, who shall riase again like the sun, but resplendent as a thousand suns. He shall sit, and shall not speak, for the shall be as it were beside himself, GOD shall rise again the four angels favoured of GOD, who shall seek the messenger of GOD. and, having found him . shall station themselves on the four sides of the places to keep watch upon him. Next shall GOD give life to all the angels Who shall come like bees circling round the messeger of GOD. NEXT shall GOD give life to all his prophets, Who following ADAM, shall go every one to kiss the hand of the messenger of GOD , committing themselves to his protection. NEXT shall GOD give life to all the elect, who shall cry out. O MOHAMMAD be mindful of us. At whose cries pity shall awake in the messenger of GOD.

مقام محمود

مقام محمود پر پیارے مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے فائز ہونے کے متعلق سیدنا عیسیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ "اور جب وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تخت کے قریب پہنچے گا تو خدا اپنے رسول سے "اپنا دوست" کھولے گا جیسے ایک دوست دوست سے جب وہ بہت مدت سے نہ ملے ہوں۔ بولنے میں پہل خدا کا رسول کرے گا جو کہے گا میں تیری

پرستش اور تجھ سے محبت کرتا ہوں اے میرے خدا اور اپنے سارے دل و جان سے تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے پیدا فرمایا کہ تیرا غلام ہوں اور میری محبت میں ہی سب کچھ بنایا تاکہ میں تجھ سے سب چیزوں کی خاطر اور سب چیزوں میں اور سب چیزوں سے بڑھ کر محبت کروں" انجیل برنباس ۲۹ باب ۵۵"

AND when he hath drawn nigh unto the throne. GOD shall open (his mind) unto his messenger, even as a friend, unto a friend, unto a friend when for a long while they have not met. THE first to speak shall be the messenger of GOD. who shall say. I adore and love thee. O my GOD and with all my heart and soul I give thee thanks for that thou didst vouchsafe to create me to be thy servant, and madest all for love of me, so that I might love thee for all things and in all things and above all things.

شفاعت کبریٰ

شفاعت کبریٰ کا تذکرہ بھی انجیل میں اس طرح درج ہے کہ "اور خدا اپنے رسول سے کلام کرے گا کہ تیرا آنا مبارک۔ اے میرے وفادار بندے۔ سو مانگ جو تو چاہے کہ تجھے سب کچھ ملے گا خدا کا رسول جواب دے گا اے خداوند! مجھے یاد ہے کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو فرمایا تھا کہ میری محبت میں تو دنیا اور بہشت اور فرشتے اور انسان بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ مجھے تیرے بندے کے واسطے سے تیری تمجید کریں۔ سو خداوند خدائے رحیم و عادل میں تیری منت کرتا ہوں کہ اپنے غلام سے اپنا کیا ہوا وعدہ یاد فرما" انجیل برنباس ۲۹ باب ۵۵

AND GOD shall speak unto his messenger say. Thou art welcome, O my faithful servant. therefore ask what thou wilt, for thou shall otain all. The messenger of God shall answer. O LORD I remenber that when thou didst create me, thou saidst that thou hadst widled to make for love of me the world and paradise, and angels and men, that they might glorify thee by me thy servant. Therefore. LORD GOD, merceful and just. I pray thee that thou recollect thy promise made unto thy servant.

رسولوں کی گواہی

اور خدا جیسے ایک دوست دوست سے ہنسی کرتا ہے۔ فرمائے گا کیا تیرے پاس اس بات کے گواہ ہیں اے میرے دوست محمد اور وہ ادب سے کہے گا۔ ہاں خداوند تب خدا جواب میں کہے گا جا اور انہیں بلا۔ اے جبرئیل فرشتہ جبرئیل خدا کے رسول کے پاس آئے گا اور کہے گا آقا! تیرے گواہ کون ہیں؟ خدا کا رسول جواب دے گا۔ وہ ہیں آدم۔ ابرہام۔ اسماعیل۔ موسیٰ۔ داؤد اور یسوع مریم کا بیٹا تب فرشتہ جا کر ان مذکور گواہوں کو بلائے گا جو ڈرتے ہوئے ادھر جائیں گے اور جب وہ حاضر ہو جائیں گے۔ تو خدا ان سے کہے گا۔ میرا رسول جس بات کا دعویٰ کرتا ہے وہ تمہیں یاد ہے۔ وہ جواب میں کہیں گے کیا بات اے خداوند۔

خدا فرمائے گا کہ میں نے اس کی محبت میں سب چیزیں بنائیں تاکہ سب چیزیں اس کے واسطے سے میری حمد کریں ۔ تب ان میں سے ہر ایک جواب دے گا ۔ خداوند ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بہترین اور خدا جواب دے گا یہ تین گواہ کون ہیں تب موسیٰ کہے گا پہلا وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی ۔ اور داؤد کہے گا ۔ دوسرا وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے دی اور جو تم سے مخاطب ہے کہے گا ۔ خداوند ساری دنیا نے شیطان کے بہکانے سے مجھے تیرا بیٹا اور تیرا ساجھی کہا ۔ مگر جو کتاب تو نے مجھے دی اس نے سچ کہا کہ میں تیرا بندہ ہوں اور جو تیرا رسول دعویٰ کرتا ہے ۔ یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے ۔ تب خدا کا رسول گویا ہو کر کہے گا اے خداوند! جو کتاب تو نے مجھے دی ہے وہ بھی یہی کہتی ہے اور جب خدا کا رسول یہ کہہ چکے گا تو خدا اپنے رسول کو ایک کتاب عطا کرے گا جس میں خدا کے تمام برگزیدوں کے نام درج ہیں ۔ تب ہر مخلوق خدا کی تقدیس کرے گی ۔ تجھی کو اے خدا جلال اور عزت ہو ۔ کیونکہ تو نے ہمارے تئیں اپنے رسول کو دیا ہے (انجیل برنباس صفحہ ۲۱ ۔ ۲۶ باب ۵۵)

AND GOD shall make answer even as friend who jesteth with a friend, and shall say. HAST thou witnesses of this my friend MOHAMMAD , AND with reverence he shall say. YES LORD. THEN GOD shall answer GO shall them, O GABRIEL . THE angel GABRIEL shall come to the messenger of GOD, and shall say. LORD, who are the witnesses? THE messenger of GOD shall answer. THEY are ADAM, ABRAHAM ISHMAE, MOSES DAVID and JESUS son of MARY,

THEN shall the angel depart, and he shall call the aforesaid witnesses, who with fear shall go thither. AND when they are present GOD shall say unto them. REMEMBER ye that which my messenger affirmeth? THEY shall reply. WHAT thing O I LORD? GOD shall say THAT I have made all things for love of him, so that all things might praise me by him. Then every one of them shall answer. THERE are with us, there witnesses better than weare, O LORD AND GOD shall reply, WHO are these three witnesses? THEN MOSES shall say.

THE book that thou gavest tome is the first, and DAVID shall say. THE book that thou gavest to me is the second, and he who speaketh to you shall say, LORD the whole world deceived by SATAN said that I was thy son and thy fellow, but the book that thou gavest me said truly that I am thy servant, and that book confeseth that which thy messenger affirmeth, Then shall the messenger of GOD speak and shall say. THUS saith the book that thou gavest me. O LORD And when the messenger of GOD hath said this, GOD shall speak, saying. All that I have now done, I have done in order that every one should know how much I love thee. AND when he hath thus spoken, GOD shall give unto his messenger a book, in which are written all the names of the elect of GOD, saying. To the

alone, O GOD, be glory and honom, because thou hast given us to thy messenger.

انبیاء کی پیشانی پر مصطفیٰ کی نشانی

خدا اپنے رسول کے ہاتھ میں وہ کتاب کھولے گا اور اس کا رسول اس میں سے پڑھ کر تمام فرشتوں اور نبیوں اور سب برگزیدوں کو بلائے گا اور ہر ایک کی پیشانی پر خدا کے رسول کی نشانی لکھی ہوگی اور کتاب میں بہشت کی شان لکھی ہوگی۔
تب خدا کے داہنے ہاتھ ہر ایک چلا جائے گا۔ خداؔ کے برابر خدا کا رسول بیٹھے گا اور اس کے بعد نبی بیٹھیں گے اور نبیوں کے بعد ولی بیٹھیں گے ولیوں کے بعد نیکو کار بیٹھیں گے اور تب فرشتہ نرسنگا بجا کر ابلیس کو عدالت کے لیئے طلب کرے گا (انجیل برنباس صفحہ ۶۷-۶۸ باب ۵۵-۵۶)

GOD shall open the book in the hand of.his messenger, and his messenger reading therein shall call all the angels and prophets and all the elect, and on the forehead of each one shall be written the mark of the messenger of GOD AND in the book shall be written the glory of paradise. THEN shall each pass to the rights hand of GOD next to whome shall sit the messenger of GOD. and the prophets shall sit near him, and the Saints sit near the prophets. and the blessed near the saints shall then sound the trumpet and shall call stan to judgement

جھوٹے مدعیان نبوت سے بچو

سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰت والسلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ

تمہارا دل نہ گھبرائے نہ تم خوف زدہ ہو۔ کیونکہ میں نے تمہیں پیدا نہیں کیا۔ بلکہ خدا ہمارا خالق جس نے تمہیں پیدا کیا تمہیں بچائے گا۔ رہا میں تو میں اب دنیا میں خدا کے رسول کے لیئے راہ تیار کرنے آیا ہوں۔ جو دنیا کے لیئے نجات لائے گا۔ پر خبردار دھوکہ نہ کھانا کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے جو میرا کلام لیں گے اور میری انجیل کو ناپاک کریں گے (انجیل برنباس صفحہ ۸۳ باب ۷۲)

۱ JESUS answered. LET not your heart be trubled. neither be ye fearful. For I have not created you. but GOD our creator who hath created you will protect you. AS for me, I am now come to the world to prepare the way for the messenger of GOD, who shall bring salvation to the world. But beware that ye be not deceived. for many false Prophets shall come, who shall take my words and contaminate my gospel.

بادل کا سایہ کرنا

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے جب حواریوں سے یہ بات کہی اور پیارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت دی اور جھوٹے مدعیان نبوت سے بچنے کی تلقین فرمائی تو عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری اندریاس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں کے متعلق عرض کیا انجیل میں اس عرض کا تذکرہ یوں ہے کہ

تب اندریاس نے کہا! استاد! ہمیں کوئی نشانی بتا۔ کہ ہم اسے جان لیں۔ یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے وقت میں نہ آئے گا۔ بلکہ تمہارے چند سال بعد آئے گا۔ جب میری انجیل کالعدم کردی جائے گی۔ یہاں تک کہ بمشکل تیس ایمان دار رہ جائیں گے۔ اس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائے گا سو وہ اپنا رسول بھیجے گا۔ جس کے سر کے اوپر ایک سفید بادل چھایا رہے گا جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جان لیا جائے گا۔ اور خدا اسی کے ذریعے دنیا پر ظاہر ہوگا اور وہ بے دینوں پر بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا اور زمین سے بت پرستی کو نیست کردے گا۔ اور اس سے مجھے مسرت ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ ہمارے خدا کی معرفت اور تمجید ہوگی۔ اور میرا سچا ہونا معلوم ہوگا۔ (انجیل برنباس صفحہ ۸۴ باب ۷۲)

THEN said and rew. Master, tell us some sign, that we may know him.

JESUS answered. He will not come in your time, but will come some years after you, when my gospel shall be annulled, insomuch that there shall be searcely thirty faithful. AT that time GOD will have mercy on the world, and so he will send his messenger, over whose head will rest a white could, whereby he shall be known of one elect of GOD, and shall be by him manifested to the world. He shall come with great power against the ungodly, and shall destroy idolatry upon the earth. AND it regoiceth me because that though him our GOD shall be known and glorified, and I shall be known to be true,

چاند کا کلام کرنا

سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کا چاند سے کلام کرنے کا تذکرہ بھی انجیل میں موجود ہے۔ سرکار عیسیٰ علیہ السلام علامات مصطفوی بیان کرتے ہوئے اپنے حواریوں سے فرماتے ہیں کہ

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس کے بچپن میں چاند اس کو لوریاں دے کر سلایا کرے گا اور جب وہ بڑا ہوگا تو چاند کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے گا دنیا اس کو ٹھکرا دینے پر خبردار رہے۔ (انجیل برنباس صفحہ ۸۵ باب)

VERILY I say to you the moon shall minister sleep to him in his boy hood, and when he shall be grown up he shall take her in his hands. The world beware of casting him out.

مبارک بادی کی لہر

وہ تمام نبیوں سے زیادہ واضح سچائی کے ساتھ آئے گا۔ اور اسے سرزنش کرے گا جو دنیا کو غلط طور پر برتتا ہے ہمارے باپ کے شہر کے برج خوشی سے ایک دوسرے کو مبارک کہیں گے۔ سو جب بت پرستی خاک میں ملتی نظر آئے اور مجھے دوسرے انسانوں کی طرح انسان مانا جائے تب میں تم سے سچ کہتا ہوں خدا کا رسول آ گیا ہو گا (انجیل برنباس صفحہ ۲۵۸ باب ۷۲)

He shall come with truth more clear than that of all the prophets, and shall reprove him who useth the world amiss. THE towers of the city of our father shall greet one another for joy, and so when idolatry shall be seen to fall to the ground and confess me a man like other men, verily I say unto you the messenger of GOD shall be come.

رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

انجیل برنباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک کاہن کی گفتگو اور بات چیت درج ہے جس میں کاہن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کرتا ہے کہ

موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارا خدا ہی ہمارے پاس مسیح بھیجے گا جو ہمیں بتانے آئے گا کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔ اور دنیا کے لئے خدا کی رحمت لائے گا سو میں منت کرتا ہوں ہمیں سچ بتا کیا تو ہی خدا کا وہ مسیح ہے جس کا ہمیں انتظار ہے

یسوع نے جواب دیا یہ سچ ہے کہ خدا نے ایسا وعدہ کیا ہے پر یقیناً" میں وہ نہیں ہوں کیونکہ وہ مجھ سے پہلے بنا ہے اور میرے بعد آئے گا

کاہن نے جواب میں کہا۔ تیرے کلام اور نشانیوں سے ہمیں بہر طور یقین ہے کہ تو خدا کا نبی اور قدوس ہے سو میں تجھ سے تمام یہودیہ اور اسرائیل کے نام پر منت کرتا ہوں خدا سے محبت کی خاطر ہمیں بتا کہ مسیح کس طور پر آئے گا

یسوع نے جواب دیا۔ خدائے زندہ کی قسم جس کے حضور میری روح قائم ہے میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کا انتظار دنیا کی تمام قوموں کو ہے۔ جیسا کہ خدا نے ہمارے باپ ابرہام سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں زمین کی تمام قوموں کو برکت دوں گا پر جب خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے گا۔ تو ابلیس ناپرہیزگاروں کو یہ یقین دلا کر کہ میں خدا اور خدا کا بیٹا ہوں۔ پھر یہ ملعون فتنہ اٹھائے گا جس سے میرا کلام اور میری تعلیم ناپاک ہو جائے گی یہاں تک کہ بامشکل تیس ایک صاحب ایمان رہ جائیں گے جس پر خدا دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور اپنا رسول بھیجے گا جس کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں۔ جو دکھن سے طاقت کے ساتھ

ئے گا اور بتوں کو بت پرستوں سمیت تباہ کر دے گا جو ابلیس سے وہ غلبہ چھین لے گا۔ جو اسے انسانوں پر ہے وہ اپنے ساتھ
کی رحمت ان کی نجات کے لئے لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے۔ وہ جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا۔ گو
اس کے موزے کھولنے کے لائق نہیں ہوں۔ پر مجھے خدا کا فضل ورحمت ملی کہ اسے دیکھوں (انجیل برنباس صفحہ ۰۔
باب ۹۷)

IN the book of MOSES it is written that our GOD must send us the MESSIAH, Who shall come to announce to us that which GOD willeth and shall bring to the world the mercy of GOD. Therefore I pray tthee tell us the truth, art thou the MESSIAH of GOD whom we expect?

JESUS answered. It is true that hath so promised, but indeed I am not be for he is made before me, and shall come after me.

THE priest answered. By the words and sings at any rate we believe thee to be a prophet and an holy on of GOD. we efore I pray thee in the name of all JUDEA and ISREAL that thou for love of GOD, shouldst tell us in what wise the MESSIAH will come

JESUS answered. AS GOD liveth in whose presence my soul standeth, I am not the MESSIAH whom all the tribes of the earth expect, even as GOD promised to our father ABRAHAM, saying,

IN thy seed will I bless all the tribes of the earth, BUT when GOD shall take me away from the world. SATAN will raise again this accursed sedition by making the impious believe that I am GOD and son of GOD, whence my words and my doctrine shall be contaaminated, in so much that scracely shall there remain thirty faithful ones. Where upon GOD will have mercy upon the world, and will send his messenger for whom he hath made all things. who shall come from the south with power and shall destroy the idols with the idolaters, who shall take away the dominion from SATAN which he hath ove men. He shall bring with him the mercy of GOD for salvation of them that shall believe him and blessed is he who shall believe his words.

UNWORTHLY though I am to untie his bosen, I have received grace and mercy from GOD to see him.

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم

سیدنا عیسیٰ نبینا علیہ الصواۃ والسلام کاہن کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "تمہاری باتوں سے میری تسلی نہیں ہوئی کیونکہ جہاں تم کو نور کی امید ہے تاریکی آئے گی بلکہ میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو میرے بارے میں ہر فاسد خیال مٹائے گا اور اس کا دین پھیل کر تمام دنیا پر حاوی ہو جائے گا کیونکہ یہی وعدہ خدا نے ہمارے باپ ابراہیم سے کیا ہے اور جس بات سے مجھے تسلی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے دین کی حد نہ ہوگی بلکہ خدا کی طرف سے ناشکستہ رہے گا۔ کاہن نے جواب میں کہا کیا خدا کے رسول کے آنے کے بعد اور نبی آئیں گے۔ یسوع نے جواب دیا اس کے بعد خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی نہ آئیں گے مگر جھوٹے نبیوں کی بڑی تعداد آئے گی۔" انجیل برنباس ۹۷ باب ۹"

WITH your words I am not consoled because where ye hope for light darkness shall come but my consolation is in the coming of the messenger, who shall destroy every false opinion of me, and his faith, shall spread and shall takee hold of the whole world, for so hath God promised to Abraham our father, And that which giveth me comsolation is that his faith shall havr no end, but shall be kept inviolate by God.

The priest answered. After the coming of the messenger of God shall other prophet come.

Jesus answered. there shall not come after him true prophets sent by God, but there shall come a great number of false prophets.

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

تب کاہن نے کہا وہ مسیح کیا کہلائے جائے گا اور کس شان سے اس کا آنا ظاہر ہوگا یسوع نے جواب دیا اس مسیح کا نام قابل تعریف ہے کیونکہ خود خدا نے اس کا یہ نام رکھا ہے جب اس نے اس کی روح پیدا کی اور اسے ملکوتی شان میں رکھا۔ خدا نے کہا محمد۔ انتظار کر۔ کیونکہ میں تیری خاطر بہشت دنیا اور بڑی تعداد میں مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہوں جن کو میں تجھے تحفے میں دیتا ہوں یہاں تک کہ جو تجھے مبارک کہے گا مبارک ہوگا جو تجھے کوسے گا لعنتی ہوگا جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو اپنا رسول نجات بنا کر بھیجوں گا۔ اور تیرا کلام سچا ہوگا یہاں تک کہ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے پر تیرا دین نہ ٹلے گا سو اس کا پاک نام محمد ہے۔ تب بھیڑ نے اپنی آوازیں بلند کر کے کہا اے خدا ہمیں اپنا رسول بھیج اے محمد دنیا کی نجات کے لئے جلد آ۔" انجیل برنباس ۹۷ باب ۹"

Then said the priest, How shall the Messiah be called and what sign shall reveal his coming.

Jesus answered, " The name of the Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he had created his soul, and placed it in a celestial splendour, God said, " Wait Mohammad, for thy sake, I will to create paradise, the world , and a great multitude of creatures, Whereof I make thee a present, in so much that whose a ball bless the shall be blessed, and whose shall curse thee shall be accursed, When I shall send the into the world I shall spend thee as my messenger of salvation, and thy word shall batrue in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail : Mohammed is his blessed name,

Then the croud lifted up their voices, saving O GOD, send us thy messenger, O Mohammed. come quickly for the salvation of the World !,

ین محمدی کا فائدہ

ت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ۔ خدا کے رسول کے دین کا یہ فائدہ ہوگا کہ جو دین پر مرنے کے باعث وہ بہشت میں ئیں گے اس سزا کے بعد جس کا میں نے ذکر کیا" انجیل برنباس باب ۳۸"

" And such shall be the advantage of the faith of God,s messenger, that those that shall have believed in him , even though they have not done any good works, seeing they died in this faith shall go into paradise after punishment of which I have spoken.

را رسول چاند ہے

ت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد برنباس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا فرمان سناتے ہیں کہ میرا رسول چاند ہے جو مجھ سے سب کچھ لیتا ہے اور ستارے میرے نبی ہیں جنہوں نے تمہیں میری مرضی کی تبلیغ کی ہے "انجیل برنباس ۲۰۲ - ۲۰۳ سلسلہ انوار محمدیہ"

My messenger is the moon who from me receiveth all and the stars are my prophets which have preached to you my will.

عہد عتیق کی کتابیں اور ان کے مصنفین

عہد عتیق کی کتابیں دو قسم کی ہیں ایک وہ کتابیں جن کی صداقت کو تمام مسیحی اسلاف تسلیم کرتے تھے اور دوسری وہ کتابیں جن کی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا پہلی قسم میں اڑتیس کتابیں ہیں :-

(۱) کتاب پیدائش (۲) کتاب خروج (۳) کتاب احبار (۴) کتاب گنتی (۵) کتاب استثنا (۶) کتاب یوشع (۷) کتاب القضات (۸) کتاب راعوت (۹) کتاب اول سموئیل (۱۰) کتاب دوم سموئیل (۱۱) کتاب اول سلاطین (۱۲) کتاب دوم سلاطین (۱۳) کتاب اول اخبار الایام (۱۴) کتاب دوم اخبار الایام (۱۵) کتاب اول عزرا (۱۶) کتاب دوم عزرا جس کو نحمیا بھی کہتے ہیں (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور داؤد (۱۹) امثال سلیمان (۲۰) کتاب جامعہ (۲۱) تشید الانشاد (۲۲) کتاب اشعیا (۲۳) کتاب یرمیاہ (۲۴) مراثی یرمیاہ (۲۵) کتاب حزقی ایل (۲۶) کتاب دانیال (۲۷) کتاب ہوشع (۲۸) کتاب یوئیل (۲۹) کتاب عاموس (۳۰) کتاب عوبدیا (۳۱) کتاب یونان (۳۲) کتاب میکا (۳۳) کتاب ناحوم (۳۴) کتاب حبقوق (۳۵) کتاب صفونیا (۳۶) کتاب حجی (۳۷) کتاب زکریا (۳۸) کتاب ملاخیا۔

ان کتابوں کو یہودی بھی الہامی تسلیم کرتے ہیں البتہ یہودیوں کا سامری فرقہ ان میں سے صرف پہلی سات کتابوں کو مانتا ہے باقی کتابوں کو نہیں ۔

مروجہ تورات کا زمانہ تصنیف

یہود و نصاریٰ کا خیال ہے کہ کتاب پیدائش سے لے کر کتاب استثنا تک پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصنیف ہیں (اگرچہ انکا یہ دعویٰ ان پانچوں کتابوں کے ہر ہر باب اور ہر ہر فقرے کے بارے میں غلط قرار پاتا ہے جیسے کہ انشاء اللہ مقصد اول کی دوسری فصل میں واضح ہو گا یوسی بیس اور بعض اس کے بعد کے محققین کا کہنا ہے کہ کتاب پیدائش حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت لکھی ہے جب وہ مدین میں اپنے خسر کے گھر بکریاں چراتے تھے اور تھیوڈورٹ نمبر ۲ کہتا ہے کہ مصر سے بنی اسرائیل کو نکال لانے کے بعد لکھی ہے اور رب موسیٰ بن نکمان کا خیال ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس دن پہاڑ پر رہے تھے اس وقت اس کتاب کے مضامین اللہ تعالیٰ نے ان پر القاء فرما دیئے تھے پھر پہاڑ سے اترنے کے بعد انہوں نے یہ کتابیں لکھیں یہی قول بعض دوسرے علماء یہود کا بھی ہے اور اکثر علمائے متاخرین نے دوسرے قول کا (یعنی تھیوڈورٹ کے قول) کو اختیار کیا ہے اگر پہلے (یعنی یوسی بیس کے قول کو اختیار کیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ کتاب الہامی نہ ہو۔

اور کتاب خروج کے بارے میں اہل کتاب کا گمان یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواح کے مل جانے اور صندوق کے تیار ہو جانے کے بعد لکھی۔ ہے اور کتاب گنتی کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ میدان موآب میں لکھی گئی۔ جیسا کہ اسی کتاب کے باب ۳۶ آیت ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے اور کتاب استثنا کے حق میں یہ گمان ہے کہ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے کچھ روز پہلے میدان موآب ہی میں لکھی گئی۔ جیسا کہ کتاب استثناء کے باب اول

آیت ۵ اور باب ۳۴ آیت ا کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے

کتاب یوشع کا مصنف

کتاب یوشع کے مصنف کے بارے میں پانچ مختلف قول ہیں جس سے زمانہ تصنیف میں بھی اختلاف لازم ہے لہٰذا اس کتاب کا نہ مصنف متعین ہے اور نہ زمانہ تصنیف۔

جبرہارڈ 'ڈیوڈیٹی' ہیوٹ 'بشپ پیٹرک اور ٹالائن اور ڈاکٹر گری کے نزدیک یہ کتاب یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے ڈاکٹر لائٹ فٹ کے نزدیک یہ فلینحاس کی تصنیف ہے کالون کے نزدیک العازر کی۔ ہنری کے نزدیک یرمیا علیہ السلام کی اور وائل کے نزدیک سموئیل علیہ السلام کی اور اس کتاب کے ۱۵'۶۳ کو ۲۔ سموئیل ۵ تا ۶' ۷' ۸ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو سات سال پورے ہونے سے پہلے پہلے لکھی گئی ہے اور اس کا مصنف حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے سے اس وقت تک کوئی شخص ہے۔

کتاب القضات

کتاب القضات کے بارے میں بھی بڑا اختلاف ہے بعض لوگ اسے فلینحاس کی تصنیف بتاتے ہیں بعض حزقیاہ کی 'بعض یرمیا کی 'بعض حزقیل کی اور بعض عزرا کی۔

پھر ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ کتاب قضات کے مصنف نے یہ کتاب ملفوظات (زبانی روایتوں) کی بنیاد پر مرتب کی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تحریری دفتروں سے دیکھ کر لکھا ہے اور یہودیوں کا خیال یہ ہے یہ سموئیل علیہ السلام کی تصنیف ہے اور اگر اس کتاب کو حزقیاہ کی تصنیف مانا جائے تو یہ الہامی نہیں ہو سکتی 'کیونکہ حزقیاہ کوئی نبی نہیں ہے بلکہ ایک بادشاہ تھا۔

init p18 normal کتاب راعوت

کتاب راعوت (روت) میں بھی اختلاف ہے بعض لوگ اسے حزقیاہ کی تصنیف کہتے ہیں بعض عزرا (علیہ السلام) کی اور یہودی اور اکثر عیسائی و تخمین کی بنیاد پر اسے سموئیل علیہ السلام کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اگر پہلا قول اختیار کیا جائے (کہ حزقیاہ کی تصنیف ہے) تو یہ کتاب بھی الہامی نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کتاب کے مصنف کے بارے میں تین مختلف اقوال ہوئے اور اس سے ضمناً زمانہ تصنیف کا اختلاف بھی سمجھ میں آگیا ہے۔ ۱۸۱۹ء میں اسٹار برگ سے جو بائبل چھپی ہے اس کے مقدمے میں لکھا ہے کہ "کتاب راعوت ایک گھر کا قصہ ہے اور کتاب یونان (یوباہ) ایک کہانی ہے" (کیتھولک ہیرلڈ ج ۷ ص ۲۰۵ مطبوعہ ۱۸۴۴ء بحوالہ مقدمہ بائبل)۔

init p18 normal کتاب سموئیل

کتاب سموئیل اول میں چوبیس باب تو حضرت سموئیل علیہ السلام کی تصنیف بتائے جاتے ہیں اور اسی کتاب کے باقی ابواب 'نیز پوری کتاب سموئیل دوم کو گاڈ اور نتھان کی تصنیف کہا جاتا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ کتنا گاڈ کا لکھا ہوا ہے اور کتنا نتھان کا؟

کتاب سلاطین و تواریخ

کتاب سلاطین اول و دوم میں بھی بڑا اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حزقیاہ نے خود اپنی اپنی سلطنت کا حال لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ کتابیں گاڈ، ناتھان، شعیا علیہ السلام اور سلطنت یہودہ اور اسرائیل میں مبعوث ہونے والے دوسرے پیغمبروں نے لکھی ہیں اور اخبار الایام (کتاب تواریخ) اول دوم کو عبری لوگ عزرا علیہ السلام کی تصانیف بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے بابل کی اسیری سے رہائی کے بعد حضرت حجی اور ذکریا علیہم السلام کی مدد سے یہ کتاب لکھی ہے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف وہی ہے جو کتاب سلاطین کا مصنف ہے لیکن بائبل کے شارحین نے ان دونوں اقوال کو مخدوش قرار دیا ہے اور (مفسر بائبل) ہورن صاحب کے قول کے مطابق اس کا مصنف عزرا علیہ السلام کے زمانے کے بعد کا کوئی شخص ہے۔

کتاب نحمیاہ

اتھانیشس، اپی فی نیس اور کریزاسٹم وغیرہ کتاب نحمیاہ کو عزرا (علیہ السلام) کی تصنیف بتاتے ہیں اور بعض لوگ اسے نحمیاہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور یہی قول عام طور سے پسندیدہ سمجھا گیا ہے لیکن اس قول کے مطابق بھی یہ پوری کتاب نحمیاہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مقصد ۲ فصل ۲ میں مفصل بیان آئے گا۔

کتاب ایوب

اور کتاب ایوب کی حالت تو بہت ہی بری ہے اس لئے کہ اول تو اسی میں اختلاف ہے کہ ایوب علیہ السلام کوئی واقعی شخصیت ہیں یا یہ بھی ایک فرضی نام ہے یہودیوں کا مشہور عالم رب ممانی ڈیر، لیکلرک، میکاس سملو اور بشپ اسٹاک وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوب محض ایک فرضی نام ہے اور جو کتاب ان کی طرف منسوب ہے وہ محض ایک افسانہ ہے اور جھوٹی کہانی ہے لیکن کامٹ اور کالمٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام واقعی شخصیت ہیں پھر جو لوگ حضرت ایوب علیہ السلام کے حقیقی وجود کے قائل ہیں ان کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ وہ کس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں "بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاصر ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ یوشع علیہ السلام کے بعد قاضیوں کے زمانے میں ہوئے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اہاسی روس یا ایران کے بادشاہ اردشیر دور کے ہیں۔ بعض لوگوں نے انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر بتایا ہے بعض نے بخت نصر کا اور بعض نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا اور بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کنعان تشریف لانے سے پہلے کسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ بائبل کے مفسر ہورن کہتے ہیں کہ ان خیالات کی سطحیت انکے کمزور ہونے کی کافی دلیل ہے

پھر تیسرا اختلاف اسی میں ہے کہ کتاب ایوب کے پہلے ہی فقرہ میں غوط نامی جس بستی کا ذکر ہے وہ کس ملک میں واقع تھی؟ بوچارٹ، سپائنھم اور کامٹ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے ریگستانی علاقوں میں کسی جگہ واقع تھی۔ میکاس اور ایلیز اس کا محل وقوع درہ دمشق بتاتے ہیں۔ بشپ لوڈ، آرچ بشپ ماجی، ڈاکٹر ہیلز، ڈاکٹر گوڈ اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ غوط ادومیہ کا نام ہے۔

چوتھا اختلاف اس مصنف کے بارے میں ہے بعض حضرات نے اس کا مصنف الیہو بتایا ہے بعض نے ایوب (علیہ السلام) کو بعض نے موسیٰ علیہ السلام کو، بعض نے سلیمان علیہ السلام کو بعض نے شعیا علیہ السلام کو، اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا مصنف بادشاہ منستی کے زمانے کا کوئی نامعلوم شخص ہے بعض لوگوں نے حزقیل اور بعض نے عزرا علیہ السلام کو اس کا مصنف قرار دیا ہے اور الجن نے کہا ہے کہ اس کا مصنف الیہو کی اولاد میں کوئی شخص ہے

پھر جن لوگوں نے اس کتاب کا مصنف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے ان کے درمیان بھی اختلاف ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتداء " اسے عبرانی زبان میں لکھا ہے اور اوریجن کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سریانی زبان سے عبرانی زبان میں ترجمہ کیا ہے

اس طرح اس کتاب کے بارے میں بائیس طریقوں سے اختلاف پایا جاتا ہے (یعنی دو قول تو حضرت ایوب علیہ السلام کے وجود کے بارے میں ہی ہیں سات قول زمانہ وجود کے بارے میں، تین آپ کے وطن کے بارے میں اور دس کتاب کے مصنف کے بارے میں) اور شاید انہی اختلافات کا لحاظ کر کے فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا اور دین عیسوی کے مصلح جناب لوتھر نے اس کتاب کے بارے میں یہ فرمایا ہو گا کہ :- "وہ تو ایک کہانی ہے"

جیسا کہ وارڈ صاحب نے اپنی کتاب کے اغلاط نامے میں نقل کیا ہے۔

زبور

کتاب زبور کا سال بھی کتاب ایوب کے قریب قریب ہے چنانچہ سب سے پہلا اختلاف اس کے مصنف کے بارے میں ہے اوریجن "کریزاسٹم" "آگسٹائن" "انبروس" یوتھیمس اور دوسرے قدیم علماء تو یہ کہتے ہیں کہ ساری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف ہے اور ان کے مقابلے میں ہیلری "اتھانیشیس" جیروم "یوسی بیس" وغیرہ اس کے منکر ہیں ہارن صاحب کہتے ہیں کہ پہلا قول بالکل غلط ہے (کیونکہ اس کتاب میں بعض زبوریں داؤد علیہ السلام سے پہلے کی اور بعض آپ کے بعد کی اس دور کی بھی موجود ہیں جب بنی اسرائیل بابل میں جلاوطن تھے اور بعض دوسرے زمانوں کی زبوریں بھی موجود ہیں لہٰذا پوری کتاب زبور حضرت داؤد علیہ السلام کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟)

بائبل کے بعض مفسرین نے کہا ہے بعض زبوریں مکابیوں کے زمانے میں تصنیف ہوئی ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے

دوسرے فریق کی رائے کے مطابق تفصیل یہ ہے وہ زبوریں جن کا مصنف معلوم نہیں — کل ۳۰ عدد

وہ زبوریں جو حضرت موسیٰ کی تصنیف ہیں — کل ۱۰ عدد (از زبور ۹۰ تا ۹۹)

مصنفہ داؤد علیہ السلام — کل ۷۱ عدد

مصنفہ اساف (مگر زبور ۷۴، ۷۹ جو اساف کی طرف منسوب ہیں ان کے بارہ میں بعض محققین نے اساف کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے) — کل ۱۲ عدد

قورح کے تین بیٹوں کی تصنیف (مگر ان گیارہ کے بارے میں بھی بعض محققین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ یہ کسی نامعلوم شخص نے تصنیف کر کے ان کی طرف منسوب کر دی ہیں) — کل ۱۱ عدد

مصنفہ ہیمان ایک عدد (زبور ۸۸)

مصنفہ اتھان ایک عدد (زبور ۸۹)

مصنفہ سلیمان علیہ السلام ۲ عدد (زبور ۷۲ : ۱۲۷)

مصنفہ جدو تھن ۳ عدد

خلاصہ یہ کہ تیس زبوریں ایسی ہیں جن کا مصنف معلوم ہی نہیں کچھ زبوریں موسیٰ علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہیں اور کچھ کے مصنف اساف، ہیمان، اتھان، جدو تھن اور قورح کے تین بیٹے ہیں (مگر قورح کے بیٹوں کی طرف منسوب زبوروں کو بھی کسی اور نامعلوم شخص کی تصنیف بتایا جاتا ہے)۔

کامٹ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام کی تصنیف کردہ زبوروں کی کل تعداد صرف پینتالیس ہے ان کے علاوہ باقی زبوریں دوسرے لوگوں کی تصنیف کردہ ہیں علماء یہود کا کہنا ہے کہ درحقیقت زبوریں تصانیف تو آدم، ابراہیم، موسیٰ، اساف، ہیمان، جدو تھن اور قورح کے تین بیٹوں کی ہیں داؤد علیہ السلام نے صرف یہ کیا ہے کہ ان سب منتشر زبوروں کو ایک جلد میں یکجا کر دیا یعنی داؤد ان زبوروں کے مصنف نہیں بلکہ صرف ایک جلد میں جمع کرنے والے ہیں لیکن یہ رائے کمزور ہے ہارن صاحب کہتے ہیں کہ متاخرین علماء یہود اور بائبل کے تمام عیسائی مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ زبور، موسیٰ، داؤد، سلیمان، اساف، ہیمان، اتھان، جدو تھن اور قورح کے تین بیٹوں کی تصنیف کردہ ہے

دوسرا اختلاف زبور کے ایک جلد میں یک جا کئے جانے کے زمانے میں ہے بعض کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جمع کی گئیں اور بعض کے نزدیک حزقیاہ کے دور میں ان کو جمع کیا گیا کیونکہ زبوروں کو یکجا کرنے والے حزقیاہ کے ملازمین اور دوست تھے اور بعض نے دوسرے مختلف زمانوں کی نشاندہی کی ہے

تیسرا اختلاف ان زبوروں کے ناموں کے الہامی یا غیر الہامی ہونے کے بارے میں ہے (بعض کا قول ہے کہ کسی نامعلوم شخص نے جو نبی نہیں تھا ان ناموں سے موسوم کر دیا ہے۔

کتاب امثال سلیمان

کتاب امثال سلیمان کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے مگر یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ محاورات کا اختلاف اور جملوں کا تکرار، نیز باب ۳۰ اور ۳۱ کا مضمون اس کتاب کے سلیمان کی تصنیف ہونے کے احتمال کی تردید کرتے ہیں اور انشاء اللہ اس کا مفصل تذکرہ آگے آرہا ہے اسی طرح اس کی بھی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کتاب کو جمع ہی کیا ہو چنانچہ جمہور علمائے اہل کتاب نے اعتراف کیا ہے۔ حزقیاہ، اشعیاہ اور عزرا وغیرہ بہت سے دوسرے لوگوں نے بھی اسے جمع کیا ہے۔

اجور اور لموئیل کے بارہ میں آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکی کہ یہ دونوں حضرات کون تھے؟ بعض کا خیال ہے کہ آجور اور لموئیل دونوں سلیمان کے نام ہیں چنانچہ مسٹر ہولڈن نے اس خیال باطل کی پر زور تردید کی ہے نیز تیسویں اور اکتیسویں باب کا مضمون اس لغو رائے کا بطلان واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

کتاب جامعہ

اس میں بھی شدید ترین اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے رب چی جو کہ بڑا مشہور یہودی عالم ہے اس کا قول ہے کہ یہ شعیا علیہ السلام کی تصنیف کردہ ہے تالموڈ کے علماء کہتے ہیں کہ یہ حزقیاہ کی تصنیف ہے کروتیس کہتا ہے کہ ایک شخص زر بابل کے ایماء پر اس کے بیٹے ابی یہود کی تعلیم کے لئے کسی نامعلوم شخص نے تصنیف کی تھی مشہور مسیحی عالم جھان اور بعض جرمنی علماء کا کہنا ہے کہ یہ کتاب یہودیوں کے بابل کی قید سے آزاد ہونے کے بعد ہی تصنیف کی گئی ہے۔ زرتیل کا قول ہے کہ یہ انیٹوکس ابھی فانس کے دور میں لکھی گئی۔ بابل کی قید سے رہا ہونے کے بعد یہودیوں نے اس کتاب کے مضامین کو مجموعہ بدعات اور مختلف فیہ قرار دے کر اس کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے مگر بعد میں پھر ان کتابوں میں شامل کر لی گئی (حالانکہ بدعات اور مختلف فیہ مضامین بدستور موجود تھے)۔

نشید الانشاد

اس کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ یہ سلیمان علیہ السلام یا ان کے کسی معاصر کی تصنیف ہے ڈاکٹر کنی کاٹ اور بعض متاخرین علماء کی رائے ہے کہ یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہے قطعی غلط ہے کیونکہ یہ ان کی وفات سے مدت دراز کے بعد لکھی گئی ہے سوشیا کے بشپ پادری تھیوڈور جو پانچویں صدی میں گزرا ہے وہ اس کتاب کی اور کتاب ایوب کی شدید مذمت کرتا ہے۔ سیمن اور لیکلوک اس کی سچائی کو تسلیم نہیں کرتے تھے وشتن کہتا ہے کہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے کتب مقدسہ سے اس کا خارج کیا جانا ضروری ہے بعض متاخرین نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے سملو کا قول ہے کہ یہ جعلی کتاب ہے وارڈ کیتھولک نے اپنی کتاب اغلاط نامہ میں کاسٹلیو کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اس کتاب کو عہد عتیق کی کتابوں سے خارج کر دینے کا حکم صادر کیا تھا کیونکہ یہ ناجائز گانا بجانا ہے۔

کتاب حزقی ایل

اس کتاب کے بارے میں علمائے یہود میں شدید اختلاف رہا ہے کہ آیا اس کو کتب مقدسہ میں شامل کیا جائے یا نہیں؟

کتاب دانی ایل

اس کتاب کی حالت بھی خراب ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے کے یہودی، نیز متاخرین یہودی بھی دانیال علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے ان کی حیثیت بابل کے بادشاہ کے ایک ملازم سے زیادہ نہیں تھی چنانچہ ان لوگوں کے نزدیک کتاب دانیال الہامی کتاب شمار نہیں ہوتی۔ البتہ یوسی فیس واحد شخص ہے جو دانیال کے نبی ہونے کا قائل ہے۔

کتاب یوئیل

اس کتاب کے بارے میں یہی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی نیز اس کے مصنف یوایل علیہ السلام کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس زمانے میں ہوئے ہیں اور کہاں وفات پائی ہے؟ لہٰذا (جب مصنف کا زمانہ وجود ہی معلوم نہ ہو تو اس کی تصنیف کا زمانہ کیسے متعین کیا جا سکتا ہے) رب چی مشہور یہودی عالم اور بعض دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ

یہ (یوایل) یورام کے عہد سلطنت میں ہوئے ہیں یہود کی مشہور تاریخ کی کتابوں صدر اولام خورد اور صدر اولام بزرگ کے مصنف ' جارچی اور دیگر علمائے یہود نیز وروسیس اور آرچ بشپ نیوکم اور دیگر عیسائی علماء کے خیال میں منسائین کے دور حکومت میں ہوئے ہیں نارلوویس ' آکرمن ' کامٹ اور بعض دوسرے لوگ یوسیا کے دور حکومت میں ان کا وجود بتلاتے ہیں اوروٹ رنکاموللڈن ' روزن ملر اور ایار نبل وغیرہ بہت سے متاخرین کا خیال ہے کہ یہ عزیاہ کے دور حکومت میں گزرے ہیں۔

کتاب عوبدیا

اس کتاب کے بارے میں بھی معلوم نہیں کہ کب تصنیف ہوئی ۔ جیروم اور علماء یہود کا خیال ہے کہ یہ وہی عوبدیا ہیں جو اخاب کے بادشاہ کی طرف سے ایک صوبے کا گورنر تھا محققین کا قول ہے کہ یہ شخص یوسیا کی طرف سے بیت المقدس کا داروغہ مقرر کیا گیا تھا کتاب تواریخ ۳۴ : ۱۲ میں ان کا حال درج ہے ۔

ڈیوپن کا قول ہے احاز کے دور حکومت میں تصنیف کی گئی کروٹیس ' ہیوٹ ' ڈاکٹر لائٹ فٹ اور دیگر مفسرین اس کو ہوشع ' یوایل اور عاموس کے زمانہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں آرچ بشپ نیوکم کا خیال ہے کہ یرمیاہ علیہ السلام کے زمانہ میں تصنیف ہوئی ہے ۔

کتاب ناحوم

اس کتاب کا زمانہ تصنیف بھی معلوم نہیں بعض کہتے ہیں کہ ناحوم علیہ السلام یوتام کے دور حکومت میں ہوئے ہیں اور بعض ان کا وجود ۷۱۵ ق م کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔

کتاب حبقوق

اس کتاب کا حال بھی مذکورہ کتابوں جیسا ہے بعض کا خیال ہے کہ منسائین کے دور حکومت میں ہوئے ہیں آرچ بشپ اشر یہویاقیم کے دور حکومت میں یرمیاہ علیہ السلام کے ہمعصر بتاتا ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کا کس قوم سے تعلق تھا اور وہ کس علاقے میں ہوئے ہیں ۔

کتاب ملاخیا

اس کتاب کی حالت بھی مذکورہ کتابوں جیسی ہی ہے اوریجن کا قول ہے کہ ملاخیا نسل انسانی میں سے ہی نہیں تھے بلکہ حقیقت میں فرشتہ تھے جس نے انسانی شکل اختیار کر لی تھی کامٹ ' جیروم اور دیگر متقدمین کا کہنا ہے کہ ملاخیا در اصل عزرا ہی کا دوسرا نام ہے مگر روزن ملر کا قول ہے کہ یہ عزرا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے آرچ بشپ نیوکم ۴۳۶ قبل مسیح کا شخص کہتے ہیں ڈاکٹر کنی کاٹ ۴۲۰ قبل مسیح علیہ السلام میں ان کا موجود ہونا بتاتا ہے اور یہی ڈاکٹر ہیلز کی تحقیق ہے ہارن صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ہیں تو عزرا کے علاوہ کوئی دوسرے شخص ۔ البتہ یہ عزرا کی وفات کے بعد اس وقت ہوئے ہیں جب یہودی دوبارہ غلط راستوں پر چل نکلے تھے ۔ (۲)

عہد قدیم کی پہلی قسم

اس مجموعہ میں ۳۸ کتابیں ہیں (۱) سفر تکوین اس کا دوسرا نام سفر الخلیقہ بھی ہے (۲) سفر خروج (۳) سفر احبار (۴) سفر

عدد (۵) سفر استثناء ان پانچوں کتابوں کے مجموعہ کا نام توریت ہے یہ عبرانی لفظ ہے اور جس کے معنی شریعت اور تعلیم کے ہیں کبھی کبھی مجازاً یہ لفظ عہد عتیق کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا ہے' (۶) کتاب یوشع بن نون (۷) کتاب القضات (۸) کتاب راعوت (۹) سفر صموئیل (۱۰) سفر صموئیل ثانی (۱۱) سفر الملوک الاول (۱۲) سفر الملوک الثانی (۱۳) السفر الاول من اخبار الایام (۱۴) السفر الثانی من اخبار الایام (۱۵) السفر الاول لعزرا (۱۶) السفر الثانی' اس کا دوسرا نام سفر نحمیاہ بھی ہے' (۱۷) کتاب ایوب (۱۸) زبور (۱۹) امثال سلیمان (۲۰) کتاب الجامعہ (۲۱) کتاب نشید الانشاد (۲۲) کتاب اشعیاء (۲۳) کتاب ارمیاہ (۲۴) مراثی ارمیا (۲۵) کتاب حزقیال (۲۶) کتاب دانیال (۲۷) کتاب ہوشع (۲۸) کتاب یوایل (۲۹) کتاب عاموس (۳۰) کتاب عبدیاہ (۳۱) کتاب یوناہ (۳۲) کتاب میخا (۳۳) کتاب ناحوم (۳۴) کتاب حبقوق (۳۵) صفونیا (۳۶) کتاب حجی (۳۷) کتاب زکریا (۳۸) کتاب ملاخیا' یہ ملاخیا پیغمبر عیسی علیہ السلام سے تقریباً ۴۲۰ سال قبل گذرے ہیں'

یہ تمام ۳۸ کتابیں جمہور قدما مسیحین کے نزدیک معتمد اور معتبر و تسلیم شدہ تھیں' سامری فرقہ کے نزدیک صرف سات کتابیں مسلم ہیں' پانچ کتابیں وہ جو حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب ہیں اور کتاب یوشع بن نون اور کتاب القضات' ان کی توریت کا نسخہ عام یہودیوں کی تورات کے نسخے کے خلاف ہے (۱)
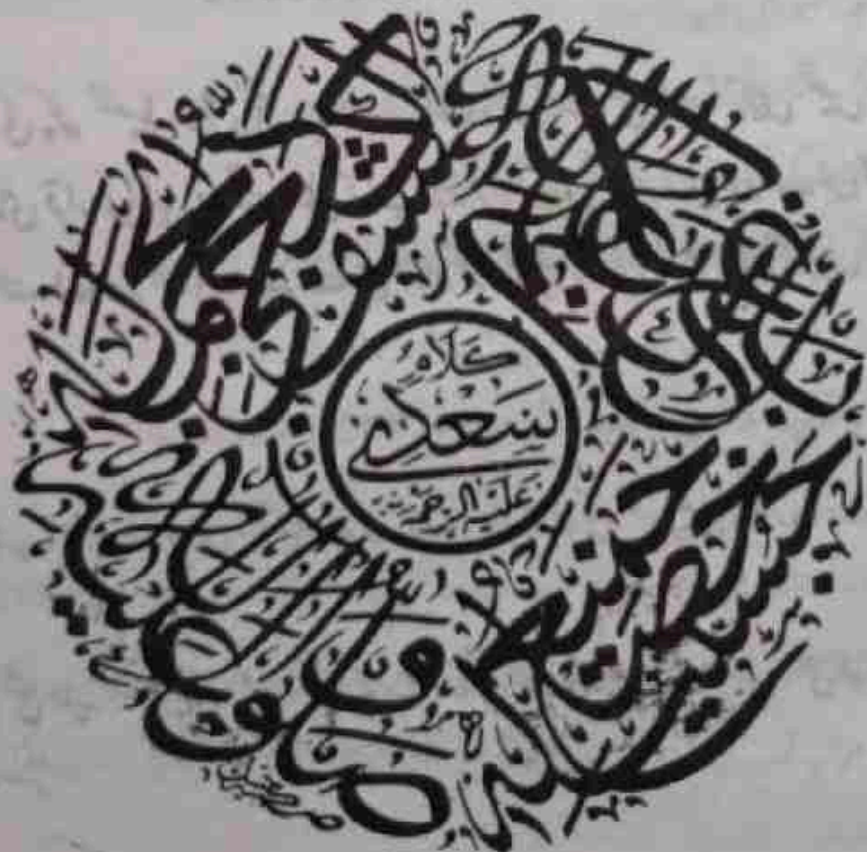
عہد عتیق کی دوسری قسم کی کتابیں

گزشتہ صفحات میں عہد عتیق کی پہلی قسم کی کتابیں (یعنی جن کی صداقت کو تمام مسیحی اسلاف تسلیم کرتے ہیں) کا مختصر تذکرہ قارئین نے ملاحظہ کیا۔ اب دوسری قسم کی کتابوں (یعنی جنکی صداقت کے بارے میں اختلاف تھا) کی حالت بھی ملاحظہ ہو۔ اس قسم میں کل نو کتابیں شامل ہیں۔

۱۔ کتاب استر ۲۔ کتاب باروخ ۳۔ کتاب دانیال کا ایک جزو ۴۔ کتاب طوبیا ۵۔ کتاب یہودیت ۶۔ کتاب دانش ۷۔ کلیسائی پندونصائح ۔ ۸۔ کتاب المقابین اول ۹۔ کتاب المقابین دوم۔

یہ نو کتابیں یہودیوں کے نزدیک تو کلی طور پر غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں البتہ عیسائیوں میں ان کی صحت اور عدم صحت کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۲)

یعنی وہ کتابیں جن کی صحت میں اختلاف ہے یہ کل ۹ کتابیں ہیں :۔

۱۔ کتاب آستر ۲ کتاب روخ ۳ کتاب دانیال کا ایک جزو ۴ کتاب طوبیا ۵ کتاب یہودیت ۶ کتاب دانش ۷ کلیسائی پندو نصائح ۸ کتاب المقابین الاول ۹ کتاب المقابین الثانی (۱)

گزشتہ صفحات میں جن کتابوں کی کچھ تفصیل پیش کی گئی ہے ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی کتابیں تھیں جو انہی مذکورہ انبیاء کی طرف منسوب ہیں اور ان کو الہامی قرار دیا گیا ہے لیکن اہل کتاب نے ان کتابوں کو گم کردیا اور اب ان کا وجود بھی نہیں پایا جاتا اور جمہور مسیحی ان کو واجب التسلیم اور الہامی ماننے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کتابوں کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ جنگ نامہ

اس کتاب کا حوالہ کتاب گنتی باب ۲۱ آیت ۱۴ میں دیا گیا ہے اور ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں مذکورہ آیت کے ذیل میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

" غالبا یہ وہی کتاب ہے جو یوشع علیہ السلام کی راہنمائی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے لکھی تھی اور اس میں موآب کے علاقے کی سرحدوں کا بیان ہے۔"

۲۔ کتاب المسہور ، آشر

اس کتاب کا حوالہ کتاب یشوع "یوشع" باب ۱۰ آیت ۱۳ اور کتاب سموئیل باب ۱ آیت ۱۸ میں موجود ہے۔

۳۔ کتاب یاہوبن حنانی

اس کتاب کا حوالہ کتاب تواریخ۔ ۲ باب ۲۰ آیت ۳۴ میں دیا گیا ہے۔

۴۔ کتاب سمعیاہ اور ۵۔ کتاب عیدو غیب بین
ان دونوں کتابوں کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۱۲ آیت ۱۵ میں آیا ہے۔
۶۔ کتاب ناتن نبی
۷۔ کتاب سیلانی اخیاہ
۸۔ مشہدات عیدو غیب بین
ان تینوں کتابوں کا حوالہ کتاب تواریخ ۲۔ باب ۹ آیت ۲۹ میں دیا گیا ہے۔
۹۔ اعمال سلیمان علیہ السلام
اس کتاب کا حوالہ کتاب سلاطین ۱۔ باب ۱۱ آیت ۴۱ میں دیا گیا ہے۔
۱۰۔ کتاب اشعیاہ "بسعیاہ"
اس کتاب میں یہوداہ کے بادشاہ عزیاہ کی مکمل سوانح عمری لکھی ہوئی تھی۔ جس کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۲۶ آیت ۲۲ میں دیا گیا ہے۔
۱۱۔ کتاب مشاہدات بسعیاہ
اس کتاب میں بادشاہ حزقیاہ کے حالات زندگی درج تھے جن کا حوالہ کتاب تواریخ ۲ باب ۳۲ آیت ۳۲ میں موجود ہے۔
۱۲۔ کتب تاریخ مصنفہ سموئیل علیہ السلام
اس کتاب کا حوالہ کتاب تاریخ ۱ باب ۲۹ آیت ۳۰ میں دیا گیا ہے۔
۱۳۔ سلیمان علیہ السلام کے ایک ہزار پانچ اشعار کی کتاب
۱۴۔ کتاب بیان خواص و نباتات و حیوانات مصنفہ سلیمان علیہ السلام
۱۵۔ سلیمان کی تین ہزار امثال "ان میں سے اب بھی کچھ موجود ہیں۔"
ان تینوں کتابوں کا ذکر کتاب سلاطین ۱۰ باب ۴ آیت ۳۲ و ۳۳ میں موجود ہے۔
۱۶۔ مرثیہ یرمیاہ
یہ مرثیہ 'نوحہ یرمیاہ کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے۔ کتاب تواریخ ۲ باب ۳۵ آیت ۲۵ میں اس کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔
ڈالیل اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ مرثیہ یرمیاہ گم ہو چکا ہے اور یہ یقیناً مشہور نوحہ یرمیاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مرثیہ تھا۔ کیونکہ نوحہ یرمیاہ تو یروشلم کی تباہی اور صدقیاہ کی ہلاکت پر کہا گیا تھا اور مذکورہ مرثیہ یرمیاہ یوسیاہ کی موت پر کہا گیا ہے۔
علاوہ مذکورہ کتابوں کے علاوہ دوسری بہت ساری کتابیں بھی تھیں۔ رومن کیتھولک علماء کے اعتراف کے مطابق یہودیوں نے ان کو پھاڑ ڈالا تھا کریز اسٹم کی تحقیق کے مطابق یہ وہی کتابیں ہیں جن کی طرف متی باب ۲ آیت ۲۳ میں اشارہ کیا گیا ہے کمو نے اپنی کتاب سوالات السوال، مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں دوسرے سوالات کے ذیل میں لکھتا ہے کہ "یہ کتابیں جن میں

ں بات کا ذکر تھا جس کی طرف انجیل متی باب ۲ آیت ۲۳ میں اشارہ موجود ہے ناپید ہو چکی ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی جو کتابیں ، تک موجود ہیں ان میں سے کسی میں عیسیٰ ناصری کا تذکرہ نہیں ہے۔"

ر کریز اسٹم اپنی تفسیر متی کی جلد ۹ میں کہتا ہے :۔ "پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہو گئیں۔ کیونکہ یہود نے غفلت سے بس بلکہ بد دیانتی سے ان کتابوں کو ضائع کر دیا۔ ان لوگوں نے بعض کتابوں کو پھاڑ ڈالا اور بعض کو نذر آتش کر ڈالا۔"

کریز اسٹم کا یہ کہنا کہ یہودیوں نے ان کتابوں کو پھاڑ کر جلا دیا اس لئے قرین قیاس ہے کہ جب یہودیوں نے دیکھا کہ حواری ین عیسوی کے احکام و مسائل کی حجیت کے لئے ان کتابوں سے استدلال کرتے ہیں تو ان لوگوں نے یہ اقدام کر ڈالا ہو گا۔

جسٹن کو طریفون کہتا ہے :۔ "یہودیوں نے عہد عتیق سے بہت سی کتابوں کو محض اس بنا پر خارج کر دیا تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ عہد جدید مکمل طور پر عہد عتیق کے مطابق نہیں ہے۔"

اس بات سے صراحتہ "یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عہد عتیق کی بہت ساری کتابیں ناپید ہو چکی ہیں۔

ڈاپلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں کتاب امثال کے آغاز میں یوں لکھا ہے کہ :۔ "اس روشن ضمیر بادشاہ (سلیمان علیہ السلام) نے اپنی عقل خداداد سے خلق خدا کے تعلیم اور افادہ کے لئے بہت ساری کتابیں تصنیف کی تھیں، لیکن عزرا (علیہ السلام) نے اس بناء پر کہ وہ مذہبی تعلیم کی غرض سے نہیں لکھی گئی تھیں یا اس وجہ سے کہ انتہائی بوسیدہ ہو جانے سے ناقص قرار دے کر قانونی کتابوں میں ان کو شامل نہیں کیا۔ تین ہزار امثال، ایک ہزار پانچ اشعار اور کتاب بیان خواص نباتات و حیوانات کے مصنف اس بادشاہ کی اب صرف تین کتابیں "کتاب امثال "کتاب جامعہ اور نشید الانشاد ہی باقی رہ گئی ہیں۔"

مذکورہ تفسیر میں کتاب سلاطین ۲ باب ۱۴ آیت ۲۵ کے ذیل میں یوں لکھا ہے کہ "یونس نبی کا ذکر صرف دو جگہ آیا ہے' ایک تو اسی آیت میں اور دوسرے اس مشہور پیغام کے ضمن میں جو وہ نینوا والوں کے لئے لائے تھے۔ اور وہ پیشین گوئیاں جن کے ذریعہ آپ نے بادشاہ سریا کے مقابلہ میں بادشاہ یربعام کو جنگ کے لئے ابھارا اور انگیخت کیا تھا کہیں لکھی ہوئی نہیں ملتیں۔ لیکن اس کا اصل سبب یہ نہیں ہے کہ بیشتر پیغمبروں کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ نہیں رہ سکیں بلکہ ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان پیغمبروں نے اپنی بیشتر پیشین گوئیوں کو قلمبند ہی نہیں کیا تھا۔"

ملاحظہ کیجئے مذکورہ بالا تمام کتابیں صفحہ ہستی سے ناپید ہو چکی ہیں اور اب ان کا صرف نام ہی نام رہ گیا ہے۔ جب اہل کتاب کی حفاظت کتب کا یہ حال ہے کہ غفلت ولاپرواہی سے اس قدر کتابوں ہی کو گم کر دیا تو بھلا بعض جملوں یا بعض حروف کے گم ہو جانے پر ہم ان سے خاک شکایت کریں۔

جمہور عیسائیوں کے نزدیک غیر معتبر کتابیں

اب ذرا ان کتابوں کی وہ فہرست ایک نظر ملاحظہ ہو جن کو جمہور عیسائی واجب التسلیم نہیں مانتے وہ یہ ہیں۔

۱۔ عزراء کی تیسری کتاب

اس کتاب کو رومن کیتھولک والے اور پروٹسٹنٹ دونوں ہی واجب التسلیم نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں الحاق ہو چکا ہے۔ ان دونوں فرقوں کے برعکس یونانی گرجا اب تک اس کو واجب التسلیم قرار دیتا ہے۔

۲۔ عزرا کی چوتھی کتاب

بعض متقدمین عیسائی زعماء نے اپنی تالیفات میں اس کتاب کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ مگر آج کل عیسائی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور اس کو جعلی قرار دیتے ہیں۔

۳۔ معراج یعسیاہ علیہ السلام

یہ کتاب یعسیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے لیکن جمہور عیسائی اس کو جعلی قرار دیتے ہیں البتہ چوتھی صدی کے ایک مشہور بدعتی عالم ہیرکس نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے۔

۴۔ مشاہدات یعسیاہ علیہ السلام

یہ کتاب بھی یعسیاہ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ عیسائی اس کو بھی جعلی قرار دیتے ہیں

۵۔ ملفوظات حبقوق

اس کتاب کی نسبت حبقوق علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے اور یہ بھی جعلی کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔

۶۔ زبور سلیمان

اس کتاب کی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے۔ متقدمین نے اس کتاب کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس کو بچی کتابوں میں شامل کر کے انہی کے ساتھ لکھتے رہے۔

چنانچہ کوڈکس اسکندریانوس نے پرانے نسخے میں اب بھی دیگر کتابوں کے ساتھ شامل کر کے لکھی ہوئی موجود ہے اور ہورن نے بھی اپنی تفسیر کی جلد ۲ میں اس کا اعتراف کیا ہے (انشاء اللہ اسی مقصد کے آخر میں ان کا قول تفصیل سے ذکر کیا جائے گا) مگر آج کل عیسائی حضرات اس کتاب کو جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی کتاب کی کسی بھی مصنف کی طرف محض نسبت کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقت میں یہ اسی مصنف کی تصنیف ہے۔

جمہور عیسائی علماء جن کتابوں کو تسلیم کر کے ان کی نسبت جس مصنف کی طرف کرتے ہیں ان کتابوں میں بیشتر جملے ایسے بھی موجود ہیں جو ان مصنفین کے اقوال کے بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں عیسائی علماء بھی انکو الحاق تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں ان کی کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ کتاب یشوع

جمہور اہل کتاب کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کتاب یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے۔ اس میں درج ذیل جملے جمہور کے اس دعوے کے صریح خلاف ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

پہلا جملہ۔ باب ۴ آیت ۹ یوں ہے کہ۔ "اور یشوع نے یردن کے بیچ میں اس جگہ جہاں عہد کے صندوق کے اٹھانے والے کاہنوں نے پاؤں جمائے تھے بارہ پتھر نصب کئے۔ چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں۔"

دوسرا جملہ:۔ باب ۵ آیت ۹ میں اس مقام پر تذکرہ یوں ہے کہ۔ "...... آج کے دن تک اس جگہ کا نام جلجال ہے۔"

تیسرا جملہ :۔ باب ۷ آیت ۲۶ یوں ہے کہ ۔ "اور انہوں نے اس کے اوپر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا دیا جو آج تک ہے تب خداوند اپنے قہر شدید سے باز آیا۔ اس لئے اس جگہ کا نام آج تک وادی عکور ہے ۔"

چوتھا جملہ باب ۸ آیت ۲۸ میں ہے ۔ "پس یشوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے اسے ایک ڈھیر اور ویرانہ بنا دیا جو آج کے دن تک ہے ۔"

پانچواں جملہ :۔ باب ۸ آیت ۲۹ میں ہے ۔ "اور اس نے عی کے بادشاہ کو شام تک درخت پر ٹانگ کر رکھا اور جونہی سورج ڈوبنے لگا انہوں نے یشوع کے حکم سے اس کی لاش کو درخت سے اتار کر شہر کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور اس پر پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر لگا دیا جو آج کے دن تک ہے ۔"

چھٹا جملہ :۔ باب ۱۰ آیت ۱۳ یوں ہے ۔ "اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔ کیا یہ آشر کی کتاب میں نہیں لکھا ہے ۔۔۔ الخ"

ساتواں جملہ :۔ باب ۱۰ آیت ۲۷ میں ہے ۔ "اور سورج ڈوبتے وقت انہوں نے یشوع کے حکم سے انکو درختوں پر سے اتار کر اسی غار میں جس میں وہ جا چھپے تھے ڈال دیا اور غار کے منہ میں بڑے بڑے پتھر دھر دیئے جو آج تک ہیں ۔"

آٹھواں جملہ :۔ باب ۱۳ آیت ۱۳ اس طرح ہے ۔ "تو بھی بنی اسرائیل نے جسوریوں اور معکاتیوں کو نہیں نکالا۔ چنانچہ جسوری اور معکاتی آج تک اسرائیلیوں کے درمیان بسے ہوئے ہیں ۔"

نواں جملہ :۔ "سو حبرون اس وقت سے آج تک قنزی یفنہ کے بیٹے کالب کی میراث ہے ۔۔۔ الخ"

دسواں جملہ :۔ باب ۱۵ آیت ۶۳ یوں ہے ۔ "سو یبوسی بنی یہوداہ کے ساتھ آج کے دن تک یروشلم میں بسے ہوئے ہیں ۔"

گیارھواں جملہ :۔ باب ۱۶ آیت ۱۰ میں ہے کہ ۔ ".... بلکہ وہ کنعانی آج کے دن تک افرائمیوں میں بسے ہوئے ہیں ... ال خ"

بارھواں جملہ (باب کے اختتام تک) باب ۲۴ آیت ۲۹ یوں ہے ۔ "اور ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ ایک سو دس برس کا ہو کر رحلت کر گیا۔"

آیت ۳۰ میں ہے کہ ۔ "اور انہوں نے اسی کی میراث کی حد پر تمنت سرح جو افرائیم کے کوہستانی ملک میں کوہ جعس کے شمال کی طرف کو ہے اسے دفن کیا۔"

آیت ۳۱ میں ہے کہ ۔ "اور اسرائیلی خداوند کی پرستش یشوع کے جیتے جی اور ان بزرگوں کے جیتے جی کرتے رہے جو یشوع کے بعد زندہ رہے اور خداوند کے سب کاموں سے جو اس نے اسرائیلیوں کے لئے کئے واقف تھے ... ال خ"

باب کے آخر تک یہ سب آیات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اس کتاب کا مصنف یوشع علیہ السلام نہیں ہیں۔

باب ۱۰ آیت ۱۳ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس کتاب کا مصنف چونکہ کتاب آشر کے بھی حوالے دیتا ہے اس لئے وہ کتاب آشر کے مصنف کا ہمعصر یا داود علیہ السلام کے زمانے سے بھی بہت بعد کا کوئی شخص ہے ۔ جیسا کہ کتاب سموئیل ۲ کے باب ۱ آیت ۱۸ کے بیان سے مترشح ہوتا ہے ۔ اس اعتبار سے کتاب یشوع کا مصنف بھی یوشع علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد کا کوئی شخص ہو گا۔

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں باب ۴ کی آیت ۹ کے ذیل میں یوں کہا ہے کہ۔ "یہ جملہ کہ "چنانچہ وہ آج کے دن تک وہیں ہیں" اور اسی طرح کے اور بھی جملے عہد عتیق کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ یہ سب الحاق ہیں۔"

دیکھئے ظن و تخمین کی بنیاد پر الحاق کہنے پر مجبور ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ عہد عتیق کی کتابوں میں جہاں ایسے جملے ہوں گے ان کا غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ الحاق ہوں گے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تفسیر میں باب ۱۹ کی آیت ۱۰ کے ذیل میں بھی الحاق کا اعتراف کیا گیا ہے اور باب ۵ کی آیت ۱۴ کی تفسیر میں کہا ہے کہ۔ "اس جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب یوشع علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کی تخت نشینی کے ساتویں سال سے پہلے کی تصنیف ہے۔"

اور اسی مذکورہ تفسیر کے باب ۲۴ کی آخری پانچ آیتوں کے تفسیر میں کہا ہے کہ۔ "اس باب کی آخری پانچ آیتیں بلاشک و شبہ یوشع علیہ السلام کا کلام نہیں ہے شاید فیحاس یا سموئیل نے بعد میں شامل کردی ہیں اور متقدمین کے دور میں اس قسم کا الحاق ایک عام بات تھی۔"

دیکھئے یہاں بھی مجبوراً "الحاق کا وجود تو یقینی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن قطعی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے الحاق کرنے والے کا تعین نہیں کیا جاسکا۔ البتہ صرف ظن و قیاس سے کام لیا ہے اور آخری جملہ تو واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ متقدمین کے ہاں ایسا الحاق اکثر رائج تھا۔ غور کیجئے ان کے اس رواج نے عہد عتیق کی کتابوں کا کیسا حلیہ بگاڑا ہو گا۔

اور پھر سینکڑوں سال میں تو ایسے الحاق بہت ہی زیادہ ہو چکے ہوں گے جن کو کسی واضح قرینہ کے نہ ہونے کی وجہ سے پہچاننا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

(۲) کتاب نحمیا:۔

کتاب نحمیا کے باب ۱۲ کی آیت ۱ سے ۲۶ تک اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ یہ نحمیاہ کا کلام نہیں ہو سکتا یہاں بھی مفسرین کو مجبوراً "الحاق کا اعتراف کرنا پڑتا ہے لیکن یہ الحاق کس نے کیا اس کا تعین وہ نہیں کر سکے چنانچہ ہورن نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ان آیات کے الحاق ہونے کا برملا اعتراف کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ آیات نحمیاہ کا کلام معلوم نہیں ہوتیں اور نہ ہی اس مقام پر مذکورہ واقعہ سے ان کا کوئی ربط نظر آتا ہے

(۳) کتاب امثال سلیمان

کتاب امثال سلیمان علیہ السلام کے باب ۲۵ سے باب ۳۱ تک کے سات باب حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصنیف نہیں ہو سکتے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے کئی سو سال بعد ان کو شامل کیا گیا ہے مثال کے طور پر باب ۲۵ آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے کہ:۔

"یہ بھی سلیمان کی امثال ہیں جن کی شاہ یہوداہ حزقیاہ کے لوگوں نے نقل کی تھی" فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء میں ہے کہ:

"ایں نیز امثال سلیمان است کہ مردمان حزقیاہ بادشاہ یہودا نقل کردند"

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ:۔

"اینها نیز امثال سلیمان اند کہ مردمان حزقیاہ ملک یہودا جمع نمودند"

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :۔
"لهذه ايضا امثال سليمان التی استکتبها اصدقاء حزقياه ملک يهوزا"

اور دوسرے تراجم میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے ملاحظہ کیجئے کہ باب ۲۵ سے ۲۹ تک پانچ ابواب تو ایسے ہیں کہ ان کو شاہ حزقیاہ کے لوگوں نے جمع کیا کیا تھا اور حزقیاہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے تقریباً دو سو اٹھائیس سال بعد میں ہوا ہے تو یہ اسبات کا یقینی ثبوت ہے کہ یہ الحاق بھی اتنا زمانہ گزرے کے بعد کیا گیا ہے۔
اس کتاب امثال باب ۳۰ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں یوں ہے
یاقہ کے بیٹے اجور کے پیغام کی باتیں :۔ اس آدمی نے اتی ایل ہاں اور اتی ایل اکل سے کہا۔ ... الخ
فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۵ء میں ہے کہ :۔
"کلمات آگور پسر یاقہ یعنی وحی کہ ان مرد بہ اتئیل بہ اتئیل و اوخال بیان کرد این است"
فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء بھی تقریباً اسی طرح ہے۔ مگر عربی تراجم میں اعجوبہ کاری کی گئی ہے وہ اس طرح ترجمہ مطبوعہ ۱۸۱۱ء سے تو یہ آیت سرے سے اڑادی گئی اور طبع ۱۸۳۰ء میں ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ :۔
"هذه اقوال الجامع بن القای الرويا التی تکلم بها الرجل الذی الله معه و اذا کان الله معه ايده فقال"
مذکورہ بالا دیگر تراجم کے ساتھ اس ترجمہ کا موازنہ کر کے بین فرق ملاحظہ کیجئے اور کتاب امثال باب ۳۱ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ یوں ہے کہ :۔
لیموائیل بادشاہ کے پیغام کی باتیں جو اس کی ماں نے اسے سکھائیں"
فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۹ء یوں ہے کہ :۔
این است کلمات بادشاہ لموئیل مقالاتے کہ مادرش ویرا تعلیم داد"
اور فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۵ء میں ہے کہ :۔
"کلمات لموئیل ملک یعنی وحی کہ مادرش باد تعلیم نمود
اور عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء میں ہے کہ :۔
" کلمات لموئيل الملک الرويا التی ادبته فيها امه"
مذکورہ بالا تراجم سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ باب ۳۰ '۳۱ بھی الحاقی ہیں سلیمان علیہ السلام کی تصنیف ہرگز نہیں ہیں۔ آجور اور لموئیل کون تھے ؟ اور کس زمانہ میں ہوئے ؟ اہل کتاب میں سے بعض مفسرین نے ظن و قیاس سے ان کا تعین کرنے کی کوشش تو کی ہے لیکن آج تک یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ کون لوگ تھے اور کس زمانے میں ہوئے ہیں ؟
ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کہا ہے کہ :۔
" ہولڈرن نے اس خیال کی تردید کی ہے کہ لموائیل 'سلیمان علیہ السلام کا نام تھا اور ثابت کیا ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے ' شاید ان کو کوئی ایسی کافی دلیل مل گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب لموائیل اور کتاب آجور الہامی ہیں ' ورنہ وہ قانونی

کتابوں میں کیسے داخل ہو سکتی ہیں"

دیکھئے محض ظن وقیاس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید متقدمین کو کوئی کافی دلیل مل گئی ہوگی۔

پانچویں مثال "کتاب یرمیاہ میں الحاق:

کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ کو الحاق قرار دیا گیا ہے چنانچہ ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں اس کی یوں تصریح موجود ہے۔

"معلوم ہوتا ہے کہ عزرا یا کسی دوسرے شخص نے اس باب کو ان پیش آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں کی توضیح کے لئے جو گذشتہ باب میں بیان ہوئی ہیں اور ان کے مرثیہ کی وضاحت کے لئے لاحق کیا ہے"

ہورن جلد ۴ ص ۱۹۵ پر کہتا ہے کہ:۔

"یہ باب یرمیاہ کی وفات کے بعد اور بابل کی قید سے آزادی کے بعد لاحق کیا گیا جس کا ذکر تھوڑا سا اس باب میں بھی موجود ہے"

مختصر یہ کہ ان مفسرین کے اقوال سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ باب الحاق کیا گیا ہے اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کو کس نے لاحق کیا ہے یہ لوگ محض ظن وقیاس کی بنیاد پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ عزرا نے یا کسی دوسرے شخص نے لاحق کیا ہوگا۔

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ہی یہ کہتا ہے کہ:۔

"اس رسول کے تمام ملفوظات سوائے باب ۱۰ کی آیت ۱۱ کے عبرانی زبان میں ہیں اور یہ آیت کسدیوں کی زبان میں ہے"

ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت یقیناً الحاق ہے وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پوری کتاب تو عبرانی زبان میں لکھی گئی ہو لیکن ایک آیت درمیان میں کسدی زبان میں آگئی ہو حقیقت یہ ہے کہ کسی کسدی زبان والے نے اس کو بعد میں شامل کر دیا ہے چنانچہ پادری ونما کا کہنا ہے کہ یہ آیت الحاقی ہے اور توریت کے دیگر مقامات میں بھی ایسا ہی الحاق موجود ہے"

چھٹی مثال "کتاب یسعیاہ میں الحاق

فرقہ کیتھولک کے پیشواء کاکرن اور پروٹسٹنٹ عالم پادری وارن کے درمیان مناظرہ ہوا یہ مناظرہ ۱۸۵۲ میں آگرہ میں بھی طبع ہو چکا ہے کاکرن اس مناظرہ کے تیسرے رسالہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"مشہور فاضل اشاتلن جرمنی کہتا ہے کہ کتاب یسعیاہ کے باب ۴۰ اور اس کے بعد باب ۶۶ تک یسعیاہ کی تصنیف نہیں ہیں"

دیکھئے کتاب یسعیاہ کے پورے ستائیس ابواب الحاق ہیں مذکورہ بالا مثالوں سے ان کتابوں کی جو حالت معلوم ہو چکی ہے دوسری کتابوں کا بھی بعینہ یہی حال ہے۔ (۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں

ان پانچ کتابوں کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور اسلاف کے نزدیک وہ معتبر بھی جاتی تھیں مگر متاخرین نے ان میں سے بیشتر کو غیر معتبر قرار دے دیا اور ویسے بھی وہ اب ناپید ہو چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ان کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) زبوریں ۱۱عدد (زبور نمبر ۹۰ سے نمبر ۱۰۰ تک)

(۲) کتاب ایوب

بعض متقدمین کی رائے ہے کہ اس کتاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں تصنیف کیا تھا۔ ارجن اس کتاب کی شرح میں لکھتا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سریانی زبان میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عبرانی زبان میں صرف اس کا ترجمہ کیا ہے مگر ہارن صاحب کا کہنا ہے کہ یہودی اور عیسائی علماء نے اس رائے کی تردید کی ہے۔

(۳) کتاب مشاہدات

(۴) کتاب پیدائش خورد

چوتھی صدی تک یہ کتاب اپنی اصل عبرانی زبان میں موجود تھی۔ جیروم نے اپنی کتاب میں جا بجا اس کے حوالے دیئے ہیں اسی طرح سینڈرنیس نے بھی اپنی تاریخ میں اس کتاب کے حوالے اکثر مقامات میں درج کئے ہیں۔ ارجن کا قول ہے کہ پولس نے اغلاطیہ والوں کے نام خط میں باب ۵ آیت ۶ اور باب ۶ آیت ۱۵ اسی کتاب پیدائش خورد سے نقل کر کے لکھی تھیں۔ اس کتاب کا ترجمہ سولہویں صدی تک دستیاب رہا۔ پھر اسی صدی میں ٹرنٹ کی مجلس نے اس کو غیر معتبر قرار دیا۔ اس طرح یہ کتاب غیر معتبر شمار ہونے لگی غور طلب امر یہ ہے کہ متقدمین کے نزدیک یہ کتاب معتبر مانی جاتی تھی حتیٰ کہ پولس جیسے انسان نے بھی اس کو معتبر تسلیم کیا لیکن سولہویں صدی میں ٹرنٹ مجلس تحقیقات کے جھوٹا قرار دینے سے کتاب غیر معتبر اور ناقابل تسلیم قرار پا جاتی ہے۔

(۵) کتاب معراج

لارڈنر نے اپنی تفسیر کی جلد ۲ صفحہ ۵۱۲ میں کہا ہے کہ ارجن کا قول ہے کہ یہودہ کے رسالہ کی آیت ۹ اسی کتاب سے نقل کی گئی ہے۔

(۶) کتاب الاسرار (۷) کتاب آزمائش (۸) کتاب لاقرار

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب یہ آٹھ کتابیں جن کو متقدمین نے معتبر قرار دیا ہے لیکن اب عیسائی

حضرات کتب مشاہدات اور اس کے بعد کی مذکورہ کتابوں کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں ہورن صاحب کا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جعلی کتابیں مذہب عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی بنائی گئی ہوں۔

اس جگہ میں ہم بلا جھجھک یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہورن کے اس اعتراف سے یہ یقینی طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ عیسائیوں کا طبقہ اولی انتہائی جعل ساز تھا اور ارجن کا اعتراف اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ پولس اور یہوداہ نے اپنے رسالوں میں انہی جھوٹی کتابوں سے عبارتیں نقل کی تھیں اور آج انہیں جھوٹی اور غیر معتبر کتابوں سے منقول شدہ ان جملوں کو عیسائی حضرات روح القدس کا کلام مانتے ہیں سبحان اللہ قربان جایئے اس تحقیق پر کہ پولس اور یہوداہ جن کو عیسائی حضرات صاحب الہام قرار دیتے ہیں ان کو تو خبر نہ ہو سکی کہ یہ کتابیں جھوٹی ہیں لیکن سولہویں صدی والوں کو سولہ سو سال کے بعد یکایک یہ حقیقت منکشف ہو گئی۔

عہد جدید کی کتابیں

یہ وہ ہیں جن کی صحت پر اتفاق ہے۔

یہ کل ۲۰ کتابیں ہیں (۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا

(۴) انجیل یوحنا init p18 normal

ان چاروں کو اناجیل اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور لفظ انجیل انہی چاروں کے ساتھ مخصوص ہے اور کبھی کبھی مجازاً" تمام عہد جدید کی کتابوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ معرب ہے' اصل یونانی لفظ انکلیون تھا جس کے معنی بشارت اور تعلیم ہیں۔

(۵) کتب اعمال حواریین (۶) پولس کا خط رومیوں کی جانب (۷) پولس کا خط قورنتیوس کی جانب (۸) دوسرا خط انہی کی طرف (۹) پولس کا خط اغلاطیہ والوں کی طرف (۱۰) پولس کا خط افسس والوں کی طرف (۱۱) پولس کا خط فلپس والوں کی طرف (۱۲) پولس کا خط قولاسائس والوں کی طرف (۱۳) اس کا پہلا خط تسالونیقی والوں کی جانب'

(۱۴) پولس کا دوسرا رسالہ ان کی جانب (۱۵) پولس کا پہلا رسالہ تیموتاوس کی طرف (۱۶) اس کا دوسرا رسالہ اسی کی طرف (۱۷) پولس کا رسالہ تیطوس کی طرف (۱۸) پولس کا رسالہ فلیمون کی جانب (۱۹) پطرس کا پہلا رسالہ (۲۰) یوحنا کا پہلا رسالہ' سوائے بعض جملوں کے'

عہد جدید کی دوسری قسم

یعنی جن کی صحت میں اختلاف ہے' یہ کل سات کتابیں ہیں' اور بعض جملہ یوحنا کے رسالہ اول کے۔

(۱) پولس کا رسالہ جو عبرانیوں کی جانب ہے۔۔۔۔۔ (۲) پطرس کا دوسرا رسالہ (۳) یوحنا کا دوسرا رسالہ (۴) یوحنا کا تیسرا

رسالہ (۵) یعقوب کا رسالہ (۶) یہودا کا رسالہ (۷) مشاہدات یوحنا'

کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں

اس کے بعد ناظرین کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ۳۲۵ء میں بادشاہ قسطنطین کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں ہوا' تاکہ مشکوک کتابوں کے بارے میں مشورہ کے ذریعہ کوئی بات محقق ہو جائے' بڑی تحقیق اور مشورہ کے بعد ان علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے' اس کے علاوہ باقی کتابوں کو بدستور مشکوک رکھا' یہ بات اس مقدمہ سے خوب واضح ہو جاتی ہے جو جیروم نے اس کتاب پر لکھا ہے' اس کے بعد ایک دوسری مجلس ۳۶۴ء منعقد ہوئی جو لوڈیشیا کی مجلس کے نام سے مشہور ہے' اس مجلس کے علماء نے بھی پہلی مجلس کے علماء کا فیصلہ کتاب یہودیت کی نسبت برقرار رکھا' اور اس فیصلہ میں اس پر سات دیگر کتابوں کا اضافہ کر کے ان کو واجب التسلیم قرار دیا۔

(۱) کتاب استیر (۲) یعقوب کا رسالہ (۳) پطرس کا دوسرا رسالہ (۵،۴) یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ (۶) یہوداہ کا رسالہ (۷) پولس کا رسالہ عبرانیوں کی جانب اس مجلس نے اپنے فیصلہ کو عام پیغام کے ذریعہ موکد کر دیا' اور کتاب مشاہدات ان دونوں جلسوں میں بدستور فہرست مسلمہ سے خارج اور مشکوک ہی باقی رہی۔

اس کے بعد ۳۹۷ء میں ایک اور بڑی مجلس جو کارتھیج کی مجلس کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوئی اس مجلس کے شرکاء میں عیسائیوں کا مشہور فاضل آگسٹائن اور ایک سو چھبیس دوسرے مشہور علماء تھے اس مجلس کے اراکین نے پہلی دونوں مجالس کے فیصلہ کو بدستور برقرار رکھتے ہوئے اس پر مزید حسب ذیل کتابوں کا اضافہ کیا

(۱) کتاب دانش (۲) کتاب طوبیاہ (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب کلیسائی پند و نصائح (۶،۵) مقابین کی دونوں کتابیں (۷) کتاب مشاہدات یوحنا'

مگر اس جلسہ کے شرکاء نے کتاب باروخ کو کتاب ارمیاہ کا تقریباً جزو قرار دیا اس لئے کہ باروخ علیہ السلام ارمیاہ علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے' اس لئے ان لوگوں نے اسماء کتب کی فہرست میں کتاب باروخ کا نام علیحدہ نہیں لکھا۔

اس کے بعد تین مجلسیں منعقد ہوئیں' مجلس ٹرلو اور مجلس فلورنس اور مجلس ٹرنٹ ان تینوں مجالس کے علماء نے بھی پہلی کارتھیج کی مجلس کے فیصلہ کو قائم اور باقی رکھا صرف آخر کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام ان کتابوں کی فہرست میں علیحدہ لکھ دیا' ان مجالس کے منعقد ہونے کے بعد وہ تمام کتابیں جو مشکوک چلی آتی تھیں تمام مسیحیوں کے نزدیک تسلیم شدہ قرار پائیں۔

ان اسلاف کے فیصلوں سے فرقہ پروٹسٹنٹ کی بغاوت

ان کتابوں کی یہ پوزیشن ۱۲۰۰ء تک بدستور قائم رہی' یہاں تک کہ فرقہ پروٹسٹنٹ نمودار ہوا' جنہوں نے اپنے بزرگوں کے فیصلہ کے خلاف کتاب باروخ' کتاب طوبیا' کتاب یہودیت کتاب دانش' کتاب پند کلیسا اور مقابین کی دونوں کتابوں کے

بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ سب واجب الرد اور غیر مسلم ہیں۔

اسی طرح اس فرقہ نے کتاب استر کے بعض ابواب کی نسبت اسلاف کے فیصلہ کو رد کیا' اور بعض ابواب کے سلسلہ میں ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا' کیونکہ یہ کتاب سولہ ابواب پر مشتمل ہے جس کے شروع کے ۹ ابواب اور باب ۱۰ کی تین آیتوں کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ واجب التسلیم ہیں اور باقی چھ ابواب واجب الرد ہیں' اس انکار اور رد کے سلسلہ میں انہوں نے چھ دلائل پیش کئے۔

۱۔ یہ کتاب اپنی اصل زبانوں عبرانی اور جالدی میں جھوٹی ہیں اور اس زمانہ میں ان زبانوں میں یہ کتابیں موجود بھی نہیں ہیں۔

۲۔ یہودی ان کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے'

۳۔ تمام عیسائیوں نے ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا'

۴۔ جیروم کہتا ہے کہ یہ کتابیں دینی مسائل کی تقریر و اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں'

۵۔ کلوس نے تصریح کی ہے کہ یہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں لیکن ہر مقام پر نہیں'

میں کہتا ہوں کہ اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ تمام عیسائیوں نے ان کو تسلیم نہیں کیا یعنی اس کا اور دلیل نمبر ۳ کا مآل ایک ہی ہوا'

۶۔ یوسی بیس نے کتاب رابع کے باب ۲۲ میں تصریح کی ہے کہ یہ کتابیں محرف ہو چکی ہیں خصوصاً" مقابیین کی دوسری کتاب'

ملاحظہ کیجئے دلیل نمبر ۱' ۲' ۶ کو کہ ان لوگوں نے کس طرح اپنے اسلاف اور بزرگوں کی اس بددیانتی کا دعویٰ کیا ہے کہ ہزاروں اشخاص کا ان کتابوں کے واجب التسلیم ہونے پر اتفاق کرنا غلط تھا' جن کے اصل اور ماخذ ناپید ہو چکے ہیں' ان کے صرف تراجم باقی ہیں ' اور جو یہودیوں کے نزدیک محرف ہو چکی ہیں' بالخصوص مقابیین کی دوسری کتاب' اب بتایئے کہ ایسی حالت میں اپنے کسی مخالف کے حق میں ان کے اجماع یا اتفاق کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اس کے برعکس فرقہ کیتھولک والے آج تک ان کتابوں کو اپنے اسلاف کی اتباع میں تسلیم کرتے آئے ہیں۔

ان کتابوں میں سے کوئی مستند نہیں

کسی کتاب کے آسمانی اور واجب التسلیم ہونے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ پہلے تو ٹھوس اور پختہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ کتاب فلاں پیغمبر کے واسطہ سے لکھی گئی' اس کے بعد ہمارے پاس سند متصل کے ساتھ بغیر کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے پہنچی ہے اور کسی صاحب الہام کی جانب محض گمان و وہم کی بنیاد پر نسبت کر دینا اس بات کے لئے کافی نہیں کہ وہ منسوب الیہ کی تصنیف کردہ ہے۔

اسی طرح اس سلسلہ میں کسی ایک یا چند فرقوں کا محض دعویٰ کر دینا کافی نہیں ہو سکتا' دیکھئے کتاب المشاہدات اور تکوین کی سفر صغیر کتاب المعراج' کتاب الاسرار' کتاب ٹسٹمنٹ اور کتاب الاقرار موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں'

اسی طرح سفر رابع عزراء کا عزراء کی جانب منسوب ہے' اور کتاب معراج اشعیاء اور کتاب مشاہدات اشعیاء ان کی جانب منسوب ہیں' اور ارمیاء علیہ السلام کی مشہور کتاب کے علاوہ ایک دوسری کتاب ہے جو ان کی جانب منسوب ہے' اور متعدد ملفوظات ہیں جو حبقوق علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں' اور بہت سی زبوریں ہیں جو سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اور عہد جدید کی کتابوں کے علاوہ کچھ کتابیں ہیں جو ستر سے متجاوز ہیں' اور عیسیٰ و مریم اور حواریوں کی اور ان کے تابعین کی جانب منسوب ہیں۔

اس زمانہ کے عیسائی مدعی ہیں کہ یہ تمام کتابیں من گھڑت اور جھوٹ ہیں' آج اس دعویٰ پر گریک کنیسہ اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ کے تمام کلیسا متفق ہیں' اسی طرح عزراء کی تیسری کتاب جو ان کی طرف منسوب ہے گریک کے گرجے کے نزدیک عہد عتیق کا جزو اور مقدس و واجب التسلیم ہے' اور کیتھولک و پروٹسٹنٹ گرجوں کے نزدیک من گھڑت جھوٹ ہے اور پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب باروخ اور کتاب طوبیاو کتاب یہودیت اور کتاب دانش و کتاب پند کلیسا اور مقابیین کی دونوں کتابیں اور ایک جزو کتاب استیر کا کیتھولک کے نزدیک واجب التسلیم ہے اور پروٹسٹنٹ کے نزدیک واجب الرد ہے۔

پھر جب ایسی صورت ہے تو ہم محض کسی کتاب کی نسبت کسی حواری یا نبی کی جانب کرنے سے یہ کیونکر مان لیں کہ یہ کتاب الہامی اور واجب التسلیم ہو گئی؟ اسی طرح ہم محض ان کے دعویٰ بلادلیل کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے ہم نے ان کی اسناد کی کتابوں میں بہت کچھ کھود کرید کی' مگر سوائے ظن و تخمینہ کے اور کچھ نہ مل سکا جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کی بنیاد محض ظن اور بعض قرائن پر ہوتی ہے' حالانکہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس سلسلہ میں محض گمان کی کوئی بھی قیمت نہیں' اور نہ وہ کار آمد ہو سکتا ہے' لہٰذا جب تک وہ لوگ کوئی شافی دلیل اور سند متصل پیش نہ کریں' تو ہمارے لئے محض انکار کرنا کافی ہو گا دلیل پیش کرنا اصولاً" ان کی ذمہ داری ہے نہ کہ ہماری' مگر ہم تبرع کے درجہ میں گفتگو کرتے ہیں' لیکن ہر کتاب کی سند پر گفتگو کرنا چونکہ موجب تطویل ہے ہم صرف بعض کتابوں کی سند پر کلام کریں گے' ملاحظہ ہو۔

جس تورات کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی نسبت کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے کہ یہ ان کی تصانیف میں سے ہے۔ (۱)

انجیل متی

اناجیل اربعہ میں انجیل متی کو اول مقام حاصل ہے مگر اس کی حالت بہت خراب ہے کیونکہ متی حواری نے تو اس کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا لیکن متاخرین عیسائی اسے تسلیم نہیں کرتے اور یہ عبرانی نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے۔ کسی نامعلوم شخص نے یونانی زبان میں اس کا ترجمہ کر دیا اور یہی ترجمہ عبرانی نسخہ کے بجائے تسلیم شدہ قرار پا گیا۔ اپی فینس نے ثابت کیا ہے کہ متی نے انجیل کو عبرانی زبان میں تحریر کیا تھا۔ یونانی زبان میں نہیں' اور بعض لوگوں کا کہنا کہ متی نے عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں انجیل لکھی تھی بالکل غلط ہے۔

ریو صاحب نے اپنی کتاب تاریخ انجیل میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ متی نے انجیل یونانی زبان میں لکھی تھی۔ چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے اور بیشتر عیسائی محققین نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے کہ متی نے انجیل یونانی زبان کے بجائے عبرانی زبان میں ہی لکھی تھی جیروم کا کہنا ہے کہ پین ٹی نس کو انجیل کا ایک عبرانی نسخہ انڈیا (حبش) میں ملا تھا اس نے وہ نسخہ اسکندریہ میں سی سیریا کے کتب خانہ میں رکھ دیا مگر وہاں سے گم ہو گیا۔ البتہ اس کا یونانی ترجمہ موجود رہا۔ مگر اس کے مترجم کا نام اب تک نہیں معلوم ہو سکا یہ تو تھی ریو صاحب کی تحقیق۔
ہنری اور اسکاٹ کی تفسیر میں اس عبرانی نسخہ کی گمشدگی کا سبب اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فرقہ ابیونیہ نے جو مسیح کی الوہیت اور خدائی کا منکر تھا اس نسخہ میں تحریف کی اور پھر وہ یروشلم کی تباہی کے بعد ضائع ہو گیا۔

بعض کی رائے یہ ہے کہ ناصری لوگ یا وہ یہودی جو مسیحی مذہب میں داخل ہو گئے تھے انہوں نے عبرانی انجیل میں تحریف کی تھی اور فرقہ ابیونیہ نے بہت سے جملے اس میں سے نکال ڈالے اور یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں آئرینوس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی۔

لارڈنر اپنی تفسیر (کلیات) کی جلد ۲ ص ۱۱۹ میں لکھتا ہے کہ پیپاس نے لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی اور ہر شخص نے اس کا ترجمہ اپنی لیاقت کے مطابق کیا اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ پر کہتا ہے کہ ارینوس نے لکھا ہے کہ متی نے یہودیوں کے لئے اپنی انجیل ان کی زبان میں اس وقت لکھی تھی جبکہ روم میں پولس اور پطرس وعظ کرتے پھرتے تھے۔ پھر صفحہ ۱۷۲ پر یوسی بیس کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ پین ٹی نس جب انڈیا (حبش) آیا تو وہاں اسے انجیل کا ایک عبرانی نسخہ ہاتھ لگا جو کہ وہاں کے باشندوں تک برتولما حواری کے ذریعہ پہنچا تھا اور ان کے پاس اسی وقت سے محفوظ تھا اور جیروم کا کہنا ہے کہ پین ٹی نس نے وہ نسخہ وہاں سے اسکندریہ پہنچا دیا۔ لارڈنر یوسی بیس کے اس قول کی تصدیق کرنے کے بعد مذکورہ کتاب کے صفحہ ۵۷۴ پر رقمطراز ہے کہ آرنجین کے تین جملے ہیں۔

پہلا تو یہ ہے جسے یوسی بیس نے نقل کیا ہے کہ متی نے ایماندار یہودیوں کو عبرانی زبان میں انجیل عطا کی تھی دوسرا یہ کہ متی نے سب سے پہلے انجیل لکھی اور یہ انجیل عبرانیوں کو دی تیسرا یہ کہ متی نے انجیل عبرانیوں کے لئے لکھی تھی جو اس شخص کے منتظر تھے جس کا وعدہ ابراہیم و داؤد علیہما السلام کی نسل سے کیا گیا تھا۔ پھر مذکورہ کتاب کی جلد ۴ صفحہ ۹۵ میں کہتا ہے کہ

یوسی بیس نے لکھا ہے کہ متی نے عبرانیوں کو وعظ سنانے کے بعد جب دوسری قوموں کے پاس جانے کا قصد کیا تو انجیل ان کی زبان میں لکھ کر ان کو عطا کی۔

مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۴۵ پر اتھانی سیس کا یہ قول نقل کیا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں یروشلم میں لکھی۔ پھر یعقوب خداوند کے بھائی نے اس کا یونانی زبان میں ترجمہ کر دیا صفحہ ۱۷۴ پر لکھتا ہے کہ "سرل کا قول ہے کہ متی انجیل عبرانی میں لکھی تھی" صفحہ ۱۸۷ پر کہتا ہے کہ اپی فنیس لکھتا ہے کہ متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی اور اسی کا وعظ کرتا تھا عہد جدید کی تحریر میں اس زبان کے استعمال کرنے میں بھی یہ شخص منفرد ہے" صفحہ ۴۳۹ پر یوں رقمطراز ہے کہ "

جیروم نے لکھا کہ "متی نے انجیل عبرانی زبان میں ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی علاقے میں لکھی تھی۔ اور شریعت کے سایہ کو انجیل کی صداقت کے ساتھ مخلوط نہیں کیا" صفحہ ۴۴۱ میں کہتا ہے کہ "جیروم نے مورخین کی فہرست میں لکھا ہے کہ متی نے اپنی انجیل ایماندار یہودیوں کے لئے یہودی سرزمین میں عبرانی زبان اور عبرانی حروف میں لکھی تھی اور یہ بات ثابت نہیں ہو سکی کہ اس کا ترجمہ یونانی میں ہوا' اور نہ ثابت ہوا کہ اس کا مترجم کون ہے؟ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ اس کی عبرانی انجیل کا نسخہ سوریا کے اس کتب خانہ میں موجود ہے جس کو پیمفلس شہید نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا۔ اور میں نے اس کی نقل ان مددگاروں کی اجازت سے حاصل کی جو سریا کے ضلع بریا میں رہتے تھے اور ان کے استعمال میں بھی عبرانی نسخہ تھا" صفحہ ۵۰۱ میں لکھتا ہے کہ "آگسٹائن لکھتا ہے کہ متی نے چاروں انجیل والوں میں سے اپنے انجیل عبرانی میں لکھی اور دوسروں نے یونانی میں"

اسی کتاب کے صفحہ ۵۳۸ میں کہتا ہے کہ "کریزاسٹیم لکھتا ہے کہا جاتا ہے کہ متی نے اپنے انجیل ایماندار یہودیوں کی درخواست پر عبرانی زبان میں لکھی تھی"

پھر لارڈ نر اپنی اس کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۱۳۷ پر لکھتا ہے "اسی ڈور لکھتا ہے کہ ان چاروں انجیلوں کے مصنفوں میں سے صرف متی نے عبرانی زبان میں لکھی تھی اور باقی دوسروں نے یونانی میں"

ڈائلی اور رچرڈ منٹ کی تفسیر میں ہے کہ "پچھلے دور میں بڑا سخت اختلاف پیدا ہوا کہ یہ انجیل کس زبان میں لکھی گئی تھی۔ مگر چونکہ بہت سے متقدمین نے تصریح کی ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی زبان میں لکھی جو فلسطین کے باشندوں کی زبان تھی اس لئے یہ اس سلسلہ میں قول فیصل ہے۔

ہورن صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۴ میں ان لوگوں کے ناموں کی فہرست پیش کرتے ہوئے جو اصلی انجیل کے عبرانی زبان میں لکھے جانے کے قائل ہیں' رقمطراز ہیں کہ۔ بلرمن' کروٹیس کسابن' بشپ والٹن' بشپ ٹملائن' ڈاکٹر کیو' ہمنڈ' دل' ہارورڈ' اوون' وکین بل' وائی کلارک' سائمن' ٹلی منٹ' اوڈوین' کامٹ' میکانفس' اری نیس' آریجن' سرل اپی فینس' کریزاسٹیم اور جیروم وغیرہ ان علماء متقدمین اور متاخرین نے پے پیاس کے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ یہ انجیل عبرانی زبان میں لکھی گئی تھی۔

ان اقوال سے معلوم ہو گیا کہ تقریباً" تمام کبار عیسائی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متی نے اپنی انجیل صرف عبرانی زبان ہی میں لکھی تھی اور عبرانی انجیل کا یہ نسخہ دنیا سے ناپید ہو چکا ہے اور یہی رائے قرین قیاس بھی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو کہ عبرانی زبان ہی بولتے تھے۔ اس لئے ان کی تعلیمات یقیناً عبرانی زبان میں ہی ہوں گی اور خصوصاً" ان لوگوں کے لئے جن کی زبان ہی عبرانی تھی اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ متی نے اپنی یہ انجیل یروشلم اور اس کے گردونواح کی اس قوم کے لئے لکھی تھی جو صرف عبرانی زبان ہی جانتی تھی اس لئے اس کو یونانی زبان میں لکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

فاسٹس چوتھی صدی کا عالم ہے اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ متی کی طرف منسوب انجیل اس کی اپنی تصنیف ہی

نہیں ہے۔ پروفیسر ہاز جرمنی (جسے عیسائی اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرتے) کا قول ہے کہ یہ پوری انجیل جھوٹی ہے۔ شیوز اور فلٹس انجیل متی کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے تھے ڈاکٹر ولیمن اور فرقہ یونی ٹیرن کے نزدیک انجیل متی کے باب اول اور دوم الحاقی ہیں۔ کیونکہ فرقہ ابیونیہ کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔ انجیل متی کے لاطینی ترجمہ (جو کہ عیسائیوں کے ہاں معتبر مانا جاتا ہے اور رومن کیتھولک کے نزدیک تو وہ بہت ہی معتبر ہے) سے نسب نامہ کو بالکل ہی نکال دیا گیا ہے۔ (۲)

قدماء مسیحین سب کے سب اور بے شمار متاخرین اتفاق رائے کے ساتھ کہتے ہیں کہ انجیل متی عبرانی زبان میں تھی، مگر عیسائی فرقوں کی تحریف کی وجہ سے وہ ناپید ہو گئی۔ موجودہ انجیل صرف اس کا ترجمہ ہے مگر اس ترجمہ کی اسناد بھی ان کے پاس موجود نہیں 'یہاں تک کہ یقینی طور پر اس کے مترجم کا نام بھی آج تک نہیں معلوم ہو سکا صرف اندازہ اور قیاس سے کہتے ہیں کہ شاید فلاں فلاں اشخاص نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو مخالف کے لئے حجت نہیں ہو سکتا' اور اس قسم کے قیاس سے مصنف تک اس کی سند ثابت نہیں کی جا سکتی' مقدمہ کے نمبر ے میں آپکو معلوم ہو چکا ہے کہ میزان الحق کا مصنف بھی باوجود اپنے پورے تعصب کے اس انجیل کی نسبت کسی سند کے بیان کرنے پر قادر نہ ہو سکا' بلکہ محض قیاس سے یہ کہا "غالب یہی ہے کہ متی نے اس کو یونانی زبان میں لکھا تھا" مگر بغیر دلیل اس کا ظن قیاس مردود ہے' اس لئے یہ ترجمہ واجب التسلیم نہیں ہے' بلکہ قابل رد ہے' انسائیکلوپیڈیا میں انجیل متی کے بارہ میں یوں کہا گیا کہ۔

یہ انجیل ۴۱ء میں عبرانی زبان میں اور اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی کے درمیان تھی لکھی گئی' لیکن موجودہ صرف یونانی ترجمہ اور عبرانی زبان میں جو آج نسخہ موجود ہے' وہ اسی یونانی کا ترجمہ ہے۔ (۱)

انجیل مرقس

انجیل مرقس کے بارے میں کلوتس اور طرملائن کا خیال ہے کہ درحقیقت یہ لاطینی زبان میں تھی۔ پھر اس کا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا چنانچہ لاطینی نسخہ کے کچھ اجزاء وینس کے کتب خانہ میں موجود بھی ہیں اور وینس کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ہی اصلی انجیل مرقس ہے اسی کتب خانہ میں انجیل مرقس کا ایک سریانی زبان کا نسخہ بھی موجود تھا جس پر یہ تصریح تحریر تھی کہ مرقس نے اپنی انجیل لاطینی زبان میں لکھی تھی۔ مگر جمہور کی رائے یہ ہے کہ انجیل مرقس اصل میں یونانی زبان ہی میں تصنیف کی گئی۔

وارڈ صاحب نے اپنے اغلاط نامہ میں کہا ہے کہ جیروم نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ بعض متقدمین علماء کو اس انجیل کے آخری باب کے مرقس کی تصنیف ہونے میں تردد تھا۔ (۲)

جیروم نے اپنے خط میں صاف صاف لکھا ہے کہ بعض علماء متقدمین انجیل مرقس کے آخری باب میں شک کرتے تھے اور بعض متقدمین کو انجیل لوقا باب ۲۲ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدمین اس انجیل کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے تھے یہ دونوں ابواب فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں موجود نہیں ہیں۔

محقق نورٹن اپنی کتاب مطبوعہ بوسٹن ۱۸۳۷ء کے صفحہ پر انجیل مرقس کی نسبت کہتا ہے

"اس انجیل میں ایک عبارت قابل تحقیق ہے جو آیت ۹ سے آخری باب کے ختم تک پائی جاتی ہے۔ اور کریسباخ سے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اس نے اس متن میں عبارت پر شک و تردد کا کوئی علامتی نشان بھی نہیں لگایا' حالانکہ اس کی شرح میں اس کے الحاق ہونے کے بے شمار دلائل پیش کرتے ہیں"

اس کے بعد دلائل نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ عبارت مشتبہ ہے' بالخصوص جب کہ ہم کاتبوں کی فطری عادت کو بھی پیش نظر رکھیں کہ وہ عبارت کو خارج کرنے کے مقابلہ میں داخل کرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

اور کریسباخ فرقہ پروٹسٹنٹ کے معتبر علماء میں سے ہے' اگرچہ نورٹن ان کے نزدیک اس پایہ کا شخص نہیں ہے' مگر کریسباخ کا قول توان پر یقیناً "حجت ہے"(۱)

انجیل لوقا

اس انجیل کو لوقا کی تصنیف کہا جاتا ہے بعض متقدمین کو اس انجیل کے باب ۲۲ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدمین اس کے پہلے دو بابوں میں شک کرتے تھے چنانچہ فرقہ مارسیونی کے نسخہ میں یہ دونوں باب موجود نہیں تھے۔

پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی اور عیسائی مذہب کے مشہور مصلح مارٹن لوتھر کو ان مذکورہ تینوں انجیلوں کی صداقت میں شک تھا اور وہ ان کو ناکارہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ چار انجیلوں کے وجود کا قول جھوٹا' لغو اور واجب الرد ہے صرف یوحنا کی انجیل ہی صحیح انجیل ہے آگے لکھتے ہیں ان تینوں انجیلوں کے مقابلہ میں پولس اور پطرس کے خط بہت اچھے ہیں۔ آگے لکھتے ہیں ان تینوں کلام میں ایسی زائد کوئی چیز نہیں جسے دوسرے لوگوں نے نہ لکھا ہو۔ نیز جن لوگوں نے الوہیت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو مدار نجات ہونے کے مسئلہ کو نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے وہی انجیل کے بہترین مصنف ہیں۔ چنانچہ ہم مرقس' متی اور لوقا کی انجیلوں کے مقابلہ میں پولس کی انجیل کو ہی صحیح تسلیم کرتے ہیں پھر لکھتے ہیں عہد جدید کے تمام رسائل میں پطرس کا خط سب سے بہتر اور اچھا ہے لہٰذا سچی اور پاک انجیل صرف یہی ہے۔

انجیل یوحنا

انجیل یوحنا کی حالت بھی ملاحظہ ہو کیتھولک ہیرالڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ ص ۲۰۵ میں لکھا ہے کہ اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلاشک و شبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے ہورن صاحب

اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴ قسم ۲ میں لکھتے ہیں کہ دوسری صدی عیسوی کا فرقہ الوجین اس انجیل کا منکر تھا اس طرح یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتا تھا۔

مشہور محقق عالم برطشنیدر کہتا ہے کہ یہ ساری انجیل اور اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری صدی کے کسی عیسائی شخص نے تصنیف کر کے اس کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ جمہور مسیحی علماء نے اس انجیل کے ساتویں اور آٹھویں باب کی بعض آیات کا انکار کیا ہے مقصد سوم کی دوسری فصل میں انشاء اللہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا مشہور محقق عالم کروٹیس کہتا ہے کہ اس انجیل میں بیس ابواب تھے افسس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے اناجیل اربعہ کی تالیف کے زمانہ میں مذکورہ شدید اختلاف سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ کہ ان کتابوں کی کوئی بھی متصل سند نہیں ہے۔

ہورن صاحب اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴ قسم ۲ باب ۲ میں لکھتے ہیں۔

"ہم کو مورخین کنیسہ کی معرفت انجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں جن سے کسی معین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی اور ان کو قلمبند کر ڈالا بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی چیزوں کو ان مشائخ کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا اور یہ سچی جھوٹی روائتیں ایک کاتب سے دوسرے کاتب تک پہنچتی رہیں۔ مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہو گیا"

اسی جلد میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۱ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء یا ۶۲ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی دوسری انجیل ۵۶ء یا اور اس کے ۶۵ء تک کسی وقت میں اور غالب گمان یہ ہے کہ ۶۰ء یا ۶۳ء میں تالیف ہوئی تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء یا ۶۴ء میں تالیف کی گئی اور چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۹۷ء یا ۹۸ء میں تالیف ہوئی۔" (۲)

انجیل یوحنا مستند نہیں اس کے دلائل

اسی طرح پوری طرح سند سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جو انجیل یوحنا کی جانب منسوب ہے وہ اسی کی تصنیف ہے بلکہ بعض چیزیں ایسی موجود ہیں جو اس کی تردید کرتی ہیں۔

پہلی دلیل

گزشتہ دور میں یعنی مسیح علیہ السلام سے قبل اور ان کے بعد تصنیف کا طریقہ وہی تھا جو آج مسلمانوں کے یہاں رائج ہے جیسا کہ آپ کو توریت کے احوال کے اندر معلوم ہو چکا ہے۔ اور مزید باب مقصد ۳ شاہد ۱۸ میں معلوم ہو گا اسی انجیل سے قطعی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یوحنا اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں۔ اور جس چیز کی شہادت ظاہر دیتا ہو اس کے

خلاف کوئی بات نہیں مانی جا سکتی' تاوقتیکہ اس پر کوئی مضبوط قوی دلیل نہ ہو'

دوسری دلیل

"اس انجیل کے باب ۲۱ سے ۲۴ میں اس طرح ہے کہ "یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے"

یہاں لکھنے والا یوحنا کے حق میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ "یہ وہ شاگرد ہے جو یہ شہادت دے رہا ہے اور "اس کی شہادت" (ضمیر غائب کے ساتھ) اور اس کے حق میں نعلم (ہم جانتے ہیں) کے الفاظ (صیغہ متکلم کے ساتھ) کا استعمال بتاتا ہے کہ اس کا کاتب یوحنا نہیں ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے شخص کو یوحنا کی لکھی ہوئی کچھ چیزیں مل گئی ہیں جن کو اپنی طرف سے اس نے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے' واللہ اعلم'

تیسری دلیل

دوسری صدی عیسوی میں جب اس انجیل کا انکار کیا گیا کہ یہ یوحنا کی تصنیف نہیں ہے اس زمانہ میں آرینوس جو یوحنا کے شاگرد پولیکارپ کا شاگرد ہے موجود تھا' اس نے منکرین کے جواب میں قطعی یہ نہیں کہا کہ میں نے پولیکارپ سے سنا ہے کہ یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے' اب اگر یہ انجیل یوحنا کی تصنیف ہوتی تو پولیکارپ کو اس کا علم ضرور ہوتا' اور یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ ارینوس پولیکارپ سے مخفی باتیں اور راز کی چیزیں سنتا ہے اور نقل کرتا ہے' اور اس عظیم الشان اور اہم معاملہ میں ایک لفظ بھی اپنے استاد سے نہیں سنتا' اور یہ احتمال تو اور بھی زیادہ بعید تر ہے کہ اس نے سنا ہو مگر بھول گیا ہو' کیونکہ اس کی نسبت یہ معلوم ہے کہ اس کے یہاں زبانی روایت کا بڑا اعتبار تھا۔ اور وہ ایسی روایتوں کو بہت محفوظ اور یاد رکھتا تھا' یوسی بیوس اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۴۷ء کی کتاب ۵ باب ۲۰ صفحہ ۲۱۹ میں آرینوس کا قول زبانی روایتوں کی نسبت یوں نقل کرتا ہے۔

"میں نے یہ اقوال خدا کے فضل سے بڑے غور سے سنے' اور اپنے سینہ میں لکھے' نہ صرف کاغذوں پر' اور عرصہ دراز سے میری پرانی عادت ہے کہ میں ہمیشہ ان کو پڑھتا رہتا ہوں"

اور یہ بات اور بھی زیادہ مستبعد ہوگی کہ اس کو یاد تو تھا لیکن مخالفین کے مقابلہ میں بیان نہیں کیا' اس دلیل سے یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں جب مخالفین نے اس انجیل کو یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کیا' اور ان کے مقابلہ میں متقدمین اس کو ثابت نہیں کر سکے' تو یہ انکار ہمارے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

نیز آپ کو عنقریب مغالطہ نمبر ۱ کے جواب میں معلوم ہو گا کہ سلوس جو بت پرست مشرک علماء میں سے تھا اس نے دوسری صدی میں ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کیا تھا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلوں میں تین یا چار مرتبہ تحریف کر ڈالی ہے' بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ایسی تحریف کی کہ مضامین قطعی بدل گئے۔

اسی طرح فاسٹس جو فرقہ مانی کیز کا عالم ہے چوتھی صدی میں پکار کر کہتا ہے "یہ بات محقق ہے کہ اس عہد جدید کو نہ تو مسیح نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے بلکہ ایک گمنام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے ساتھیوں کی جانب منسوب کر دیا تاکہ لوگ اس کو معتبر سمجھ لیں' اور عیسیٰ کے ماننے والوں کو سخت ایذائیں پہنچائیں اور ایسی کتابیں تصنیف کر ڈالیں جن میں بے شمار اغلاط اور تناقض پائے جاتے ہیں'

چوتھی دلیل

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ صفحہ ۲۰۵ میں یوں لکھا ہے۔

"اسٹاولن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ بلاشک وشبہ پوری انجیل یوحنا اسکندریہ کے مدرسہ کے ایک طالب علم کی تصنیف ہے"

ملاحظہ کیجئے اسٹاولن کس دلیری کے ساتھ اس انجیل کے یوحنا کے تصنیف نہ ہونے کا اعلان کر رہا ہے' اور کس طرح برملا کہہ رہا ہے کہ وہ اسکندریہ کے ایک طالب علم کا کارنامہ ہے'

پانچویں دلیل

محقق برطشنیدر کہتا ہے کہ۔

"یہ ساری انجیل' اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے اس کی تصنیف قطعی نہیں ہیں' بلکہ کسی شخص نے ان کو دوسری صدی عیسوی میں لکھا ہے"

چھٹی دلیل

مشہور محقق کروٹیس کہتا ہے کہ "اس انجیل میں ۲۰ ابواب تھے افساس کے گرجے نے اکیسواں باب یوحنا کی وفات کے بعد شامل کیا ہے"

ساتویں دلیل

دوسری صدی عیسوی کے فرقہ وجین اس انجیل کے منکر تھے اسی طرح یوحنا کی تمام تصانیف کا بھی انکار کرتے تھے۔

آٹھویں دلیل

باب ۲ مقصد ۲ میں آپ کو معلوم ہو گا کہ باب ۸ کی ابتدائی ۱۱ آیات کا انکار جمہور علماء نے کیا ہے اور عنقریب آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ آیات سریانی ترجمہ میں موجود نہیں ہیں اب اگر اس انجیل کی کوئی سند موجود ہوتی تو ان کے محقق علماء اور بعض فرقے وہ بات نہ کہتے جو انہوں نے کہی ہے' لہٰذا سچی بات وہی ہے جو فاضل اسٹاولن اور برطشنیدر کہتے ہیں۔

نویں دلیل

اناجیل اربعہ کی تالیف کے زمانہ میں کمزور اور واہیات بلاسند روایات کا رواج تھا اس سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ ان کے پاس ان کتابوں کی کوئی سند نہیں ہے

ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد ۴ قسم ۲ کے باب ۲ میں کہتا ہے کہ :۔

"ہم کو مورخین کنیسہ کی معرفت اناجیل کی تالیف کے زمانہ کے جو حالات پہنچے ہیں وہ ناقص اور غیر معین ہیں جن سے کسی معین چیز تک رسائی نہیں ہو سکتی اور مشائخ متقدمین نے واہیات روایتوں کی تصدیق کی اور ان کو قلم بند کر ڈالا بعد کے آنے والے لوگوں نے ان کی لکھی ہوئی چیزوں کو ان کی تعظیم کی وجہ سے قبول کر لیا اور یہ سچی جھوٹی روایتیں ایک کاتب سے دوسرے تک پہنچتی رہیں مدت مدید گزر جانے کی وجہ سے اب ان کی تنقید اور کھرا کھوٹا معلوم کرنا بھی دشوار ہو گیا۔"

پھر اسی جلد میں کہتا ہے کہ "پہلی انجیل ۳۷ء یا ۳۸ء یا ۴۳ء یا ۴۸ء یا ۶۱ء ۶۲ء ۶۳ء ۶۴ء میں تالیف کی گئی دوسری انجیل ۵۶ء اور اس کے بعد ۶۵ء تک کسی وقت میں' اور غالب یہ ہے کہ ۶۰ء یا ۶۳ء میں تالیف ہوئی تیسری انجیل ۵۳ء یا ۶۳ء ۶۴ء میں تالیف کی گئی' چوتھی انجیل ۶۸ء یا ۶۹ء یا ۷۰ء یا ۸۹ء یا ۹۸ء میں تالیف ہوئی" (۱)

عہد جدید کی دیگر کتب

انجیلیں 'اعمال' مسیح کے خطوط' حواریوں کے خطوط اور مشاہدات وغیرہ کتابیں مسیحی اسلاف کے ہاں مشہور و معروف تھیں' مگر موجودہ عیسائی ان کو ناقابل اعتبار اور جھوٹی قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں کی زندگی میں ہی عیسائیوں میں غیر معتبر اور جھوٹی کتابوں اور جھوٹے خطوط وضع کرنے اور جھوٹے وعظ کہنے کا عام رواج ہو گیا تھا چنانچہ حواری انجیل کے کاتب اور مقدس پولس اپنے متبعین کو مسلسل اس سے مطلع کرتے رہے اور حواریوں کے زمانے کے بعد جو کتابیں انجیلیں 'اعمال اور خطوط اور مشاہدات کے نام سے مشہور ہوئیں ان کا شمار بہت مشکل ہے جعل سازی کا یہ سلسلہ اسی انداز سے نویں صدی عیسوی کے اختتام تک جاری رہا دسویں صدی میں تو یہ گھناؤنا کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا آج کل ان انجیلوں اور دوسری کتابوں میں سے کچھ تو ناپید ہو چکیں ہیں اور کچھ ابھی تک موجود ہیں۔

لوقا اپنی انجیل کے باب اول کی آیت ۱'۲'۳' میں اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتا ہے کہ :۔

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا' اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر میں ان آیات کی تشریح یوں کی گئی ہے:۔

"اور انجیل کے کاتبوں کے علاوہ بہت سے لوگوں نے وہ حالات و واقعات جو عیسائیوں کے ہاں پیش آئے ضبط تحریر میں لانے شروع کئے تھے مگر انہوں نے اپنی تاریخوں میں روایات کی صحت و تحقیق کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے لوقا نے روح القدس کے تعاون سے مذکورہ صفات کی حامل مکمل کتاب لکھنے کو ضروری خیال کیا۔"

اس بیان میں اس کا صریح اعتراف کیا گیا ہے کہ لوقا کی تاریخ سے پہلے بھی بہت سی تاریخیں لکھی جاچکی تھیں مگر ان میں غلط پایا جاتا تھا۔"

تفسیر ڈایل اور چرڈمنٹ میں آیت اول کی شرح میں ذیل میں مرقوم ہے:۔

"ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوقا کی تصنیف سے پہلے دوسرے لوگوں نے بھی حالات عیسوی کو مشاہدہ کرنے والوں اور کلام کی خدمت کرنے والوں سے سن کر تصانیف لکھی تھیں۔"

مقدس پولس گلتیوں کے نام خط باب اول کی آیت ۶' ۷ اور ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوشخبری کی طرف مائل ہونے لگے' مگر وہ دوسری نہیں' البتہ بعض ایسے جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی خوشخبری کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔"

مقدس پولس کے اس اعتراف سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ایک دوسری انجیل بھی موجود تھی اور بعض لوگ اس انجیل کو بگاڑنے کے درپے تھے۔

موشیم مورخ اپنی تاریخ مطبوعہ ۱۸۳۲ء جلد اول میں ناصری اور ابیونی فرقوں کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ان دونوں فرقوں کے پاس ایک انجیل تھی جو ہماری انجیل سے مختلف ہے ہمارے علماء کے درمیان اس انجیل کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔"

اور میکلین اس کے حاشیہ میں لکھتا ہے کہ انجیل ناصری یا عبرانی یقیناً وہی انجیل ہے جو ابیونی فرقہ کے پاس موجود تھی اور بارہ حواریوں کی انجیل کے نام سے مشہور تھی اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ وہی انجیل ہے جس کی طرف پولس نے گلتیوں کے نام خط باب اول کی آیت ۶ میں اشارہ کیا ہے پھر تھسلنیکیوں کے نام اپنے دوسرے خط کی باب ۲ کی آیت ۲ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"کسی روح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کر کہ خداوند کا دن آپہنچا ہے تمہاری عقل دفعتہ" پریشان نہ ہو جائے اور نہ تم گھبراؤ۔"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین کا کہنا ہے:۔

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تھسلنیکیوں کو پولس کی طرف منسوب اور بھی جعلی خط دکھائے گئے تھے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات جعلسازی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر بطور پیش بندی کے لکھی ہوگی چنانچہ کرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط کے باب ۱۱ کی آیت ۱۲، ۱۳ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں۔

"لیکن جو کرتا ہوں وہی کرتا رہوں گا تاکہ موقع ڈھونڈنے والوں کو موقع نہ دوں بلکہ جس بات پر وہ فخر کرتے ہیں اس میں ہم ہی جیسے نکلیں کیونکہ ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے ہیں اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہم شکل بنا لیتے ہیں۔"

ملاحظہ کیجئے کہ مقدس پولس بھی واویلا کر رہے ہیں کہ ان کے وقت میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے آپ کو حواریوں کے ہم شکل بنا کر عیسیٰ کے رسول ہونے کا دعوے کرتے تھے اور موقع ڈھونڈتے رہتے تھے تفسیر ڈایلی اور رچرڈمنٹ میں آیت ۱۲ کے ذیل میں مرقوم ہے۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھیوں میں جھوٹے رسول موجود تھے جو حواریوں جیسی وضع قطع اختیار کرکے یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اپنے وعظ و نصیحت پر کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں لیتے اور انہیں اپنی استغنائی پر فخر کرتے تھے مگر اس کے برعکس اپنے مریدوں سے پوشیدہ طور پر نہ صرف تحفے وصول کرتے بلکہ زبردستی وصول کرتے' حواری نے ان کے اسی طرز عمل کی وجہ سے کہ وہ شرمندہ ہو کر مسیح کے رسولوں کا طریقہ اختیار کریں۔ یہ لکھا ہے کہ میں نے کرنتھیوں سے کبھی کوئی چیز نہ لی ہے اور نہ لوں گا نہ خفیہ طریقہ سے نہ ظاہرا"۔"

دیکھئے اس میں اس دور میں جھوٹے حواریوں کے وجود کا صاف صاف اقرار کیا گیا ہے اسی طرح یوحنا حواری اپنے پہلے خط کے باب ۴ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں۔

"اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔"

اس آیت میں پولس کی طرح یوحنا حواری بھی چلا رہے ہیں اور پطرس حواری اپنے دوسرے خط کے باب ۲ کی آیت اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں لکھتے ہیں۔

"اور جس طرح اس امت میں جھوٹے نبی تھے اسی طرح تم میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور اس مالک کا انکار کریں گے جس نے انہیں مول لیا تھا اور اپنے آپ کو جلد ہلاکت میں ڈالیں گے۔

ملاحظہ کیجئے کہ اس آیت میں پطرس حواری اس بات پر متنبہ کر رہے ہیں کہ عیسائیوں میں بھی جھوٹے استاد ہوں گے جو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنے والی بدعتیں نکالیں گے اور یہودا حواری نے ان جھوٹے استادوں کی بڑی تعداد اپنے زمانے میں دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پورے خط میں اس کی شکایت کرتا ہے چنانچہ ڈایلی اور رچرڈمنٹ کی تفسیر میں

پطرس حواری کے مذکورہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ہورا و لکھتا ہے کہ جس وقت اس نے اپنا خط لکھا تھا اسی زمانہ میں یہ جھوٹے استاذ مصروف عمل ہو چکے تھے اور لکھتا ہے کہ ان لوگوں نے خدائی توفیق کو شہوت رانی سے بدل ڈالا تھا۔"

ہورن اپنی تفسیر کی جلد اول کے تتمہ پنجم کے باب ۲ میں لکھتے ہیں۔

پاک نویسوں نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگ انہی کے زمانے میں پیدا ہو گئے تھے اور اس کی بھی خبر دی ہے کہ ایسے خراب لوگ آئندہ بھی پیدا ہوتے رہیں گے، جیسا کہ لوقا نے باب اول اور پولس نے گلتیوں کے نام اپنے پہلے خط کی آیت ۶ تا ۹ میں اور تھسلنیکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ کی آیت ۲ میں اس کی تصریح کر دی ہے چنانچہ حواریوں کے زمانہ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں اور ان کے شاگردوں کی طرف منسوب جھوٹی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی ان کتابوں کو ابتدائی چار صدیوں کے اہل کتاب نے انجیلوں، خطوط، اعمال اور مشاہدات وغیرہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے مگر ان میں سے بیشتر نابود ہو گئیں، البتہ چند ایک اب تک موجود ہیں۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ان جھوٹی کتابوں میں سے جو اب تک موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

"ابکرس کے نام عیسیٰ علیہ السلام کا خط، ایرس کے پادری لیوپاس کے نام عیسیٰ علیہ السلام کا وہ خط جو یروشلم میں آسمان سے گرا تھا، آئین حواریوں کا، حواریوں کے عقائد، برنباس، کلیمنس، اگناطس اور پولیکارب کے خطوط، انجیل طفولیت، انجیل ولادت مریم، انجیل یعقوب، انجیل نیقودیما، اعمال پولس، بارہ حواریوں کی تاریخ، ابدیاس کی تصنیف، پولس کا خط لاؤدیکیہ کی طرف، اور پولس کے چھ خطوط سنیکا کے نام اور ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں۔

الف اکسہومو اپنی کتاب کے تتمہ کے باب پنجم میں لکھتا ہے:۔

"یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جو مسیح، ان کے حواریوں یا مسیح کے دوسرے مریدوں کی طرف منسوب ہیں اور متقدمین مسیحی مشائخ نے ان کو ذکر کیا ہے"

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کتابیں:۔

شہزادہ ابکرس کے نام خط۔ پطرس اور پولس کے نام خط، امثال اور مواعظ کی کتاب، حواریوں اور مریدوں کے لئے مذہبی گیت جو ان کو خفیہ طور پر سکھائے تھے شعبدہ بازی و سحر کی کتاب، کتاب مسیح، مریم اور دایہ مریم کی پیدائش کی چھٹی صدی میں آسمان سے گرنے والا خط۔

مریم علیہا السلام کی طرف منسوب کتابیں:۔

اگناطس کے نام خط، سی سلیان کے نام خط، مریم کی پیدائش کی کتاب، مریم اور اس کی دایہ کی کتاب، تاریخ اور حدیث مریم، کتب مسیحی معجزات و سلیمانی انگوٹھی۔ مریم کے چھوٹے بڑے سوالوں کی کتاب، مریم کی اولاد کی کتاب۔

پطرس کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل پطرس۔ اعمال پطرس۔ مشاہدات پطرس اول۔ مشاہدات پطرس دوم۔ کلیمنس کے نام خط۔ مباحثہ پطرس و ا...

پین۔ تعلیم پطرس۔ وعظ پطرس۔ آداب نماز پطرس۔ کتاب خانہ بدوشی پطرس۔ کتاب قیاس پطرس۔

یوحنا کی طرف منسوب کتابیں:۔

اعمال یوحنا۔ انجیل دوم یوحنا۔ کتاب خانہ بدوشی یوحنا۔ حدیث یوحنا۔ ہیڈرویک کے نام خط۔ وفات نامہ مریم۔ مسیح اور ان کے صلیب سے اترنے کا تذکرہ۔ مشاہدات یوحنا دوم۔ آداب نماز یوحنا۔

اندریا حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل اندریاہ۔ اعمال اندریاہ:۔

متی حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل طفولیت۔ آداب نماز متی:۔

فلپ حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل فلپ۔ اعمال فلپ۔

برتولما حواری کی طرف منسوب انجیل برتولما:۔

توما حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل توما۔ اعمال توما۔ انجیل طفولیت مسیح۔ مشاہدات توما۔ کتاب خانہ بدوشی توما۔

یعقوب حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل یعقوب۔ آداب نماز یعقوب۔ وفات نامہ مریم

ستیاہ حواری کی طرف منسوب کتابیں:۔

(یہ شخص مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد حواریوں میں شامل ہوا تھا)

انجیل ستیاہ۔ حدیث ستیاہ۔ اعمال ستیاہ۔

مرقس کی طرف منسوب کتابیں:۔

مصریوں کی انجیل۔ آداب نماز مرقس۔ کتاب پیش برناس

برناس کی طرف منسوب کتابیں:۔

انجیل برناس۔ برناس کا خط

تھی ڈیوس کی طرف منسوب انجیل تھی ڈیوس

پولس کی طرف منسوب کتابیں:۔

اعمال پولس۔ اعمال تہکلہ۔ لاودکیوں کے نام خط۔ تھسلنکیوں کے نام تیسرا خط۔ کرنتھیوں کے نام تیسرا خط۔ کرنتھیوں کی طرف سے پولس کے نام خط اور پولس کی طرف سے اس کا جواب۔ سنیکا کے نام خط اور ایک خط سنیکا کا پولس کے نام۔ مشاہدات پولس اول۔ مشاہدات پولس دوم۔ وژن پولس۔ اناٹی کشن پولس۔ انجیل پولس۔ وعظ پولس۔

باپ کے منتری کی کتاب۔ پری سیٹ پطرس و پولس
اکھو موں کا مولف جھوٹی کتابوں کی یہ فہرست لکھنے کے بعد رقمطراز ہے:۔
"جب دین عیسوی کے ابتدائی دور میں ہی ان انجیلوں' خطوط اور مشاہدات کی صورت میں غلط بھرمار ہو گئی تھی اور ان میں سے بیشتر ابھی تک اکثر عیسائیوں کے نزدیک مسلم ہیں تو اب ہم کس اصول کی رو سے پہچان سکتے ہیں کہ جن کتابوں کو پروٹسٹنٹ حضرات تسلیم کرتے ہیں واقعتہ" الہامی کتابیں ہیں جب اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہیں کہ چھاپے خانے کا ایجاد سے پہلے ہی ان حضرات کو مسلمہ کتابیں الحاق و تحریف کا نشانہ بنتی رہی ہیں تو ان کو الہامی تسلیم کرنے میں سخت مشکلات سامنے آجاتی ہیں"
میں کہتا ہوں کہ اس شخص کی مذکورہ بالا تصریحات بالکل سچی ہیں جیسا کہ ہم اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں بیان کر چکے ہیں قارئین پر اس سے حقیقت حال بخوبی واضح ہو چکی ہے پھر جب مسیحی اسلاف میں تحریف اور جعل سازی کی یہ عادت پختہ ہو چکی تھی، بھلا طبیعت ثانیہ بن جانے کے بعد اس سے کون منع کر سکتا ہے موشیم اپنی تاریخ کی جلد اول کے ص ۶۵ پر دوسری صدی عیسوی کے علماء کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔
"افلاطون اور فیثاغورث کے پیروں کا یہ مقولہ مشہور تھا کہ سچائی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا نہ صرف جائز بلکہ انتہائی قابل تحسین کام ہے اور جیسا کہ قدیم ملفوظات سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے مصر کے یہودیوں نے ان سے یہ مقولہ سیکھا تھا اور ان دونوں طبقوں سے یہ بدترین بیماری عیسائیوں کو بھی لگ گئی اس بات کی واضح طور پر تائید ان جھوٹی کتابوں کے وجود سے ہوتی ہے جو بڑے بڑے بزرگوں کی طرف سے منسوب کی جاتی ہیں۔
ولیم میور اپنی کتاب "تاریخ کلیسا" (جو کہ اردو زبان میں ہے) مطبوعہ ۱۸۴۸ کے باب سوم کے حصہ دوم میں دفعہ تیس کے تحت رقمطراز ہے
"دوسری صدی عیسوی میں مسیحی علماء میں یہ بحث چل نکلی کہ جب بت پرست فلاسفہ اور حکماء کے ساتھ دین کے مباحثے کئے جائیں تو ان کے مقابل انہی کے طریقہ بحث اور طرز استدلال کو اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آخر کار ارجن وغیرہ کی رائے کے مطابق مذکورہ طریقہ و طرز تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے بعد مسیحی مناظروں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی سے بحث و مناظرہ کی مجلسوں میں رونق افزوں تر ہو گئی لیکن اس طرز عمل کا یہ نتیجہ بر آمد ہوا کہ سچائی اور صاف گوئی میں خلل واقع ہو گیا پھر جیسا کہ بعض لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسی طرز عمل کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ وہ جعلی تصنیفات وجود میں آئیں جو اس زمانہ کے بعد کثرت سے لکھی گئیں اس کی صورت یہ ہوئی کہ فلسفی حضرات جب کوئی نظریہ اختراع کرتے تھے تو بسا اوقات اس کے حق میں یہ کتاب لکھ کر کسی مشہور فلسفی کے نام سے اس کو شائع کر دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اس حیلہ سے لوگ اس نظریہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کی باتیں زیادہ مانیں گے اگرچہ حقیقت یہ ہوتی تھی کہ وہ باتیں اسی مصنف کی ہوتی تھیں چنانچہ فلاسفہ کی طرز پر بحث و مناظرہ کرنے والے مسیحی حضرات بھی انہی کی طرح کتاب لکھ کر کسی حواری، حواریوں کے

غلام یا کسی مشہور اسقف کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیتے تھے یہ طریقہ تیسری صدی میں شروع ہوا اور رومن کیم میں برس ہا برس تک جاری رہا۔ یہ طرز عمل یقیناً حق کے بالکل خلاف اور انتہائی قابل مذمت تھا"

اس کے بعد مورخ موصوف نے کتب مقدسہ میں تحریف کے واقع نہ ہونے پر چند عذر پیش کئے ہیں

مذکورہ بالا بحث کے نتائج

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے دو مورخوں کی کتابوں سے دو طویل اقتباسات نقل کئے ہیں ان سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

اول

یہ کہ مسیحی علماء نے بددیانتی کا وطیرہ دوسری صدی ہی سے شروع کر دیا تھا اور راست بازی اور خدا پرستی کو پروان چڑھانے کی خاطر جھوٹ اور فریب سے کام لینا ایک دینی فریضہ قرار پایا۔ ان علماء نے جن کو اب بھی مسیحی حضرات اپنے پیشوا اور سچے مسیحی شمار کرتے ہیں محض اتنی بات کا لحاظ کرتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے مناظرین کی شہرت ہو جائے ایسے امر کا فتویٰ دیا جو جعلسازی کا سبب بن گیا تو ان علماء کی دیانت سے یہ کوئی بعید نہیں کہ انہوں نے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ مسیحی مذہب میں ترقی ہو اور اس پر عوام کا یقین پختہ ہو جائے اس متعارف انجیل میں بہت کچھ کمی بیشی کرنے کا بھی فتویٰ دے دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ موجودہ تمام انجیلیں اسی صدی میں بنائی گئی ہوں اور اصل انجیلوں کو چھپا دیا گیا ہو دوسری فصل میں ہم ان کے محققین علماء کا یہ اقرار نقل کریں گے کہ دیانتدار مسیحی حضرات بھی قصداً" تحریف کیا کرتے تھے چنانچہ اس اقرار سے (کتب مقدسہ میں تحریف کے) اس احتمال کو مزید تقویت ملتی ہے۔

دوم

یہ کہ جب ان جعلسازوں کو ملت مسیحی کے ستون علماء کا اس معاملہ میں ایسا فتویٰ مل گیا جو جعلسازی کا سبب بن گیا اور پھر ایسی جعلسازی اور دروغ گوئی دینی فریضہ قرار پا گئی تو بھلا کون سی چیز ان کو اس سے روکنے والی رہی۔ ایسے میں سوچئے کہ سینکڑوں سال تک مسیحی جعلساز حضرات نے کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اور حتی المقدور کب موقع ہاتھ سے جانے دیا ہو گا چنانچہ گورنتھیہ کے اسقف ڈیونیس نے ان لوگوں کے بارے میں کیا خوب تبصرہ کیا ہے:۔

"جب یہ لوگ میرے خطوط میں تحریف سے باز نہیں آئے تو کتب مقدسہ میں تحریف سے کیا خاک باز آئے ہوں گے۔"

یوسی بیس اپنی تاریخ چہارم باب ۲۳ میں لکھتا ہے۔

"گورنتھیہ کا اسقف ڈیونیس کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے بھائیوں کی درخواست پر ان کو خط لکھے تھے اور ان شیطان کے جانشینوں نے ان کو گندگی سے بھر دیا یعنی بعض باتوں کو بدل دیا ہے اور کچھ اپنی طرف سے ان میں شامل کر دیں جس کا مجھے دہرا غم ہے اس لئے یہ کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے کہ بعض لوگوں نے خداوند کی پاک کتابوں میں بھی ملاوٹ کرنے کا ارادہ کیا ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے ان کتابوں میں جن کی کتب مقدسہ کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں ہے وہی وطیرہ اختیار کیا ہے۔"

پولس کے گمشدہ خطوط:۔

انجیل کے بعض مقامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (موجودہ اور مذکورہ خطوط کے علاوہ) پولس کے اور بھی خطوط تھے جن کو عیسائیوں نے گم کردیا ہے۔ چنانچہ کلسیوں کے نام خط کے باب ۴ کی آیت ۱۶ اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۵۹ء میں ہے :۔

"اور جب یہ خط تم میں پڑھ لیا جائے تو ایسا کرنا کہ لودیکیہ کی کلیسا میں بھی پڑھا جائے اور اس خط کو جو لودیکیہ سے آئے تم بھی پڑھنا"

یہ آیت اس پر صاف دلالت کررہی ہے کہ پولس نے ایک خط لودیکیہ کی طرف بھی لکھا تھا اور اب تک اس طرح کا ایک خط موجود بھی ہے مگر جمہور مسیحی اس کو تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ گذشتہ سطور میں ہورن کی تصریحات میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۵ اردو ترجمہ ۱۹۵۹ء میں ہے

آیت ۹: میں نے اپنے خط میں تم کو یہ لکھا تھا کہ حرام کاروں سے صحبت نہ رکھنا آیت ۱۰، ۱۱: یہ تو نہیں کہ بالکل دنیا کے حرام کاروں یا لالچیوں یا ظالموں یا بت پرستوں سے ملنا ہی نہیں، کیونکہ اس صورت میں تو تم کو دنیا ہی سے نکل جانا پڑتا لیکن میں نے تم کو حقیقت میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو تو اس سے صحبت نہ رکھو بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا"

جس خط کا حوالہ آیت نمبر ۹ میں دیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اب گم ہوچکا ہے کرنتھیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۱۰ کی آیت ۹ اردو ترجمہ مطبوع ۱۸۲۳ء میں یوں ہے کہ "میں یہ کہتا ہوں نہووے کہ میں ایسا ظاہر ہوں کہ خطوں کو لکھ کے تمہیں ڈراتا ہوں"

اور یہ جملہ نہووے کہ میں ظاہر... دوسرے ترجموں میں یوں ہے

فارسی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۲ء = مبادا چنیں ظاہر شود کہ شمار ابنامہائے می ترسانم۔

عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء

ولئلا اظن کانی اخیفکم بر سائلی

ملاحظہ کیجئے کہ تمام ترجموں میں لفظ خطوں، نامہا اور رسائل کا صیغہ بالاتفاق جمع کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولس نے کرنتھیوں کو بہت سارے خطوط لکھے تھے اور پہلے طبقوں میں اس طرح کے دو خطوط موجود تھے جن کی طرف اکسہوموکی (گذشتہ سطور میں مذکور) عبارت میں اشارہ موجود ہے مگر اب ان کو جعلی شمار کیا جاتا ہے

خلاصہ بحث

گذشتہ صفحات میں مذکورہ تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مسیحی ملت کے ابتدائی طبقات میں جعلسازی اپنے عروج پر تھی اور الہامی کتب کی حفاظت کا انتظام انتہائی ناقص تھا اور اغلب یہی ہے کہ اس کے اسباب وہی ہوں جن کا ذکر اس کتاب کے مقدمہ کی تیسری فصل میں ہم نے کیا ہے، مگر دوسری صدی کے علماء نے جعلسازی کی اجازت کا فتویٰ دیا تھا اس نے ان تمام اسباب مذکورہ سے اہم کام انجام دیا

تحریف کا ایک اور سبب

(کتب مقدسہ میں تحریف اور جعلی الہامی کتابیں بنانے کا) ایک سبب اور سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ پہلی اور دوسری صدی میں مسیحی حضرات کی اکثریت ان قوموں پر مشتمل تھی جو ناخواندہ اور پنچ شمار ہوتی تھیں اور پھر یہ لوگ ان حوادث کا شکار ہوئے جن کا تذکرہ مقدمہ کی تیسری فصل میں گزر چکا ہے اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ان پڑھ اور پنچ قوم کے لوگوں کو فکر مآل کم ہوتی ہے اور یہ کم اندیشی اس وقت اور بھی خصوصیت اختیار کر لیتی ہے جب وہ کسی بڑے سنگین حادثہ کا شکار ہو جائے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بجا ہو گا کہ اس ابتدائی دور میں تحریف کرنے والوں کے لئے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لئے بہت مواقع تھے اور ان غریبوں کے کتب مقدسہ کی حفاظت کا کوئی بہتر انتظام نہ تھا اور نہ ہی اسناد کا کوئی بہتر طریقہ رائج تھا، بلکہ وہ اپنی زندگی کے دن خوف و ہراس کی فضا میں گزارتے تھے اور محض سنی سنائی روایتوں پر اکتفاء کر کے ان کی پرکھ اور تنقید و تحقیق کے جھمیلوں میں نہ پڑتے تھے، یہی وجہ ہے کہ متاخرین کو ان کی تنقید و تحقیق کرنا انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔

ولیم میور اپنی اردو زبان میں تاریخ کلیسا کے باب ۲ کے حصہ اول کی دفعہ ۶ میں لکھتے ہیں "پہلے مسیحی حضرات کو آئندہ زمانہ کی فکر بہت کم تھی اور وہ لوگ اپنے کلیسا کے حالات کی تحریری یاداشت رکھتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ ظلم و ستم کا شکار رہے اور اپنی زندگی انتہائی کسمپرسی کی حالت میں بڑی مشکل سے گزارتے تھے"۔
پھر ابتدائی دو صدیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے باب ۳ کے حصہ اول میں لکھتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں بیشتر مسیحی غریب اور متوسط قوموں سے تعلق رکھتے تھے، اعلیٰ طبقوں سے بہت کم لوگ مسیحی تھے، ان کی اکثریت کی یہ بھی ایک وجہ تھی اور اسی سبب سے انہوں نے زیادہ شہرت نہیں پائی اور تاریخوں میں ان کا کم تذکرہ ملتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پنچ قوم دوسری قوموں سے تعداد میں زیادہ ہوتی ہے اور لوگ ان کی طرف توجہ بھی کم ہی دیتے ہیں، کیونکہ مورخین کی کتابوں میں نامور، حشمت والی اور اہل اقتدار شخصیتوں کے ہی حالات درج ہوتے ہیں۔"

اور مقدمہ کی دوسرے فصل میں ہورن کا بیان گزر چکا ہے جس میں اس بات کی تصریح ہے کہ پہلی صدی کے حضرات روایات کی تنقید و تحقیق نہیں کرتے تھے (۲)

خطوط و مشاہدات

اور رسالہ عبرانیہ اور پطرس کا دوسرا رسالہ 'اور یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ ' یعقوب کا رسالہ 'یہودہ کا رسالہ 'مشاہدات یوحنا' اور یوحنا کا رسالہ نمبر (کے بعض جملوں) کی نسبت حواریین کی جانب بلا دلیل ہے اور یہ ۳۶۳ تک مشکوک رہے 'اور بعض مذکورہ جملے مردود اور آج تک جمہور محققین کے نزدیک غلط ہیں ' یہ جملے سریانی ترجمہ میں قطعاً" موجود نہیں ہیں 'نیز عرب کے تمام گرجوں نے پطرس کے دوسرے رسالہ اور یوحنا کے دونوں اور یہودا کے رسالہ اور مشاہدات یوحنا کو رد کیا ہے اسی طرح ان کو سریانی گرجے ابتداء سے آج تک رد کرتے آئے ہیں جیسا کہ عنقریب آئندہ اقوال میں آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

ہورن اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ جلد ۲ صفحہ ۶ و ص ۲۰۷ میں کہتا ہے " سریانی ترجمہ میں پطرس کا دوسرا رسالہ (یہودا کا رسالہ 'یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ اور مشاہدات یوسا وانجیل یوحنا کے باب ۸ آیت ۲ الغاتیہ ۱۱ 'اور یوحنا کے رسالہ نمبرا باب ۵ آیت ۷ بھی موجود نہیں ہیں ۔"

پھر سریانی ترجمہ کے مترجم نے ان چیزوں کو اس لئے حذف کیا کہ وہ اس کے نزدیک ثابت اور معتبر نہ تھیں ' چنانچہ وارڈ کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے ص ۳۷ میں کہتا ہے کہ :۔

" فرقہ پروٹسٹنٹ کے بہت بڑے عالم راجرس نے اپنے فرقہ کے ان بہت سے علماء کا ذکر کیا ہے جنھوں نے مندرجہ ذیل کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر کتب مقدسہ سے خارج کر دیا :۔ رسالہ عورانیہ 'یعقوب کا رسالہ 'یوحنا کا دوسرا تیسرا رسالہ 'یہودا کا رسالہ ' مشاہدات یوحنا"

ڈاکٹر بلس فرقہ پروٹسٹنٹ کا زبردست عالم کہتا ہے کہ :۔

" تمام کتابیں یوسی بیوس کے عہد تک واجب التسلیم نہیں ہیں "

اور اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ :۔

" یعقوب کا رسالہ ' پطرس کا دوسرا رسالہ ' یوحنا کا رسالہ نمبر ۲ و ۳ حواریوں کی تصنیفات نہیں ہیں 'نیز عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا 'اسی طرح سریانی گرجوں نے پطرس کے رسالہ نمبر ۲ 'یوحنا کے رسالہ نمبر ۲ '۳ اور یہودا کے رسالہ اور کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا 'یہی کچھ حالت عرب کے گرجوں کی تھی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں "

لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۴ صفحہ ۱۷۵ میں کہتا ہے کہ :۔

" سرل اور اسی طرح اور شلم کے گرجے اپنے زمانہ میں کتاب المشاہدات کو تسلیم نہیں کرتے تھے 'اس کے علاوہ اس کتاب کا نام بھی اس قانونی فہرست میں نہیں پایا جاتا جو اس نے لکھی تھی "

پھر صفحہ ۳۲۳ میں کہتا ہے :۔

" مشاہدات یوحنا قدیم سریانی ترجمہ میں موجود نہیں ' تھی نہ اس پر بار ہی بریوس نے یا یعقوب نے کوئی شرح لکھی ' ایبڈ جیو نے بھی اپنی فہرست میں پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ۲ '۳ اور رسالہ یہودا اور مشاہدات یوحنا کا چھوڑ دیا ہے

یہی رائے دوسرے سریانیوں کی بھی ہے۔"

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ صفحہ ۲۰۶ میں ہے کہ "روز نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے پروٹسٹنٹ محققین "کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتے" اور پروفیسر ابوالڈ نے مضبوط اور قوی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ یوحنا کی انجیل اور اس کے رسالے اور کتاب المشاہدات ایک مصنف کی تصانیف ہرگز نہیں ہو سکتیں۔"

یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب نمبر ۷ باب ۲۵ میں کہتا ہے:۔

ڈیونیسس کہتا ہے کہ بعض متقدمین نے کتاب المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے اور اس کے رد میں مبالغہ کیا ہے' اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ ہے اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی جانب غلط ہے اس کا مصنف نہ تو کوئی حواری ہو سکتا ہے نہ کوئی نیک شخص اور نہ کوئی عیسائی اس کی نسبت یوحنا کی جانب درحقیقت ایک بد دین اور ملحد شخص سرن تھس نے کی ہے مگر میں اس کو کتب مقدسہ سے خارج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ بہت سے بھائی اس کی تعظیم کرتے ہیں جہاں تک میری اپنی ذات کا تعلق ہے میں یہ تو تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کسی الہامی شخص کی تصنیف ہے مگر یہ بات آسانی سے نہیں مان سکتا کہ یہ شخص حواری تھا اور زبدی کا بیٹا' یعقوب کا بھائی اور انجیل کا مصنف تھا بلکہ اس کے برعکس محاورات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حواری ہرگز نہیں ہو سکتا نہ اس کا مصنف' وہ یوحنا ہو سکتا ہے جس کا ذکر کتاب الاعمال میں کیا گیا ہے کیونکہ اس کا ایشیا میں آنا ثابت نہیں ہے' بلکہ یہ یوحنا کوئی دوسری شخصیت ہے جو ایشیا کا باشندہ ہے شہر افسوس میں دو قبریں موجود ہیں' جن پر یوحنا کا نام لکھا ہوا ہے عبارت اور مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجیل والا یوحنا اس کتاب کا مصنف نہیں ہے کیونکہ انجیل اور اس کے رسالہ کی عبارت یونانیوں کے اسلوب کے مطابق بڑی پاکیزہ ہے' اس میں کچھ مشکل الفاظ کی بھرمار نہیں ہے' اس کے برعکس مشاہدات کی عبارت یونانی محاورات کے قطعی خلاف ہے اس میں نامانوس اسلوب استعمال کئے گئے ہیں نیز حواری اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کرتا نہ انجیل میں اور نہ رسالہ عامہ میں' بلکہ اپنے کو متکلم یا غائب کا صیغہ سے تعبیر کرتا ہے' اور مقصود کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے اس کے برعکس اس شخص نے باب ۱ میں یسوع مسیح کا وہ مکاشفہ لکھا ہے جو اللہ نے اس کو اس لئے عطا کیا تھا تاکہ اپنے بندوں کو وہ چیزیں جن کا عنقریب ہونا ضروری ہے ظاہر کرے' اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کی۔

اور چوتھی آیت میں ہے کہ "یوحنا کی جانب سے ان سات کلیساؤں کے نام" آیت نمبر ۹ میں ہے "میں یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع کی مصیبت اور بادشاہی اور صبر میں تمہارا شریک ہوں"

باب نمبر ۲۲ آیت نمبر ۸ میں لکھتا ہے کہ میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا" ان آیتوں میں لکھنے والے نے حواریوں کے طریقے کے خلاف اپنے نام کو ظاہر کیا ہے"

"یہ جواب تو کسی طور پر قابل قبول نہیں کہ اس موقع پر حواری نے اپنے نام کا اظہار اپنی عادت کے خلاف اس لئے کیا ہے تاکہ اپنا تعارف کرائیں کیونکہ اگر تعارف مقصود ہوتا تو اپنے نام کے ہمراہ کوئی ایسی خصوصیت ذکر کرتا جو اس کو مخصوص اور متعین کرتی' مثلاً" یہ کہتا کہ "یوحنا ابن زبدہ" یا "یعقوب کا بھائی" یا "یوحنا" اپنے رب کا محبوب مرید" وغیرہ وغیرہ بجائے کسی

خصوصی وصف ذکر کرنے کے ایک عام صفت تمہارا بھائی یا "تمہارا شریک غم" اور "شریک صبر" ذکر کرتا ہے' ہم یہ بات مذاق کے طور پر نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم دونوں مخصوں کی عبارت اور طرز کلام میں جو زبردست تفاوت پایا جاتا ہے اس کو واضح کریں"

نیز یوسی بیوس نے اپنی تاریخ کتاب ۳ باب ۳ میں تصریح کی ہے :۔

"پطرس کا رسالہ نمبرا سچا ہے البتہ دوسرا رسالہ کسی زمانہ میں بھی کتب مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکا' مگر پولس کے ۱۴ رسالے ضرور پڑھے جاتے ہیں' اور کچھ لوگوں نے رسالہ عبرانیہ کو خارج کر دیا ہے"

پھر کتاب مذکورہ کے باب ۲۵ میں تصریح کرتا ہے کہ اس امر میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ رسالہ یعقوب' رسالہ یہودا اور پطرس کا رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲' ۳ انجیل والوں کے لکھے ہوئے ہیں۔ یا کسی دوسرے اشخاص کے جو انہی ناموں سے موسوم تھے اور یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اعمال پولس اور باشتر اور مشاہدات پطرس اور رسالہ برنباس اور وہ کتاب جس کا نام انسٹوٹیوشن حواریین ہے یہ سب جعلی اور فرضی کتابیں ہیں اور اگر ثابت ہو جائے تو مشاہدات یوحنا کو بھی ایسا ہی شمار کرنا چاہیے۔"

نیز اپنی تاریخ کی کتاب ۶ باب ۲۵ میں آریجن کا قول رسالہ عبرانیہ کے حق میں یوں نقل کیا ہے :۔

"وہ حال جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس رسالہ کو روم کے بشپ کلیمنٹ نے لکھا ہے' اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو لوقا نے ترجمہ کیا ہے۔"

ارنیس بشپ لیس جو ۱۷۸ء میں گذرا ہے' اور ہپ پولیٹس جو ۲۲۰ء میں گذرا ہے' اور روم کا بڑا پادری نوتیس جو ۲۵۱ء میں گذرا' انہوں نے اس کا اصل سے انکار کیا ہے' ٹرٹولین' کارتھیج کا بڑا پادری متوفی ۲۰۰ء کہتا ہے کہ یہ برنباس کا رسالہ ہے روم کے پادری کیس متوفی ۲۱۲ء نے پولس کے رسالوں کو ۱۳ شمار کیا ہے اور اس رسالہ کو شمار نہیں کیا' سائی پرن' کارتھیج کلاٹھ پادری متوفی ۲۴۸ء بھی اس رسالہ کا ذکر نہیں کرتا اور سریانی گرجا آج تک پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کے رسالہ نمبر ۲' ۳ کو تسلیم کرنے سے منکر ہے اسکالیجر کہتا ہے کہ جس شخص نے پطرس کا رسالہ نمبر ۲ لکھا ہے' اس نے اپنا وقت ضائع کیا'

یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب ۲ باب ۲۳ میں یعقوب کے رسالہ کی نسبت یوں کہتا ہے "خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور فرضی ہے' مگر بہت سے متقدمین نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال ہمارا یہودا کے رسالہ کی نسبت بھی ہے مگر بہت سے گرجوں میں اس پر بھی عمل درآمد ہوتا ہے۔"

تاریخ بائبل مطبوعہ ۱۸۵۰ء میں کہا گیا ہے کہ :۔

"گروتیس کہتا ہے کہ یہ رسالہ یعنی یہودہ کا رسالہ اس پادری کا ہے جو ایڈرین کے دور سلطنت میں اورشلیم کا پندرھواں پادری تھا"

اور یوسی بیوس اپنی تاریخ کی کتاب نمبر ۶ باب ۲۵ میں کہتا ہے :۔

آریجن نے انجیل یوحنا کی شرح کی جلد ۵ میں کہا ہے کہ پولس نے تمام گرجوں کو کچھ نہیں لکھا اور اگر کسی گرجے کو لکھا ہے

تو صرف دو یا چار سطریں لکھی ہیں۔"

آریجن کے قول کے مطابق وہ تمام رسالے جو پولس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ اس کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ جعلی اور فرضی ہیں، جن کی نسبت اس کی جانب کردی گئی ہے اور شاید دو چار سطروں کی مقدار ان رسالوں میں بھی پولس کے کلام کی موجودگی ہوگی، ان اقوال میں غور کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فاسٹس کا یہ قول کہ:۔

"اس عہد جدید کو نہ مسیح علیہ السلام نے تصنیف کیا ہے اور نہ حواریوں نے بلکہ ایک مجہول نام شخص نے تصنیف کر کے حواریوں اور ان کے ساتھیوں کی جانب منسوب کر دیا ہے"

بالکل سچا اور درست ہے جس میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس سلسلہ میں اس کی رائے قطعی صحیح ہے، ادھر آپ کو فصل اول میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ یہ چھ رسالے اور کتاب مشاہدات ۳۶۳ء تک مشکوک اور مردود چلے آرہے تھے اور نائس کی اس بڑی مجلس نے بھی جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی تھی تسلیم نہیں کیا تھا، پھر یہ چھ رسالے لوڈیشیا کی مجلس منعقدہ ۳۶۴ء نے قبول کی سند دے دی، مگر کتاب مشاہدات اس مجلس میں بھی مردود و مشکوک ہی رہی، جو کارتھیج کی مجلس منعقدہ ۳۹۷ء میں تسلیم کر لی گئی ان دونوں مجلسوں کا ان کتابوں کو تسلیم کر لینا حجت نہیں ہو سکتا اول تو اس لئے کہ ہر مجلس کے علماء نے کتاب یہودیت کو تسلیم کیا تھا اور لوڈیشیا کی مجلس نے کتاب استھر کے باب ۱۰ کی آیات کو، اور باب ۱۰ کے بعد کے چھ بابوں کو تسلیم کیا تھا اور کارتھیج کی مجلس کے علماء نے کتاب ودانش طوبیا اور کتاب بارور اور کتاب پند کلیسا اور کتاب المقابئین کو تسلیم کیا تھا، اور بعد کی ہونے والی تینوں مجلسوں نے ان کتابوں کی نسبت ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا تھا۔

اب اگر ان کا فیصلہ دلیل و برہان کی بنیاد پر ہوتا تب تو ان سب کو تسلیم کرنا ضروری تھا، اور اگر بلا دلیل تھا جیسا کہ حقیقت ہے تو سب کا رد کرنا ضروری تھا، پھر تعجب ہے کہ فرقہ پروٹسٹنٹ ان کا فیصلہ ان ۶ رسائل اور کتاب المشاہدات کی نسبت تسلیم کرتا ہے اور دوسری کتابوں کے متعلق ان کے فیصلہ کو رد کر دیتا ہے، خصوصاً کتاب یہودیت کی نسبت، جن کے تسلیم کرنے پر تمام مجلسوں کا کامل اتفاق رہا، کتاب آستھر کے علاوہ دوسری کتاب مردود کتابوں کی نسبت ان کا یہ عذر لنگ کسی طرح.... مفید نہیں ہو سکتا کہ ان کی اصل معدوم ہو گئی تھی کیونکہ جیروم کہتا ہے کہ اس کو یہودیت کا اصل نسخہ، اور طوبیا کا اصل مسودہ ڈیک زبان میں، اور مقابئین کی پہلی کتاب کا اصل نسخہ، اور کتاب پند کلیسا کی اصل عبرانی زبان میں ملی ہیں، اور ان کتابوں کا ترجمہ ان اصلی کتب سے کیا گیا ہے اس لئے ان کے لئے لازم ہے کہ ان کتابوں کو تسلیم کریں گے جن کے اصل نسخے جیروم کو دستیاب ہوئی، اسی طرح ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ انجیل متی کو بھی تسلیم نہ کریں کیونکہ اس کی اصل بھی گم ہو چکی تھی۔

دوسرے اس لئے کہ ہورن کے اقرار سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان کے متقدمین کے یہاں روایات کی چھان بین اور تنقید نہیں کی جاتی تھی اور وہ بے اصل اور واہیات روایتوں کو بھی مانتے اور تسلیم کرتے تھے اور لکھ لیتے تھے بعد میں آنے والے ان کی پیروی کرتے جاتے، تو غالب یہی ہے کہ ان مجالس کے علماء تک بھی ان کتابوں کی بعض روایات ضرور پہنچی ہوں

تھی اور انہوں نے صدیوں تک ان کے مردود رہنے کے بعد ان کو تسلیم کر لیا۔ (۱)

عہد جدید کی دوسری قسم کی کتابیں

دوسری قسم میں یہ کتابیں شامل ہیں:۔
پولس کا خط عبرانیوں کی طرف 'پطرس کا دوسرا رسالہ' یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ 'یعقوب کا رسالہ۔
یہودا کا رسالہ اور مشاہدات یوحنا:۔
یوسی بیوس نے اپنی کتب تاریخ کلیسا کی کتاب ۳ باب ۳ میں لکھا ہے کہ :۔
"پطرس کا رسالہ نمبر ا سچا ہے البتہ دوسرا رسالہ کسی زمانہ میں بھی کتب مقدسہ میں داخل نہیں ہو سکا۔ مگر پولس کے چودہ رسالے ضرور پڑھے جاتے ہیں۔ البتہ کچھ لوگوں نے رسالہ عبرانیہ کو خارج کر دیا ہے"
پھر کتاب مذکورہ کے باب ۲۵ میں تصریح کی ہے کہ :۔
"اس امر میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ رسالہ یعقوب' رسالہ یہودا اور پطرس کا رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲' ۳ انجیل والوں کے لکھے ہوئے ہیں یا کسی دوسرے اشخاص کے جو انہی ناموں سے موسوم تھے اور یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اعمال پولس اور باشتر اور مشاہدات پطرس اور رسالہ برینا اور وہ کتاب جس کا نام انٹیوشن حوارین ہے یہ سب جعلی اور فرضی کتابیں ہیں اور اگر ثابت ہو جائے تو مشاہدات یوحنا کو بھی ایسا ہی شمار کرنا چاہیے"
یوسی بیس نے اپنی تاریخ کی کتاب ۶ باب ۲۵ میں آریجن کا قول رسالہ عبرانیہ کے حق میں یوں نقل کیا ہے۔
"وہ حال جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس رسالہ کو روم کے بشپ کلیمنٹ نے لکھا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو لوقا نے ترجمہ کیا ہے"
ارینس بشپ لیس جو ۱۷۸ء میں گزرا ہے اور ہپ پولیٹس جو ۲۲۰ء میں گزرا ہے اور روم کا بڑا پادری نو تیس جو ۲۵۱ میں ہوا ہے انہوں نے اس کا سرے سے ہی انکار کیا ہے۔ ٹرٹولین 'کارتھیج کا بڑا پادری متوفی ۲۰۰ء کہتا ہے کہ یہ برنیا کا رسالہ ہے روم کا پادری کیس متوفی ۲۱۲ء نے پولس کے رسالوں کو تیرہ شمار کیا ہے اور اس رسالہ کو شمار نہیں کیا۔
سائی پرن 'کارتھیج کلانٹھ پادری متوفی ۲۴۸ء بھی اس رسالہ کا ذکر نہیں کرتا اور سریانی گرجا آج تک پطرس کے رسالہ نمبر ۲ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲' ۳ کو تسلیم کرنے سے منکر ہے اور اسکالجر کہتا ہے کہ جس نے پطرس کا رسالہ نمبر ۲ لکھا ہے اس نے اپنا وقت ضائع کیا یوحنا کے رسالہ نمبر ا کے باب نمبر ۵ کی بعض آیتوں کو جمہور محققین نے بالکل غلط بتایا ہے
لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۴ صفحہ ۱۷۵ میں کہتا ہے کہ "سرل اور اسی طرح یروشلم کے گرجے اپنے زمانے میں کتاب المشاہدات کو تسلیم نہیں کرتے تھے اس کے علاوہ اس کتاب کا نام بھی اس قانونی فہرست میں نہیں پایا جاتا جو اس نے لکھی تھی" یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس فہرست میں کتاب باروخ اور رسالہ یرمیاہ کا تذکرہ موجود ہے۔
یوسی بیس اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۷ باب ۲۵ میں لکھتا ہے کہ "ڈاونیسیس کہتا ہے کہ بعض متقدمین نے کتاب

المشاہدات کو کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے اور اس کے رد میں مبالغہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ ہے اور اس کی نسبت یوحنا حواری کی طرف غلط ہے اس کا مصنف نہ تو کوئی حواری ہو سکتا ہے نہ کوئی نیک شخص اور نہ کوئی عیسائی' اس کی نسبت یوحنا کی طرف در حقیقت ایک بد دین اور ملحد شخص سرن تھس نے کی ہے مگر میں اس کو کتب مقدسہ سے خارج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ بہت سے بھائی اس کی تعظیم کرتے ہیں جہاں تک میرے اپنی ذات کا تعلق ہے میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کسی الہامی شخص کی تصنیف ہے مگر یہ بات آسانی سے نہیں مان سکتا کہ یہ شخص حواری تھا اور زبدی کا بیٹا' یعقوب کا بھائی اور انجیل کا مصنف تھا بلکہ اس کے بر عکس محاورات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حواری ہر گز نہیں ہو سکتا نہ اس کا مصنف وہ یوحنا ہو سکتا ہے جس کا ذکر کتاب الاعمال میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا ایشیا میں آنا ثابت نہیں ہے بلکہ یہ یوحنا کوئی دوسری شخصیت ہے جو ایشیا کا باشندہ ہے افسس میں دو قبریں موجود ہیں جن پر یوحنا کا نام لکھا ہوا ہے عبارت اور مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انجیل والا یوحنا اس کا مصنف نہیں ہے کیونکہ انجیل اور اس کے رسالہ کی عبارت یونانیوں کے اسلوب کے مطابق بڑی پاکیزہ ہے اس میں کچھ مشکل الفاظ کی بھرمار نہیں ہے اس کے بر عکس مشاہدات کی عبارت یونانی محاورات کے قطعی خلاف ہے اس میں نامانوس اسلوب استعمال کئے گئے ہیں نیز حواری اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں کرتا نہ انجیل میں اور نہ رسالہ عامہ میں' بلکہ اپنے کو متکلم یا غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتا ہے اور مقصود کو بغیر کسی تمہید کے شروع کرتا ہے اس کے بر عکس اس شخص نے باب ا میں یسوع مسیح کا وہ مکاشفہ لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے عطا کیا تھا تاکہ بندوں کو وہ چیزیں جن کا عنقریب ہونا ضروری ہے ظاہر کرے اور اس نے اپنے فرشتہ کو بھیج کر اس کی معرفت اپنے بندے یوحنا پر ظاہر کی۔

اور چوتھی آیت میں ہے کہ "یوحنا کی جانب سے ان سات کلیساؤں کے نام" آیت ۹ میں ہے "یوحنا جو تمہارا بھائی اور یسوع کی مصیبت اور بادشاہی اور صبر میں تمہارا شریک ہوں۔

باب ۲۲ آیت ۸ میں لکھتا ہے کہ "میں وہی یوحنا ہوں جو ان باتوں کو سنتا اور دیکھتا تھا۔

ان آیتوں میں لکھنے والے نے حواریوں کے طریقے کے خلاف اپنے نام کو ظاہر کیا ہے۔

کیتھولک ہیرلڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ صفحہ ۲۰۶ میں لکھا ہے کہ روز نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھا ہے کہ بہت سے پروٹسٹنٹ محققین "کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانتے اور پروفیسر ایولاڈ نے مضبوط اور قوی شہادت سے ثابت کیا ہے کہ یوحنا کی انجیل اور اس کے خطوط اور کتاب المشاہدات (مکاشفہ) ایک مصنف کی ہر گز تصانیف نہیں ہو سکتیں۔

یوسی بیس اپنی تاریک کلیسا کی کتاب ۲ باب ۲۳ میں یعقوب کے رسالہ کی نسبت یوں لکھتا ہے کہ "خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ جعلی اور فرضی ہے مگر بہت سے متقدمین نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہی خیال ہمارا یہودا کے رسالہ کی نسبت بھی ہے مگر بہت سے گرجوں میں اس پر بھی عملدر آمد ہوتا ہے" اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر رسالہ یعقوب کی نسبت کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ تو گھاس پھونس کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔

بیشتر متقدمین عیسائی علماء یہودا کے رسالہ کی صداقت کے منکر تھے چنانچہ تاریخ بائبل مطبوعہ ۱۸۵۰ میں کہا گیا ہے کہ
ڈی نیس کہتے ہیں کہ یہ رسالہ یہودا نامی اس پادری کا ہے جو ایڈرین کے دور سلطنت میں یروشلم کا پندرھواں پادری تھا مارٹن
لوتھر کا شاگرد رشید اور پروٹسٹنٹ فرقہ کا بہت بڑا عالم یورن لکھتا ہے کہ یعقوب اپنے رسالہ کا اختتام بہت ہی لغو و بے ہودہ
طریقہ سے کرتا ہے اور کتابوں کے حوالے ایسے غلط انداز سے نقل کرتا ہے کہ اس میں روح القدس کا وجود نہیں پایا جا سکتا۔
اس لئے اس رسالہ کو کتب مقدسہ میں شامل نہ کیا جائے نمبرگ کا پروٹسٹنٹ مبلغ ڈی لس تھیوڈورس کا کہنا ہے کہ مشاہدات
یوحنا اور یعقوب کے رسالہ کو ہم نے قصداً "متروک" قرار دیا ہے کیونکہ یعقوب نے اپنے رسالہ میں جن مقامات پر اعمال کو
ایمان پر فوقیت دی ہے صرف وہی قابل ملامت نہیں ہیں بلکہ اس کے بیشتر مضامین اور ان کے معنی ایک دوسرے کے بالکل
خلاف ہیں۔

میک ڈی برحن سٹیور سٹس کہتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ حواریوں کی تعلیمات کے بہت خلاف ہے چنانچہ بعض
مقامات پر اس نے نجات کو صرف ایمان پر موقوف ہونے کے بجائے اعمال کو بھی مدار نجات قرار دیا ہے اسی طرح تورات کو
آئین آزادی قرار دیتا ہے پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت بڑے عالم راجرس نے اپنے فرقہ کے ان بہت سے عیسائی علماء کا ذکر کیا
ہے جنہوں نے مندرجہ ذیل کتابوں کو جھوٹی سمجھ کر کتب مقدسہ سے خارج کر دیا ہے۔ رسالہ عبرانیہ 'یعقوب کا رسالہ'
یوحنا کا دوسرا' تیسرا رسالہ 'یہودا کا رسالہ اور مشاہدات یوحنا۔

پروٹسٹنٹ فرقہ ہی کا ایک زبردست عالم ڈاکٹر پلس کہتا ہے کہ تمام کتابیں یوسی بس کے عہد تک واجب التسلیم
نہیں ہیں نیز یعقوب کا رسالہ 'پطرس کا دوسرا رسالہ 'یوحنا کا دوسرا و تیسرا رسالہ کے حواریوں کی تصنیفات نہ ہونے پر اصرار کیا
گیا ہے اسی طرح عبرانی رسالہ عرصہ دراز تک مردود رہا اور سریانی گرجوں نے پطرس کے رسالہ نمبر۲' یوحنا کے رسالہ نمبر۲'۳
یہودا کا رسالہ اور کتاب المشاہدات کو واجب التسلیم نہیں مانا یہی کچھ حالت عرب کے گرجوں کی تھی۔ مگر ہم تسلیم کرتے
ہیں۔

راجرس کا قول ہے کہ اگرچہ بعض متقدمین نے عہد جدید کی تمام کتابوں کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا تھا لیکن آخر کار متفقہ
طور پر سب کو تسلیم کر لیا گیا۔

الغرض ۳۲۵ء تک عہد عتیق اور عہد جدید کی تمام کتب کی صداقت کے بارے میں زبردست اختلاف رہا ہے۔ (۲)

کتب مقدسہ کی حیثیت قوانین و انتظامات کی سی ہے

۱۔ یونانی ترجمہ ان کے بزرگوں کے یہاں حواریوں کے زمانہ سے پندرھویں صدی تک معتبر چلا آرہا تھا' اور عبرانی نسخوں کی نسبت اس کا عقیدہ تھا کہ وہ تحریف شدہ ہیں اور صحیح بھی یونانی ہے اس کے بعد پوزیشن بالکل برعکس ہو جاتی ہے اور جو محرف تھا وہ صحیح اور جو صحیح تھا وہ محرف اور غلط قرار دے دیا جاتا ہے' جس سے ان کے سارے بزرگوں کی جہالت پر روشنی پڑتی ہے'

۲۔ کتاب دانیال ان کے اسلاف کے نزدیک یونانی ترجمہ کے موافق معتبر تھی مگر جب آریجن نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ کر دیا تو سب نے اس کو چھوڑ کر تھیوڈوشن کا ترجمہ قبول کر لیا'

۳۔ ارس تیس کا رسالہ سولہویں صدی تک تسلیم شدہ چلا آرہا تھا' جس پر سترھویں صدی میں اعتراضات کئے گئے اور تمام علماء پروٹسٹنٹ کے نزدیک وہ جھوٹا قرار پایا۔

۴۔ لاطینی ترجمہ کیتھولک کے نزدیک معتبر اور پروٹسٹنٹ کے یہاں غیر معتبر اور محرف ہے

۵۔ پیدائش کی کتاب صغیر پندرھویں صدی تک معتبر اور صحیح شمار کی جاتی تھی' پھر وہی سولہویں صدی عیسوی میں غلط اور جعلی قرار دے دی گئی۔

۶۔ عزرا کی کتاب کو گریک گرجا آج تک تسلیم کئے جارہا ہے اور فرقہ پروٹسٹنٹ اور کیتھولک دونوں نے اس کو مردود بنا رکھا ہے' سلیمان علیہ السلام کی زبور کو ان کے اسلاف تسلیم کرتے رہے' اور ان کی کتب مقدسہ میں وہ لکھی جاتی رہی' بلکہ آج تک کوڈکس اسکندریانوس میں موجود ہے' مگر اس زمانہ میں اس کو جعلی شمار کیا جاتا ہے' ہم کو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ عیسائی لوگ اپنی تمام کتابوں کے جعلی اور فرضی ہونے کا آہستہ آہستہ اعتراف کر لیں گے' اس پورے بیان سے آپ کو واضح ہو گیا ہو گا کہ عیسائیوں کے پاس نہ تو عہد عتیق کی کتابوں کی کوئی سند متصل موجود ہے' اور نہ عہد جدید کی کتابوں کی' اور جب کبھی اس سلسلہ میں ان پر مضبوط گرفت کی جاتی ہے تو یہ بہانہ بناتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے عہد عتیق کے کتابوں کے سچا ہونے کی شہادت دی تھی۔ (۱)

کتابوں کی تحقیق کے لئے عیسائی علماء کی مجلسیں

۳۲۵ء میں بادشاہ قسطنطین کے حکم سے عیسائی علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع شہر نائس میں منعقد ہوا۔ بڑی تحقیق اور مشورے کے بعد ان علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ کتاب یہودیت واجب التسلیم ہے۔ یہ بات اس مقدمہ سے خوب واضح ہو جاتی ہے جو اس کتاب پر جیروم نے لکھا ہے۔ چنانچہ نائس کے اجتماع کے بعد کتب مقدسہ میں ایک کتاب کا مزید اضافہ ہو گیا

اس کے بعد ایک دوسری مجلس ۳۴۴ء میں منعقد ہوئی جو لوڈیشیا کی مجلس کے نام سے مشہور ہے اس مجلس نے عہد عتیق اور عہد جدید کی مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

(۱) کتاب آستر (۲) یعقوب کا رسالہ (۳) پطرس کا دوسرا رسالہ (۴) و (۵) یوحنا کا دوسرا رسالہ (۶) یہودا کا رسالہ (۷) پولس کا رسالہ عبرانیوں کے نام۔ اس مجلس نے اپنے فیصلہ کو عام پیغام کے ذریعے موکد کر دیا اور کتاب مشاہدات یوحنا ان دونوں مجلسوں میں بدستور فہرست مسلمہ سے خارج اور مشکوک رہے۔

اس کے بعد ۳۹۷ء میں ایک اور بڑی مجلس جو کارتھیج کی مجلس کے نام سے مشہور ہے منعقد ہوئی اس مجلس کی شرکاء میں عیسائیوں کا مشہور فاضل آگسٹائین اور ایک سو چھبیس دوسرے مشہور علماء تھے اس مجلس نے مزید سات کتابوں کو واجب التسلیم قرار دیا اور کتاب یہودیت کی صداقت کا واجب التسلیم ہونا موکد کر دیا۔ اضافہ شدہ کتابوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) کتاب دانش (۲) کتاب طوبیا (۳) کتاب باروخ (۴) کتاب کلیسائی پند و نصائح (۵) و (۶) مقابین کی دونوں کتابیں (۷) کتاب مشاہدات یوحنا

اس مجلس کا فیصلہ ٹرلو کی چھٹی مجلس میں بھی برقرار رہا۔ البتہ اس مجلس کے شرکاء نے کتاب باروخ کو کتاب یرمیاہ کا گویا جزو قرار دیا۔ اس لئے کہ باروخ علیہ السلام، یرمیاہ علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے اسی لئے ان لوگوں نے اسماء کتب کی فہرست میں کتاب باروخ کا نام علیحدہ نہیں لکھا۔

مجلس ٹرلو، مجلس فلورنس اور مجلس ٹرنٹ نے بھی پہلی کارتھیج کی مجلس کے فیصلہ کو قائم اور باقی رکھا۔ صرف آخر کی دو مجلسوں نے کتاب باروخ کا نام ان کتابوں کی فہرست میں علیحدہ لکھ دیا۔

ان مجالس کے منعقد ہونے کے بعد وہ کتابیں جو تقریباً تین صدی تک مشکوک اور غیر معتبر سمجھی جاتی رہیں۔ تسلیم شدہ قرار پائیں اور تقریباً بارہ سو برس تک عیسائیوں کے تمام فرقوں کے نزدیک واجب التسلیم رہیں اور آج بھی رومن کیتھولک والے ان سب کو واجب التسلیم قرار دیتے ہیں۔

اسلاف کے فیصلوں سے پروٹسٹنٹ فرقہ کی بغاوت

پروٹسٹنٹ فرقہ نے کتاب آستر کے بعض ابواب "کتاب باروخ "کتاب طوبیا "کتاب یہودیت "کتاب دانش "کتاب پند و نصائح کلیسا اور مقابین کی دونوں کتابوں کو کتب مقدسہ سے خارج کر کے ان کی صداقت کو واجب التسلیم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور دیگر دلائل کے علاوہ مندرجہ ذیل دلائل بھی پیش کئے کہ۔

تمام عیسائیوں نے ان کتابوں کو تسلیم نہیں کیا

تحریف ہو گئی

من گھڑت اور خود ساختہ ہیں اور ان میں جھوٹی باتوں کی بھرمار ہے۔

ہم ان کے ان دلائل کو بسرو چشم قبول کرتے ہیں اس فرقہ کے اپنے اعتراف سے یہ حقیقت پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ چوتھی صدی عیسوی اور اس کے بعد کے مسیحی اسلاف اور بزرگ سرے سے ناقابل اعتبار پا گئے۔ لہٰذا ان کے اجماع اور اتفاق کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ کہنا درست ہو گا کہ یہ لوگ دیانت و صداقت سے بالکل بے بہرہ تھے جس کی وجہ سے سینکڑوں ہزاروں علماء متفقہ طور پر جھوٹی اور تحریف شدہ کتابوں کا واجب التسلیم قرار دے کر تمام عیسائیوں کو بے ایمانی پر مجتمع کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور جن چیزوں کو واجب الرد قرار دینا چاہئے تھا ان کو واجب الاعتقاد ثابت کرتے رہے۔

اس فرقہ کے نزدیک رومن کیتھولک فرقہ جو کہ ان سے تعداد میں چھ گنا سے بھی زائد ہے ابھی تک اسی معیبت میں مبتلا ہے۔ ان لوگوں کے اعتراف کے بموجب کتب مقدسہ میں اسلاف سے بھی تحریف ثابت ہو گئی ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دلیل اول مذکورہ کی رو سے مذکورہ بالا کتابوں کو تو کتب مقدسہ سے خارج قرار دیا گیا مگر اس دلیل کا مقتضی یہ بھی تو ہے کہ پوری کتاب آستر' مشاہدات یوحنا' یوحنا کا دوسرا اور تیسرا رسالہ' پطرس کا دوسرا رسالہ' یہودا کا رسالہ' یعقوب کا رسالہ اور رسالہ عبرانیہ کو بھی کتب مقدسہ سے خارج قرار دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا حالانکہ ان مجلسوں سے پیشتر ان کتابوں کو بھی تمام عیسائیوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور اس معاملہ میں مشاہدات اور کتاب آستر خاص طور سے قابل ذکر ہیں حتی کہ کتاب مشاہدات کو بعض لوگوں نے ایک ملحد شخص سرن تھسن کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کو غیر معقول' بے معنی اور جہالت کا بہت بڑا پردہ کہا گیا ہے۔ نیز عبارت کا اسلوب بتاتا ہے کہ اس کا مصنف انجیل والا یوحنا ہرگز نہیں ہو سکتا اور کتاب استر کے سیاق سے اس کا کتاب مقدس ہونا ہی معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ پوری کتاب میں کہیں بھی خدا کا ذکر تک نہیں آیا اور نہ ہی اس کے مصنف کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا بائبل کے مفسرین محض ظن و تخمین سے کام لے کر اس کے تعین کی کوشش کرتے ہیں بعض عیسائیوں کا خیال ہے کہ یہ ان علماء کی تصنیف ہے جو عزرا کے عہد سے سائمن کے زمانے تک ہوئے ہیں۔

فلو یہودی کا قول ہے کہ جو یویا کین کی تصنیف ہے جو یسوع کا بیٹا تھا اور بابل کی قید سے آزاد ہو کر آیا تھا۔

آگسٹائن کہتا ہے کہ یہ عزرا کی تصنیف ہے بعض کی رائے ہے کہ یہ مرد کی لکھی ہوئی ہے اور بعض مرد کے اور آستر دونوں کی تصنیف بتاتے ہیں اور بیشتر عیسائی متقدمین نے اس کتاب کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھا ہے۔

کیتھولک ہیرالڈ ج ۲ صفحہ ۳۴۷ میں ہے کہ سینٹ ملیٹو نے واجب التسلیم کتب مقدسہ کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں کیا چنانچہ یوسی بیس نے اپنی تاریخ کلیسا کی کتاب ۴ باب ۲۶ میں کہا ہے کہ سینٹ گریگوری نازین زن نے اپنے اشعار میں تمام واجب التسلیم کتابوں کے نام ضبط کئے ہیں مگر اس کتاب کا نام ان میں نہیں لکھا اور نہ ہی سینٹ ایم فی لوکیس نے اپنے ان اشعار میں جو اس نے سلیوکس کو لکھے تھے اور ان میں تمام کتب مقدسہ کے نام درج کئے تھے۔ اس کتاب کا نام شامل کیا بلکہ اس کے واجب التسلیم ہونے پر شبہ کا اظہار کیا ہے سینٹ اتھانشیس نے اپنے انتالیسویں خط میں اس کتاب کو مردود اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے اسی طرح مصنف سناپ سس نے بھی اس کو مردود اور ناپسندیدہ قرار دیا ہے

غرضیکہ مذکورہ تفصیلات سے یہ بات واضح طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اہل کتاب کے پاس ان کی کتب مقدسہ کی کوئی بھی مستند نقل موجود نہیں ہے۔

تحریف کا مطلب

سب سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں :-

(۱) تحریف کا مطلب ہے کسی بات کو بدل ڈالنا اس کی دو قسمیں ہیں ایک " تحریف معنوی " یعنی کسی عبارت کے الفاظ میں اپنی طرف سے کوئی رد و بدل تو نہ کیا جائے لیکن اس کے معنی بگاڑ دیئے جائیں۔ دوسری " تحریف لفظی " یعنی عبارت کے الفاظ ہی میں ترمیم کر دی جائے۔ پھر " تحریف لفظی " کی بھی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک لفظ کو ہٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا لفظ رکھ دیا جائے۔ دوسری یہ کہ عبارت میں کوئی لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا جائے اور تیسری یہ کہ عبارت کا کوئی لفظ حذف کر دیا جائے۔

(۲) تحریف معنوی کے مسئلہ میں ہمارے اور عیسائیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، یعنی عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بائبل کی تشریح و تعبیر میں تحریف معنوی واقع ہوئی ہے اور لوگوں نے اس کی عبارتوں کو من مانے مفہوم پہنانے کی کوشش کی ہے البتہ تحریف لفظی کے مسئلہ میں اختلاف ہے عیسائی حضرات کہتے ہیں کہ بائبل میں تحریف نہیں ہوئی اور ہمارا دعوٰی ہے کہ ان میں تحریف ہوئی ہے لہٰذا اس کتاب میں تحریف معنوی سے کوئی بحث نہیں ہو گی اس کتاب میں ہمارا موضوع تحریف لفظی کا اثبات ہے چنانچہ اس کتاب میں تحریف لفظی کو ثابت کیا جائے گا یعنی اصل موضوع تو اسی کا بیان ہو گا خواہ ضمناً کوئی دوسری بات بھی آ جائے۔

(۳) اس کتاب میں خود عیسائی مذہب کے محقق علماء کے اعترافات سے انشاء اللہ یہ بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کہ ان کی مقدس کتابوں میں بعض جگہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیا گیا ہے، بعض جگہ کوئی لفظ یا جملہ اپنی طرف سے بڑھا دیا گیا اور بعض جگہ سے کوئی لفظ یا جملہ سرے سے اڑا دیا گیا ہے اور اسی کو ہم تحریف کہتے ہیں خواہ عیسائی حضرات اس کی وجہ یہ بیان کریں کہ یہ تبدیلی بددیانت لوگوں کی شرارت سے قصداً" ظہور میں آئی، خواہ یہ کہیں کہ اس کا سبب تواتر لفظی کا مفقود ہونا ہے، خواہ یہ کہیں کہ کاتبوں سے غلطی ہو گئی ہے اور خواہ یہ کہیں کہ اصلاح دینے والوں سے وہم ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہمارے دعوٰی میں " تحریف " عام ہے، خواہ وہ قصداً " واقع ہوئی ہو یا بغیر قصد و ارادہ کے۔

(۴) اس کتاب میں عیسائیوں کی جو بات بھی نقل کی جائے گی وہ پروٹسٹنٹ یا رومن کیتھولک فرقوں کی معتبر اور مستند کتابوں سے منقول ہو گی۔ مثلاً " یوسی بیس کی تاریخ یا تفسیر ہارن مطبوعہ لندن ۱۸۲۲ء یا ہنری واسکاٹ کی تفسیر مطبوعہ لندن، بالا ڈینز کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۳۷ء (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) اور جارج ڈایلی اور رچرڈ مینٹ کی تفسیر مطبوعہ لندن ۱۸۴۸ء لیکن چونکہ اردو اور انگریزی زبان کے محاوروں میں بڑا فرق ہے اس لئے ان کتابوں کے اقتباسات مجموعی مفہوم اور حاصل مضمون کے مطابق ہوں گے ان کا لفظی ترجمہ نہیں ہو گا۔

(۵) کتب مقدسہ (بائبل) کی عبارتوں کا وہ ترجمہ نقل کیا جائے گا جو فرقہ پروٹسٹنٹ کے پادریوں نے کیا ہے یہ اقتباسات حسب ضرورت کبھی صرف اردو ترجموں سے لئے جائیں گے کبھی اردو اور فارسی دونوں سے اور کبھی اردو فارسی اور عربی تینوں سے اور کبھی زیادہ ضرورت ہوگی تو انگریزی ترجموں کا حوالہ بھی دے دیا جائے گا کیونکہ پروٹسٹنٹ حضرات کی عادت یہ ہے کہ جب بائبل کی کوئی عبارت ان کے خلاف پڑتی ہے تو وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں مترجم نے ترجمہ غلط کیا ہے حالانکہ وہ مترجم بھی انہی کے فرقہ کا ہوتا ہے متعدد تراجم نقل کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ جب مختلف مترجموں کے ترجمے سامنے آئیں گے تو شائد وہ ایسا ارشاد نہ فرمائیں اور اگر فرمائیں بھی تو فریق ثانی کو اس صورت میں کافی گنجائش ہوگی۔

(۶) چونکہ بائبل کے ترجمے بدلتے رہتے ہیں اس لئے یہاں ہم ان ترجموں کے حوالے درج کئے دیتے ہیں جن سے ہم نے اقتباس لئے ہیں:۔

(i) صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں (تورات) کا ترجمہ جو ۱۸۲۲ء میں شیورام پور کے چھاپہ خانہ میں چھپا ہے۔

(ii) پورے عہد عتیق کا اردو ترجمہ جو کلکتہ سے دو جلدوں میں چھپا ہے، پہلی جلد کتاب پیدائش سے لے کر کتاب آستر تک ہے اور ۱۸۳۲ء میں طبع ہوئی ہے اور دوسری جلد کتاب ایوب سے ملاکیا (یالماکی) تک ہے اور ۱۸۴۳ء میں چھپی ہے۔

(iii) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور چار جلدوں پر طبع ہوا ہے پہلی جلد کتاب پیدائش سے کتاب استثنا تک ۱۸۳۹ء میں لندن سے چھپی ہے اور باقی تین جلدیں ۱۸۳۸ء میں کلکتہ سے شائع ہوئی ہیں۔

(iv) فارسی ترجمہ جو پورے عہد عتیق پر مشتمل ہے اور دو جلدوں میں ۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۱ء میں شہر اڈنبرگ سے شائع ہوا ہے۔

(v) عربی ترجمہ جو عہد عتیق اور عہد جدید دونوں پر مشتمل ہے اور ۱۸۳۱ء میں لندن سے ایک ہی جلد میں چھپا ہے۔

(vi) صرف عہد جدید کے اردو ترجمے جو ۱۸۳۹ء، ۱۸۳۱ء اور ۱۸۴۴ء میں کلکتہ سے شائع ہوئے ہیں۔

(vii) صرف عہد جدید کا فارسی ترجمہ جو ۱۸۴۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا ہے۔

(viii) پروٹسٹنٹ علماء کے انگریزی مصدقہ تراجم جو ۱۸۱۱ء، ۱۸۳۰ء، ۱۸۳۵ء اور ۱۸۳۶ء میں چھپے ہیں۔

(ix) رومن کیتھولک کا انگریزی ترجمہ جو ۱۸۴۰ء میں ڈبلن سے شائع ہوا۔

(۷) اس کتاب میں بعض مقامات پر ہم کچھ ملحدین کی کتابوں سے بھی اقتباسات نقل کریں گے اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ ہم خدانخواستہ ان ملحدوں کا اچھا یا ان کے کلام کو سند سمجھتے ہیں یا ان کی تحریریں ہمیں پسند ہیں حاشا وکلا! واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام ملحدین ہمارے نزدیک کافر اور مردود ہیں اور ان کی باتیں کافرانہ اور قابل نفرت ہیں کیونکہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ یا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے دشمن کو ایسا ہی قابل نفریں سمجھتے ہیں جیسے حضرت مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن کو، اور یہ عقیدہ ہمارے مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے لیکن ان ملحدوں کے اقتباسات ہم نے صرف اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ پروٹسٹنٹ فرقے کے پادریوں نے جو اعتراضات اسلام پر یا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر کئے ہیں وہ ان حضرات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں جو ملحدین نے

تورات' انجیل ، اور دوسری کتب مقدسہ پر یا حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر کیئے ہیں بلکہ در حقیقت پروٹسٹنٹ فرقے نے ایسے بے سروپا اعتراضات انہی ملحدوں سے سیکھے ہیں اور بعض جگہ تو ان ہی کی اعتراضات کو جوں کا توں نقل کر دیا ہے۔

یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں رہ سکتی جس نے ملحدین کی کتابیں دیکھی ہوں مثلاً " اسپائی نوزا کی تصنیف' ٹولینڈ کی کتاب آمن ٹو مطبوعہ ۱۶۵۸ء ولسٹن کے چھ رسالے جو ۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۱ء تک چھپے ہیں کتاب مورل فلاسفر جو ۱۷۳۴ء میں چھپی ہے کتاب چیپ جو ۱۷۴۸ء میں چھپی ہے "کتاب اکسی ہو مو مطبوعہ لندن ۱۸۱۳ء کی اور کتاب ٹومس پین کے اور کتاب بے ہوا ان ویلڈ (یعنی یہوداہ کی نقاب کشائی) مطبوعہ لندن ۱۸۲۶ء کتاب بولنجو جس کا ترجمہ جانسن نے کیا ہے اور ۱۸۱۹ء میں لندن سے شائع ہوئی ہے "کتاب کلاک مطبوعہ لیڈن ۱۸۳۹ء کتاب ڈیوٹ مطبوعہ بوسٹن ۱۸۴۳ء کتاب لارڈ بولنگ بروک' کتاب مارس جو جرمنی زبان میں ہے "کتاب الاہیویامر' والٹیر کی تصنیف' روسو اور پالفری کی تصانیف "کتاب ریس گریفتہ کتاب اسمتھ اور کتاب نیومن فیزس آف فتیتہ وغیرہ جن کی تفصیل موجب طوالت ہے اور ان میں سے اکثر ناموں کی فہرست پارکر کی کتاب کے آخر میں لگی ہوئی ہے اور اس قسم کی اکثر کتابیں لندن کے چاپ مین پریس میں چھپی ہیں اور مسلسل چھپ رہی ہیں غرض الحاد نے جرمنی میں نہایت زیادہ اور والس میں بکثرت سر اٹھایا ہوا ہے اور لندن میں بھی اس قسم کے لوگوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔

کتب مقدسہ میں تحریف کے اسباب و وجوہ

کتب مقدسہ میں تحریف کے مختلف اسباب و وجوہ ہوئے ہیں مثلاً"

تحریف کا پہلا سبب

زمانہ قدیم میں لکھنے کے ناقص طریقوں کو بتایا جاتا ہے چنانچہ تاریخ کی ایک کتاب میں جو ۱۸۵۰ء میں چارلس ڈالین پریس لندن سے شائع ہوئی اس کی وجہ یوں بیان کی گئی ہے

"زمانہ قدیم میں کسی چیز کو لکھ کر محفوظ رکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ شیشے 'موم یا لکڑی کی تختیاں بنا کر لوہے' پیتل یا ہڈی کی سلاخ سے لفظوں کے نقوش ان تختیوں پر کندہ کر دیئے جاتے تھے۔ پھر اہل مصر نے سب سے پہلے ان تختیوں کے بجائے پیپرس نامی ایک درخت کے پتوں کو اس کام کے لئے استعمال کرنا شروع کیا اس کے بعد شہر پرگمس کے باشندوں نے گھاس پھونس سے جھلی نما کاغذ تیار کیا۔ آٹھویں صدی میں روئی اور ریشم سے کاغذ تیار کیا گیا جو کہ تیرھویں صدی میں کپڑے سے تیار کیا جانے لگا۔ ساتویں صدی میں قلم ایجاد ہوا۔ چنانچہ زمانہ قدیم میں کتابیں لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ ایک بہت بڑے کاغذ کے ایک ہی جانب لکھا جاتا جسے حفاظت کے لئے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا اور جب پڑھنے کے لئے کھولا جاتا تو کافی جگہ میں پھیل جاتا۔ اس کے بعد چوکور اوراق پر دونوں طرف لکھنے کا رواج ہوا یہی وجہ ہے کہ اس دور میں آج کل کے طریقے پر کتابوں کا لکھنا 'ان کا ترجمہ کرنا' ان کو پڑھنا اور پھر کتاب کو محفوظ رکھنا انتہائی مشکل کام تھا۔ چنانچہ اس دور میں کتابوں میں تحریف اور جعلسازی کا امکان بہت ہی آسان تھا قطع نظر اس سے کہ تحریف کا سبب بددیانتی ہوتا یا اس کی کوئی دوسری وجہ ہوتی جہاں تک تورات اور انجیل میں تحریف کا تعلق ہے اس کا سب سے بڑا سبب ملحدوں کی کارگزاریاں ہے"

ملاحظہ فرمایئے مذکورہ بیان سے دیگر اسباب تحریف کے علاوہ اس عیسائی مورخ کا یہ اعتراف کہ تورات و انجیل میں تحریف و جعلسازی کا کام ملحدین کی طرف سے بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ اور یہ صرف اسی مورخ کا اعتراف نہیں بلکہ دوسرے انگریز مورخ بھی مذکورہ وجوہات کا برملا اعتراف کرتے ہیں 'اس بات کی واضح دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پانچوں کتابوں میں جو کہ ۱۴۵۲ قبل مسیح علیہ السلام کے زمانہ کی تصنیف ہیں' ساتویں صدی عیسوی میں کاغذ کی ایجاد تک جن کو دو ہزار سال سے زائد عرصہ ہو چکا تھا نیز عہد عتیق کی دوسری کتابوں کے عرصہ دراز تک اور تقریباً سات سو سال تک انجیل کے نسخے بہت ہی کم تعداد میں موجود ہوں گے اور ملحدوں کو ان میں جعل سازی اور تحریف کا بہت ہی زیادہ موقع ملا ہو گا۔

دوسرا سبب

بخت نصر کا یہودیوں پر زبردست حملہ ہے جس میں یہودیوں کو تباہی و بربادی سے دوچار ہونا پڑا۔ ہیکل گرا دیئے گئے بے شمار یہودی قتل کر دیئے گئے اور باقی ماندہ قیدی بنا لئے گئے۔ اس وقت تک عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے پرانے نسخے موجود تھے اس حادثہ میں سب کے سب ضائع ہو گئے چنانچہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر عزرا پیدا نہ ہوتے اور تورات کی دوبارہ تدوین کرتے تو ان کے زمانہ میں ہی یہ کتابیں موجود نہ ہوتیں۔ دوسرے زمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

تیسرا سبب

یہ ہوا کہ جب عزرا علیہ السلام نے عہد عتیق کی کتابوں کو دوبارہ لکھا تو ۱۶۸ قبل مسیح علیہ السلام میں انتوکس کے دور حکومت میں یہودیوں کو ایک اور تباہی سے دوچار ہونا پڑا اس حادثہ میں عزرا علیہ السلام کے مدون شدہ نسخوں کے علاوہ عہد عتیق کی دوسری کتابوں کے بھی نسخے اس ظالم بادشاہ نے تلاش کر کے ضائع کر دیئے۔ مکابیوں کی پہلی کتاب کے باب اہیں اس تباہی کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے۔

"انتیوکس شہنشاہ فرنگستان نے یروشلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے جہاں سے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیئے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجالائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا چنانچہ ہر مہینہ میں اس کی تحقیق و تفتیش عمل میں آتی تھی اور جس کے پاس سے عہد عتیق کی کوئی کتاب برآمد ہو جاتی یا یہ بات ثابت ہو جاتی کہ وہ رسم شریعت بجالاتا ہے تو اس شخص کو قتل کر دیا جاتا اور کتاب بھی تلف کر دی جاتی تھی"

عیسائی کتب تواریخ کے مطابق یہ سنگین حادثہ ساڑھے تین سال تک برابر جاری رہا جان ملز کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ڈربی ۱۸۴۳ء کے صفحہ ۱۱۵ میں یوں کہتا ہے۔

"اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ اصل تورات کا نسخہ اور اسی طرح عہد عتیق کی کتابوں کے اصل نسخے بخت نصر کے فوجیوں کے ہاتھوں یروشلم اور ہیکل کی تباہی کے وقت سب کے سب ضائع ہو گئے اور جب ان کی صحیح نقلیں عزرا علیہ السلام پیغمبر کے ذریعہ دوبارہ شائع ہوئیں تو وہ بھی انتیوکس کے حادثہ میں ضائع ہو گئیں اور پھر ان کتابوں کی سچائی کی شہادت اس وقت تک میسر نہیں ہو سکی جب تک کہ مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں نے ان کی صداقت پر شہادت نہیں دے دی۔"

ملاحظہ فرمایئے کہ یہ عیسائی عالم عہد عتیق کی کتابوں کے ضائع ہو جانے کا کتنے کھلے الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے۔ مسیح علیہ السلام اور حواریوں کی شہادت کا مفصل ذکر مقصد دوم کے آخر میں مذکور ہو گا۔

چوتھا سبب

حضرت مسیح علیہ السلام کے ظہور کے بعد شاہان فرنگ کی دشمنی کے سبب ان کے ہاتھوں اور بھی مختلف اور متعدد حوادث سے یہودیوں کو دوچار ہونا پڑا جن میں عہد عتیق کے وہ نسخے جو انیتوکس کے حادثہ میں کسی طرح ضائع ہونے سے بچے رہے تھے اور وہ نسخے بھی جو اس حادثے کے بعد تیار کئے گئے' سب کے ضائع ہو جانے کا گمان یقین کو پہنچ جاتا ہے ان میں سے ایک حادثہ طیطوس رومی کا ہے جو مسیح علیہ السلام کے عروج سے ۳۷ سال بعد پیش آیا مشہور مورخ یوسیفس نے اپنی تاریخ میں اس حادثہ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے ہیں' اس حادثہ میں گیارہ لاکھ یہودی مارے گئے اور نوے ہزار کو قیدی بنا کر غلاموں کی طرح فروخت کیا گیا۔

پانچواں سبب

عروج مسیح علیہ السلام کے تین سال بعد ہی شاہان فرنگ کے بغض و عداوت کی وجہ سے ابتدائی طبقات کے

عیسائیوں پر قتل عام اور جلاوطنی وغیرہ کے بے پناہ مصائب و حوادث کے پہاڑ ٹوٹتے رہے۔ ان حوادث کی وجہ سے ان لوگوں کو شب و روز اپنی جان کے لالے پڑے رہتے ایسی صورت میں کتب مقدسہ ان کے پاس موجود رہنا اور ان کی تدوین و تصحیح انتہائی مشکل کام تھا اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اس طرح کے سنگین مصائب سے دوچار ہونے کی صورت میں کسی کتب کی تدوین یا اس کی تصحیح کا کسے موقعہ ملتا ہے؟ ان حوادث میں ان بے چاروں کو دس مرتبہ قتل عام سے واسطہ پڑا جن کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا حادثہ

یہ حادثہ نیرو شاہ فرنگ کے عہد میں ۶۴ء میں پیش آیا' جس میں پطرس حواری' اس کی بیوی اور پولس بھی قتل کر دیئے گئے۔ یہ قتل دار السلطنت وایالانہ اور ملک کے دوسرے اضلاع میں بادشاہ نیرو کی زندگی تک جاری رہا اس دور میں عیسائیوں کے لئے اپنی مسیحیت کا اظہار و اعتراف سخت ترین جرم شمار ہوتا تھا۔

دوسرا حادثہ

یہ حادثہ شاہ ڈومشین کی دور سلطنت میں پیش آیا یہ بادشاہ بھی نیرو کی طرح ملت عیسوی کا جانی دشمن تھا اس نے عیسائیوں کے قتل عام کا فرمان جاری کر دیا اور اس قدر خون بہایا گیا کہ اس دین کے قطعی مٹ جانے کا خطرہ ہو گیا یوحنا حواری جلاوطن کیا گیا اور فیلبس کلیمونس کو قتل کر دیا گیا۔

تیسرا حادثہ

یہ حادثہ شاہ ٹرجان کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۰۱ء سے ہوئی اور مسلسل اٹھارہ سال تک عیسائیوں کا قتل عام جاری رہا۔ اور کورنتھیہ کا اسقف اگناشس' روم کا اسقف کلیمنٹ اور یروشلم کا اسقف شمعون اسی ہنگامہ میں مارے گئے۔

چوتھا حادثہ

عیسائیوں کے قتل عام کا یہ واقعہ شاہ مرقس انتونس کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۱۶۱ء سے ہوئی اور قتل عام کی یہ آگ مشرق سے مغرب تک پھیل گئی اور دس سال سے زائد عرصہ تک قتل و خون کی یہ ہولی کھیلی جاتی رہی یہ بادشاہ اپنے دور کا مشہور فلسفی اور انتہائی متعصب بت پرست تھا۔

پانچواں حادثہ

قتل عام کا یہ حادثہ شاہ سویرس کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۲۰۲ء میں ہوئی صرف مصر میں ہزاروں عیسائی قتل کئے گئے۔ اسی طرح فرانس اور کارتھیج میں ایسا شدید قتل عام کیا گیا کہ عیسائی یہ خیال کرنے لگے کہ یہ زمانہ دجال کا زمانہ ہے۔

چھٹا حادثہ

یہ حادثہ شاہ مکسمن کے عہد میں پیش آیا جس کی ابتداء ۲۳۷ء میں ہوئی اس کے حکم سے اکثر عیسائی علماء قتل کر

دیئے گئے کیونکہ اس کو یہ معلوم تھا کہ جب علماء قتل ہو جائیں گے تو پھر عوام کو آسانی کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنایا جا سکے گا اس حادثہ میں پوپ پونٹیانوس اور پوپ انٹودس بھی قتل کر دیئے گئے۔

ساتواں حادثہ

یہ حادثہ شاہ ڈی شس کے زمانہ میں ۲۵۳ء میں پیش آیا اس بادشاہ نے تو مذہب عیسوی کی بیخ کنی کا پختہ ارادہ کر لیا تھا چنانچہ اس کے فرمان صوبوں کے گورنروں کے نام اس سلسلہ میں صادر ہوئے اس حادثہ میں بہت سے عیسائی مرتد ہو گئے۔ مصر "افریقہ" اٹلی اور مشرق کے علاقے اس کے ظلم و ستم کی جولان گاہ بنے رہے۔

آٹھواں حادثہ

یہ حادثہ بادشاہ ولیریان کے عہد میں ۲۵۷ء میں پیش آیا جس میں ہزاروں عیسائی قتل کر دیئے گئے۔ پھر اس سلسلہ میں کر اس کے احکام نہایت سخت صادر ہوئے کہ اسقفوں اور پادریوں اور دین مسیح کے خادموں کو جہاں ملیں قتل کر دیا جائے اور عزت و آبرو والوں کے جائداد و مال ضبط کر کے ان کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ لوگ عیسائیت پر قائم رہیں تو ان کو قتل کر دیا جائے اور شریف عورتوں کے اموال لوٹ کر ان کو جلاوطن کر دیا جائے اور باقی تمام عیسائیوں کو غلام بنا لیا جائے اور قید کر کے ان کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر سرکاری بیگار میں استعمال کیا جائے۔

نواں حادثہ

یہ حادثہ شاہ اریلین کے عہد سلطنت میں پیش آیا جس کی ابتداء ۲۷۴ء میں ہوئی اگرچہ قتل عام کے لئے اس کا فرمان صادر ہو چکا تھا مگر اس سلسلہ میں عیسائی زیادہ قتل نہ ہو سکے کیونکہ وہ خود ہی مارا گیا۔

دسواں حادثہ

قتل عام کا یہ واقعہ ۳۰۲ء میں پیش آیا اس شدید ترین قتل عام میں مشرق و مغرب کی زمینیں لالہ زار بن گئیں۔ شہر نجاپورا کا پورا "دفعتا" جلا کر خاکستر کر ڈالا گیا اور اس میں ایک بھی عیسائی زندہ نہ رہا۔

غور کیجئے کہ ابتدائی طبقات کے عیسائی مسلسل تین سو سال تک ایسے سنگین حادثات سے دوچار رہے ہوں تو ان میں کتب مقدسہ کے فقدان کا اندازہ لگانا بھی چنداں مشکل نہیں ہے۔

چھٹا سبب

کتب مقدسہ میں سے جو کچھ بچی کھچی رہ گئی تھیں ۳۰۳ء میں شاہ فرنگ کے حکم سے جلا ڈالی گئیں۔ چنانچہ لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد ۷ صفحہ ۲۲ پر لکھتا ہے کہ "ڈیو کلیشن کا حکم صادر ہوا کہ گرجے مسمار کر دیئے جائیں اور کتب مقدسہ کو جلا دیا جائے"

پھر صفحہ ۵۲۳ پر کہتا ہے کہ۔

"یوسی بیس بڑے دردناک پیرایہ میں بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے گرجوں کا مسمار ہونا اور بازاروں میں کتب مقدسہ کا جلایا جانا دیکھا ہے"

ولیم مور اپنی تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۴۸ء کے صفحہ ۳۹ میں لکھتا ہے۔

"۳۰۳ء میں گرجوں کے مسمار کرنے کتابوں کے جلا ڈالنے اور عبادت کے لئے عیسائیوں کے اکٹھا نہ ہونے کا سخت ترین فرمان جاری ہوا"

پھر صفحہ ۱۳۰ میں کہتا ہے۔

"عیسائیوں کی تمام کتابیں خصوصاً "کتب مقدسہ جن کو عیسائی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے' ان کی جتنی تعداد بھی چھان بین اور تلاش سے مل سکی جلا ڈالی گئی اور جو عیسائی بھی انکار کرتا یا اس کی نسبت بادشاہ کو یہ گمان ہو جاتا کہ اس کے پاس کوئی کتاب چھپی ہوئی ہے اس کو سخت اور شدید سزا دی جاتی۔"

ساتواں سبب

مذکورہ بالا حادثات و واقعات کی بناء پر حواریوں کے زمانہ ہی سے ملحدوں اور بددیانت لوگوں کو کتب مقدسہ میں تحریف اور جعل سازی کا پورا پورا موقعہ میسر آگیا انہوں نے یہ سوچ کر کہ اچھے لوگ تو مصائب میں مبتلا ہونے کی سبب ان کی تحریف و جعل سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ لہٰذا ہماری یہ جعل سازی کامیاب رہے گی۔ کتب مقدسہ میں تحریف و جعل سازی کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہوگا۔ چنانچہ ۹۰۰ء تک اس جعل سازی کا بازار خوب خوب گرم رہا اور دسویں صدی میں تو جعلسازی کا یہ کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ چکا تھا۔

آٹھواں سبب

آٹھواں سبب یہ ہوا کہ حواریوں کے زمانہ سے ۱۵۰۰ء تک عیسائی گرجوں میں کتب مقدسہ کا یونانی ترجمہ ہی پڑھا جاتا رہا جمہور اسلاف کی عبرانی نسخوں سے بے توجہی کی بناء پر اور مذکورہ بالا حوادث کے رونما ہونے کے سبب جو بھی تھوڑے بہت باقی رہ گئے تھے وہ یہودیوں کے پاس ہی تھے اور شاید کسی عیسائی گرجے میں بھی بطور تبرک رکھے ہوئے ہوں اور یہودی قوم اپنی خباثت (شرارت) میں ضرب المثل ہے۔ اس صورت حال میں کتب مقدسہ میں تحریف و تصحیف کا ان کو پورا پورا موقعہ میسر آیا پھر یہودیوں کے اس خبث باطن کے باوجود انہوں نے ایک اور گل یہ کھلایا کہ یہودی علماء کی ایک مجلس شوریٰ منعقد کر کے اس میں کتب مقدسہ کے ان تمام نسخوں کو جو ان کے پاس موجود نسخوں سے کسی قدر مختلف تھے' غلط اور جعلی قرار دے کر ضائع کر دینے کا حکم صادر کر دیا اس حکم کی تعمیل کی گئی اور ساتویں آٹھویں صدی کے پہلے کے لکھے ہوئے تمام نسخے ضائع کر دیئے گئے یہی وجہ ہے کہ اٹھارہویں صدی میں جن عیسائی علماء نے کتب مقدسہ کی دوبارہ تدوین و تحقیق اور تصحیح کا کام شروع کیا تو ان کو دسویں صدی سے قبل کا تحریر شدہ کوئی عبرانی نسخہ مکمل نہ مل سکا چنانچہ ڈاکٹر کنی کلٹ کہتا ہے کہ۔

"عہد عتیق کے جو نسخے موجود ہیں وہ' وہ ہیں جو ۱۰۰۰ء اور ۱۴۵۷ء کے درمیان لکھے گئے"

اور جو سب سے زیادہ پرانا نسخہ دستیاب ہوا جسے مکمل اور معتبر کہا گیا ہے۔ جس کا نام کوڈکس لاڈیانوس ہے اس کے متعلق کنی کلٹ کا دعویٰ ہے کہ دسویں صدی میں لکھا گیا موشیوڈی روسی کا خیال ہے کہ گیارہویں صدی کا لکھا ہوا ہے اور اس پرانے نسخے کی صحت کا یہ حال ہے کہ وانڈر ہوٹ نے جب ۱۷۰۵ء میں بائبل کا عبرانی نسخہ کامل تصحیح کے دعوے کے ساتھ

طبع کیا تو اس پرانے نسخے سے ہزار مقامات پر مخالف تھا اور ان چودہ ہزار مقامات میں چودہ دو ہزار سے زائد جگہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کے مخالف نکلے۔

حقیقت یہ ہے کہ موشیوڈی روسی کو پرانے نسخہ کے قوانین باب ۲۱ آیت ۱۹ سے کتاب گنتی باب ا آیت ۵ تک کے کچھ اوراق ملے تھے ان اوراق کے بوسیدہ پن کا اندازہ کر کے موشیوڈی روسی نے محض ظن و تخمین سے ان کو آٹھویں صدی کے لکھے ہوئے قرار دے دیا۔ اسی طرح ایک دوسرے پرانے نسخہ کے کتاب پیدائش باب ۴۲ آیت ۱۴ سے کتاب استثناء باب ۱۰ آیت ۱۲ تک کے کچھ اجزاء اس کے ہاتھ لگے۔ یہ تمام اجزا مختلف وقتوں کے لکھے ہوئے تھے جن کے بارے میں اس کا یہ خیال ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ نویں یا دسویں صدی کے لکھے ہوئے ہیں انتہائی کوشش کے باوجود عہد عتیق کا کوئی مکمل نسخہ دسویں صدی سے پہلے کا لکھا ہوا اس کو کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکا جیسا کہ ہارن صاحب نے اپنی تفسیر کی دوسری جلد میں ان تمام امور کی تصریح کی ہے۔

یہاں چند باتیں خاص طور سے قابل غور ہیں۔

۱۔ آٹھویں صدی سے پہلے کے لکھے ہوئے بائبل کے تمام نسخے، یہودیوں کے پاس موجود عبرانی نسخہ کے سوا مختلف حوادث میں کلی طور پر ضائع ہو گئے۔ اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

۲۔ یہودیوں کی مجلس شوریٰ کے حکمنامہ کے بارے میں یقینی طور پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے محض اس غرض سے یہ شرارت کی تھی کہ جب ان کے پاس موجود نسخہ کے سوا تمام نسخے ضائع ہو چکے ہوں گے تو اس موجودہ نسخے میں تحریف و تبدیلی کا مکمل اختیار انہی کو حاصل رہے گا اور وہ من مانی کارروائیاں کرتے رہیں۔ لہذا آٹھویں صدی کے بعد اس عبرانی نسخہ کی جو نقول شائع ہوئیں وہ کسی صورت میں بھی معتبر اور قابل اعتماد نہیں قرار پاسکتیں۔

۳۔ ڈاکٹر کنی کاٹ اور موشیوڈی روسی کو مذکورہ بالا قدیم نسخوں کے بارے میں یقینی طور پر تصدیق نہیں ہو سکی کہ یہ کس صدی میں لکھے گئے۔ بلکہ یہ حضرات محض کاغذ کی بوسیدگی اور رسم الخط سے اندازہ لگا کر ظن و تخمین کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں

نواں سبب

۵۳۳ء سے عیسائیوں کے اکثر فرقوں پر پاپاؤں کی حکمرانی ہے، ۵۸۳ء میں تو پاپاؤں کا یہ اقتدار اپنے عروج پر پہنچ گیا اور ان پاپاؤں کی کتب مقدسہ کے بارے میں جو بددیانتی پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی مارٹن لوتھر اپنی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۲۷۴ میں پاپا اور اس کے ماتحتوں کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ۔

"اگر حکومت میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں بے ہودہ اور دغاباز پوپ اور اس کے ماتحتوں کو ان کے خاندان کے سمیت مشکیں کسوا کر سمندر میں پھنکوا دیتا"

اور اپنی کتاب کی اسی جلد کے ص ۴۵۱ پر کہتا ہے کہ۔

"پوپ اور اس کے متعلقین ایک شریر اور مفسد مکار و فریب کار گروہ ہے اور بدقماش لوگوں کی ایسی پناہ گاہ ہے جو

بڑے بڑے جنسی شیاطین سے بھری ہوئی ہے کہ اس کے تھوک اور ناک کی ریزش سے بھی شیاطین برآمد ہوتے ہیں"
یہی نہیں بلکہ اپنی اسی کتاب کی جلد ۲ ص ۱۰۹ پر پوپ کو "دجال" کے نام سے یاد کرتا ہے یہ اور اسی طرح کا ان کا دوسرا قول کیتھولک ہیرلڈ ج ۹ ص ۷۷ ۲ میں مندرج ہیں
"اور یہ ایک بین حقیقت ہے کہ سیکڑوں سال تک کتب مقدسہ ایسے ہی فریب کار جھوٹے اور شیطان صفت لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی رہیں"
ہورن صاحب اس لاطینی ترجمہ کے بارے میں جو رومن کیتھولک فرقہ کے نزدیک مدار ایمان قرار پا چکا ہے اپنی کتاب کی جلد ۴ ص ۴۶۳ میں لکھتے ہیں کہ
"پانچویں صدی سے پندرہویں صدی تک اس میں بے شمار الحاقات اور تحریفیں پیدا ہو گئی ہیں"
آگے چل کر صفحہ ۴۶۷ پر کہتے ہیں کہ۔
"لاطینی ترجمہ کے برابر کسی بھی ترجمہ میں اس قدر تحریف نہیں ہوئی اسکے ناقلین نے بڑی بے باکی کے ساتھ عہد عتیق کی ایک کتاب کے فقرے دوسری کتب میں شامل کر دیئے۔ اسی طرح حواشی کی عبارتوں کو متن میں داخل کر دیا ہے"
ملاحظہ ہو کہ جب اس ایک ہزار سال میں بائبل کے اس ترجمہ میں الحاق و تحریف کا یہ حال ہو جو اوپر مذکور ہوا تو بھلا اصل کتب الحاق و تحریف سے کیسے محفوظ رہ سکتی ہے؟ چنانچہ مذکورہ بالا اسباب تحریف معلوم ہونے کے بعد یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کتب مقدسہ میں تحریف اور الحاق کا واقع ہونا کسی طرح بھی بعید از عقل قرار نہیں پاتا بلکہ ان کا وقوع بالکل ممکن اور انتہائی آسان تھا۔ باقی رہا تحریف و الحاق کے عملاً "واقع ہونے کا دعویٰ تو آئندہ صفحات میں مقاصد کے تحت اس کا مدلل و مفصل بیان آ رہا ہے۔ (۲)

بائبل کی کتابیں الہامی نہیں ہیں۔

اس فصل میں یہ بتانا ہے کہ اہل کتاب کو یہ دعویٰ کرنے کا حق کسی طرح نہیں پہنچتا کہ عہد عتیق یا عہد جدید کی کتب کی نسبت یہ کہیں کہ وہ الہامی ہے' اور الہام سے لکھی گئی ہے اور ان میں درج شدہ تمام واقعات الہامی ہیں' کیونکہ یہ دعویٰ قطعی باطل ہے' اس کے باطل ہونے پر اگرچہ بہت سے دلائل ہیں' مگر ہم اس موقع پر ان میں سے صرف اور صرف سترہ کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں

معنوی اختلافات کی کثرت' پہلی دلیل

ان میں کثرت سے معنوی اختلافات موجود ہیں' اور عیسائی محققین و مفسرین ان اختلافات کو دور کرنے سے عاجز ہو چکے ہیں' چنانچہ بعض اختلافات کی نسبت انہوں نے اعتراف کر لیا ہے کہ ان میں سے ایک عبارت صحیح اور دوسری عبارتیں جھوٹی ہیں جن میں یا تو عمداً" تحریف کی گئی ہے یا کاتب کی بھول اس کا سبب ہوئی ہے' اور بعض اختلافات کی نسبت ایسی بیکار اور رکیک توجیہیں کی ہیں جن کو عقل سلیم ماننے کے لئے قطعی تیار نہیں ہے' فصل نمبر ۳ کی قسم اول میں ایک سو سے زیادہ ایسے اختلافات نمایاں ہو چکے ہیں'

اغلاط کی کثرت

ان میں بے شمار اغلاط موجود ہیں، فصل نمبر ۳ کی قسم ۲ میں ایک سو سے زیادہ اغلاط آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، حالانکہ الہامی کلام کے لئے غلطیوں سے پاک ہونا، اور معنوی اختلافات سے محفوظ ہونا ازبس ضروری ہے۔

تحریفات کی کثرت

ان میں جالی بوجھی تحریفات بھی موجود ہیں، اور بے سمجھی سے کی جانے والی تحریفات بھی جن کا شمار بھی مشکل ہے، عیسائیوں کی مجال نہیں ہے کہ ان کا انکار کر سکیں، اور یہ ظاہر ہے کہ جو مقامات یقینی طور پر محرف ہیں وہ یقینی طور عیسائیوں کے نزدیک بھی الہامی نہیں ہو سکتے، باب دوم میں ایسے ایک سو مقامات کی آپ کو انشاء اللہ عنقریب نشاندہی کی جائے گی۔

بہت سی کتابوں کے لئے خود عیسائیوں کا اعتراف

کتاب بروک ۱ کتاب طوبیا ۲ کتاب یہودیت کتاب وانش ۳ کتاب پند کلیسا، مقابیین کی کتاب نمبر ۱، ۲ کتاب استیر کے باب ۱۰ تا ۱۶ اور باب دس کی دس آیات کتاب دانیال کے باب ۳ کے تین بچوں کا گیت اور اسی کتاب کے باب ۱۳، ۱۴ فرقہ کیتھولک کے نزدیک عہد عتیق کے اجزاء ہیں۔

ادھر فرقہ پروٹسٹنٹ نے شافی بیانات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ چیزیں ہیں نہ الہامی ہیں اور نہ واجب التسلیم ہیں، اس لئے ان کو باطل کرنے کی ہم کو چنداں ضرورت نہیں ہے۔ جو صاحب چاہیں ان کی کتابیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں، یہودی بھی ان کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کرتے۔

اسی طرح عزرا کا سفر نمبر ۳ گریک کے گرجا کے نزدیک عہد عتیق کا جزو ہے، ادھر فرقہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نے واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ الہامی نہیں ہے جو صاحب چاہیں دونوں فرقوں کی کتابیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں،

نیز کتاب القضات ان لوگوں کے قول کے مطابق جو اس کو فیخاس کی تصنیف مانتے ہیں یا جو لوگ اس کو حزقیاہ کی تصنیف کہتے ہیں، الہامی نہیں ہے،

اسی طرح کتاب روت، ان لوگوں کے قول کے نظریہ کے مطابق جو اس کو حزقیاہ کی تصنیف سمجھتے ہیں، یا بائبل مطبوعہ ۱۸۱۹ء اسٹار برگ کے چھاپنے والوں کے قول کے موافق الہامی نہیں، اور کتاب نحمیاہ مذہب مختار کے مطابق الہامی نہیں ہے بالخصوص اس کتاب کے باب ۱۲ کے شروع کی ۲۶ آیات

نیز کتاب ایوب بھی رب ممانی ویز اور میکانلس وسیلر واسٹاک و نہ یڈولڈ، اسی طرح فرقہ پروٹسٹنٹ کے امام اعظم لوتھر کی رائے کے مطابق الہامی نہیں ہے، اور ان لوگوں کے قول کے مطابق بھی جو اس کو الیسویا اللہ کے کسی شخص کی یا مجہول الاسم شخص کی تصنیف کہتے ہیں۔

نیز کتاب امثال سلیمان کا باب ۳۱، یہ دونوں الہامی نہیں ہیں، اور اکثر علماء تلمودی کے قول کے مطابق الہامی نہیں ہے، اور کتاب نشید الانشاد بتھوڈ سیمن اور لیکلرک اور وسٹن وسیملو اور کاسٹلیوس کے قول کے مطابق

" ہو شعم ، ے ،

اور کتاب اشعیاء کے ستائیس باب فاضل (شاہلن جرمنی کے قول کے مطابق الہامی نہیں ہیں 'اور انجیل متی متقدمین اور جمہور علماء متاخرین کے قول کے مطابق جو یہ کہتے ہیں کہ اصل میں وہ عبرانی زبان اور عبرانی حروف میں تھی اور اب ناپید ہو چکی ہے اور جو آج کل موجود ہے وہ اس کا ترجمہ ہے جو کسی طرح الہامی نہیں ہو سکتا' وہی انجیل یوحنا' استائڈلن اور محقق برطشنیدر کے قول کے مطابق الہامی نہیں ہے اور اس کا آخری باب محقق کرویش کے قول کے موافق الہامی نہیں ہے۔

اسی طرح یوحنا کے تمام رسالے محقق برطشنیدر اور فرقہ الوجین کے قول کے مطابق الہامی نہیں ہیں 'نیز پطرس کا دوسرا رسالہ اور یہودا کا رسالہ 'نیز یعقوب کا رسالہ اور یوحنا کا رسالہ نمبر ۲ '۳ اور مشاہدات یوحنا اکثر کے نزدیک الہامی نہیں ہیں

ہورن کا اعتراف

ہورن اپنی تفسیر کی جلد ۱ مطبوعہ ۱۸۲۲ء کے صفحہ ۱۳۱ پر کہتا ہے کہ۔

"اگر ہم یہ مان لیں کہ پیغمبروں کی بعض کتابیں معدوم ہو چکی ہیں۔ تو کہنا پڑے گا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی ہی نہیں گئی تھیں 'آگسٹائن نے قوی دلائل سے یہ بات ثابت کر دی ہے 'اور کہا ہے کہ میں نے بہت سی چیزوں کا ذکر سلاطین یہودا و اسرائیل کی کتابوں میں پایا ہے مگر ان کی وضاحت ان کتابوں میں نہیں ملی 'بلکہ ان کی توضیح کا حوالہ دوسرے پیغمبروں کی کتابوں پر دیا گیا ہے اور بعض مقامات پر ان پیغمبروں کے نام بھی ذکر کیے گئے ہیں اور یہ کتابیں اس قانون میں جس کو خدائی کلیسا واجب التسلیم مانتا ہے موجود نہیں ہیں 'اور وہ اس کا سبب بھی بیان نہیں کر سکا 'ماسوائے اس کے کہ جن پیغمبروں کو روح القدس کی جانب سے مذہب کی بڑی بڑی باتوں کا الہام ہوتا ہے ان کی تحریر دو قسم کی ہے 'ایک قسم تو دیندار مورخین کے طریقہ کے مطابق یعنی بغیر الہام کے 'اور دوسری قسم الہام والی 'اور دونوں قسموں میں یہ فرق ہے کہ پہلی قسم ان کی طرف منسوب ہے اور دوسری خدا کی جانب 'پہلی کا مقصد ہماری معلومات اور علم میں اضافہ ہے 'اور دوسری کا مقصد ملت و شریعت کی سند ہے"

پھر صفحہ ۱۳۳ جلد اول میں اس خدا کے حروف کے معدوم ہو جانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے جس کا ذکر کتاب گنتی کے باب ۲۱ آیت ۱۴ میں ہے کہتا ہے کہ۔

"یہ کتاب معدوم ہو گئی ہے محقق اعظم ڈاکٹر لائٹ فٹ کی تحقیق کی بناء پر گمان یہ ہے کہ وہ کتاب تھی جس کو موسیٰ نے خدا کے حکم سے عمالقہ کی شکست کے بعد یوشع کی نصیحت کے لئے لکھا تھا 'پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس فتح کے حالات اور آئندہ لڑائیوں کی تدابیر کے بیان پر مشتمل تھی 'جو نہ تو الہامی تھی 'اور نہ وہ قانونی کتابوں کا جز تھی"

جلد اول کے ضمیمہ میں کہتا ہے کہ۔

"جب یہ کہا جاتا ہے کہ کتب مقدسہ خدا کی طرف سے وحی کی گئی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہر لفظ اور پوری عبارت الہام الٰہی ہے 'بلکہ مصنفین کے محاورات کے اختلاف اور ان بیانات کے اختلاف سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو اس

بات کی اجازت دی گئی تھی کہ اپنی طبیعت اور عادت کے مطابق اور اپنی اپنی سمجھ کے موافق لکھیں اور علم الالہام اسی طرح استعمال کیا گیا' جس طرح رسمی علوم استعمال کئے جاتے ہیں' یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ہر وہ بات جو انہوں نے بیان کی ہے' وہ الہام کی جاتی تھی' یا ہر وہ حکم جو بیان کرتے ہیں وہ الہام کردہ ہے پھر کہتا ہے کہ۔

"یہ بات محقق ہے کہ عہد عتیق کی تواریخ کے مصنفوں کو بعض اوقات الہام ہوا کرتا تھا۔

اگزیدر کا اعتراف

ہنری' واسکٹ کی تفسیر کے جامعین تفسیر کی آخری جلد میں اگزیدر کہتن یعنی اگزیدر کے اصول ایمانیہ سے نقل کرتے ہیں کہ

"ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ بات نبی نے کہی ہو وہ الہامی یا قانونی ہو اور سلیمان کی بعض کتابوں کے الہامی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب الہامی ہے' اور یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ انبیاء اور حواریوں کو خاص خاص مطالب کا الہام ہوتا تھا"

اور اگزیدر علماء پروٹسٹنٹ کے نزدیک بڑی معتبر کتاب ہے اور اسی لئے فاضل وارن پروٹسٹنٹ نے کارکرن کیتھولک کے مقابلہ میں انجیل کی صحت و عدم صحت کی نسبت اس سے استدلال کیا ہے اس تفسیر کا عیسائیوں کے نزدیک معتبر ہونا محتاج بیان نہیں ہے۔

انسائیکلوپیڈیا کا اعتراف

کتاب انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا انگلستان کے بہت سے علماء کی متفقہ تالیف اور ان کی پسندیدہ ہے یہ لوگ جلد ۱۹ صفحہ ۲۰
میں الہام کی بحث میں کہتے ہیں۔

"اس سلسلہ میں جھگڑا چلا جاتا ہے کہ ہر بات جو کتب مقدسہ میں درج ہے وہ الہامی ہے یا نہیں؟ اسی طرح وہ تمام حالات و واقعات جو ان میں بیان کئے گئے ہیں جیروم 'گروٹیس' پروکوپیس اور بہت سے دوسرے علماء کہتے ہیں کہ ان کا ہر قول الہامی نہیں ہے"

پھر صفحہ ۲۰ جلد ۱۹ کتاب مذکور میں یوں کہتے ہیں۔

"جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر وہ بات جو اس میں درج ہے وہ الہامی ہے 'اپنے دعویٰ کو آسانی سے ثابت نہیں کر سکتے"
پھر کہتے ہیں کہ

"اگر کوئی شخص ہم سے تحقیق کی غرض سے سوال کرے کہ آپ عہد جدید کے کس جزو کو الہامی تسلیم کرتے ہیں؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ مسائل اور احکام اور پیش آنے والے واقعات کی نسبت پیشینگوئیاں جو مسیحی مذہب کی بنیاد ہیں وہ غیر الہامی نہیں ہو سکتیں' رہے دوسرے حالات تو حواریوں کی یادداشت ان کے بیان کے لئے کافی ہے"

ریس کی تحقیق

ریس نے بہت سے محقق علماء کی امانت سے ایک کتاب لکھی ہے جو انسائیکلوپیڈیا ریس کے نام سے مشہور ہے' اس کتاب کی جلد ۱۹ میں یہ لکھا ہے کہ لوگوں نے کتب مقدسہ کے الہامی ہونے میں کلام کیا ہے اور کہا کہ چونکہ ان کتابوں کے مولفین کے اقوال و افعال میں غلطیاں اور اختلافات پائے جاتے ہیں 'مثلاً" جب انجیل متی کے باب ۱۰ کی آیت ۱۹' ۲۰ اور انجیل مرقس کے باب ۱۳ آیت ۱۱ کا مقابلہ کتاب الاعمال کے باب ۲۳ کی ابتدائی ۶ آیات سے کیا جائے تو یہ اختلاف بہت نمایاں نظر آتا ہے

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حواری خود بھی ایک دوسرے کی وحی نہیں مانتے تھے جیسا کہ یروشلم کی مجلس میں ان کے مباحثے اور پولس کے پطرس کو الزام دینے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے۔

نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ متقدمین عیسائی ان کو غلطی سے پاک نہیں مانتے تھے کیونکہ بعض اوقات انہوں نے ان کے افعال پر چوٹ کی ہے دیکھئے کتاب الاعمال باب ۱۱ آیت ۲' ۳' اور باب ۲۱ آیات ۲۰' ۲۱' ۲۲' ۲۳' ۲۴"

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مقدس پولس اپنے کو حواریوں سے کم نہیں سمجھتا تھا (دیکھئے کرنتھیوں باب ۱۱ آیت ۵ و باب ۱۲ آیت ۱۱) اور اس نے اس طور پر اپنا حال بیان کیا جس سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے کو ہر وقت الہامی خیال نہیں کرتا (دیکھئے کرنتھیوں کے نام پہلا خط باب ۷ آیات ۱۰' ۱۲' ۱۵' ۴۰ اور انہی کے نام دوسرا خط باب ۱۱ آیت ۱۷)

"ہم کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ حواری جب بھی بات شروع کرتے ہوں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ خدا کی جانب سے بول

پھر کہا ہے کہ۔

"میکائلس نے فریقین کے دلائل کا خوب سوچ کر وزن کیا' جو اس عظیم الشان مسئلہ کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے' اور فیصلہ کیا کہ الہام رسالوں میں یقیناً" مفید ہے' اور اناجیل و اعمال جیسی تاریخی کتابوں میں اگر ہم الہام سے قطع نظر بھی کر لیں تب بھی ہم کو کچھ نقصان نہیں' بلکہ کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

اگر ہم یہ مان لیں کہ حواریوں کی شہادت تاریخی واقعات کے بیان میں دوسرے مورخین جیسی ہے' جیسا کہ مسیح نے بھی فرمایا کہ اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو' جس کی تصریح یوحنا نے بھی اپنی انجیل کے باب ۱۵ آیت ۱۷ میں کی ہے' تب بھی ہم کو کچھ زیادہ مضرت نہیں پہونچتی' اور کسی شخص کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ ملت عیسوی کے منکر کے مقابلہ میں اس کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے کسی ایک مسئلے کے مان لئے جانے سے استدلال کرے' بلکہ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ مسیح کے مرنے اور زندہ ہونے' اور دوسرے معجزات پر انجیل والوں کی تحریر سے یہ مانتے ہوئے استدلال کرے کہ وہ مورخ ہیں' اور جو شخص اپنی ایمانی بنیادوں کو جانچنا پرکھنا چاہیے تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ ان واقعات میں ان کی شہادت کو دوسرے اشخاص کی شہادت کی مانند تصور کرے' اس لئے کہ اناجیل میں درج شدہ واقعات کی سچائی ثابت کرنا ان کے الہامی ہونے کی بنا پر "دور" کو مستلزم ہے کیونکہ ان کا الہامی ہونا ان ہی واقعات کے لحاظ سے ممکن ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ان واقعات میں ان کی شہادت کو دوسرے اشخاص کی شہادت کی طرح تصور کریں' اور اگر ہم تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں اس معیار کو پیش نظر رکھیں تو ملت عیسوی میں کسی قباحت کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا' اور ہم کو کسی جگہ بھی صاف طور پر یہ لکھا ہوا نہیں ملتا کہ وہ عام حالات جو حواریوں کے تجربوں میں میں آئے ہیں' اور جن کا ادراک لوقا نے اپنی تحقیقات سے کیا ہے' وہ الہامی ہیں' بلکہ اگر ہم کو یہ بات سمجھنے کی اجازت مل جائے کہ بعض انجیل والوں نے کچھ غلطی بھی کی ہے' پھر اس کے بعد اصلاح یوحنا نے کر دی تو بھی انجیل کو تطبیق دینے کا عظیم فائدہ مرتب ہو گا' مسٹر کنڈل نے بھی اپنے رسالہ کی فصل ۲ میں میکائلس کی تائید کی ہے" رہیں وہ کتابیں جن کو حواریوں کے شاگردوں نے لکھا ہے' جیسا کہ مرقس اور لوقا کی انجیل یا کتاب الاعمال' سو میکائلس نے ان کے الہامی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

واٹسن کا اعتراف

واٹسن نے اپنی کتاب رسالہ الالہام کی جلد ۴ میں جو کہ ڈاکٹر بینسن کی تفسیر سے ماخوذ ہے تصریح کی ہے "کہ لوقا کی تحریر کا الہامی نہ ہونا اس مضمون سے خود ظاہر ہو رہا ہے جو اس نے اپنی انجیل کے دیباچہ میں لکھا ہے' یعنی یہ کہ

"چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں' ان کو ترتیب وار بیان کریں' جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا' اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں' تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے"

واٹسن کہتا ہے

"مذہب عیسوی کے متقدمین علماء نے بھی ایسا ہی لکھا ہے' آریوس کہتا ہے کہ وہ باتیں جو لوقا نے حواریوں سے سیکھی تھیں ہم تک پہونچائیں' جیروم کہتا ہے کہ لوقا کی تعلیم کا انحصار پولس ہی پر نہیں ہے جس کو مسیح کی جسمانی صحبت میسر نہیں ہوئی بلکہ اس نے انجیل کی تعلیم پولس کے علاوہ دوسرے حواریوں سے بھی حاصل کی تھی"

پھر اس رسالہ میں تصریح کرتا ہے کہ۔

"حواری جب دین کے کسی معاملہ میں بات کرتے تھے یا لکھتے تھے تو ان کے پاس جو الہام کا خزانہ تھا وہ ان کی حفاظت کرتا تھا مگر بہر حال وہ انسان تھے اور عقل والے اور صاحب الہام بھی' اور جس طرح دوسرے لوگ واقعات کے بیان کرنے میں بغیر الہام کے بات کرتے اور لکھتے ہیں یہی حال حواریوں کا بھی... عام واقعات بیان کرنے میں ہے' اس لئے پولس کے لئے یہ بات ممکن ہوئی کہ وہ تمتھیس کو بغیر الہام کے یہ لکھے کہ' اپنے معدہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی لئے بھی کام میں لایا کرے" چنانچہ اس کی تصریح تمتھیس کے نام پہلے خط باب ۵ آیت ۲۳ میں موجود ہے۔

یا اس کو یہ لکھ سکے کہ .... جو چوغہ میں تروآس میں کرپس کے ہاں چھوڑ آیا ہوں جب تو آئے تو وہ اور کتابیں خاص کر رق کر کے طومار لیتے آنا" جیسا کہ اس کے نام دوسرے خط کے باب ۴ آیت ۱۳ میں ہے' یا فلیمون کو یہ لکھ سکے کہ......

"اس کے سوا میرے لئے ٹھیرنے کی جگہ تیار کر" (فلیمون آیت ۲۲) یا تمتھیس کو لکھے کہ "راستس کرنتھس میں رہا اور ترفمس کو میں نے ملیتس میں بیمار چھوڑا" (۲ تمتھیس ۴'۲۰) ظاہر ہے کہ یہ حالات میرے اپنے حالات نہیں بلکہ مقدس پولس کے حالات ہیں' جس نے کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۷ آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ "مگر جن کا بیاہ ہو گیا ہے ان کو میں نہیں' بلکہ خداوند حکم دیتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے جدا نہ ہو" پھر آیت ۱۲ میں ہے کہ "باقیوں سے میں ہی کہتا ہوں نہ خداوند" اور آیت ۲۵ میں ہے "کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں' لیکن دیانتدار ہونے کے لئے' جیسا خداوند کی طرف سے مجھ پر رحم ہوا اس کے موافق رائے دیتا ہوں" اور کتاب اعمال باب ۱۶ آیت ۶'۷ میں ہے کہ "اور وہ فروگیہ اور گلتیہ کے علاقہ میں سے گذرے' کیونکہ روح القدس نے انہیں آسیہ میں کلام سنانے سے منع کیا' اور انہوں نے موسیہ کے قریب پہونچ کر بتونیہ میں جانے کی کوشش کی مگر یسوع کی روح نے انہیں جانے نہ دیا"

اس سے معلوم ہوا کہ حواریوں کے کاموں کی بنیاد دو چیزوں پر قائم تھی' ایک عقل دوسرے الہام پہلی حیثیت سے وہ عام معمولی واقعات میں گفتگو کرتے تھے' اور دوسری حیثیت سے ملت عیسوی کے باب میں کلام کرتے تھے' اسی لئے حواری اپنے گھریلو معاملات اور اپنے ارادوں میں دوسرے عام انسانوں کی طرح غلطیاں بھی کر جاتے ہیں جس کی تصریح کتاب الاعمال باب ۲۳ آیت ۳ میں اور رومیوں کے نام باب ۱۵ آیت ۲۴'۲۸ نیز کرنتھیوں کے نام پہلے خط کے باب ۱۶ آیت ۵'۶'۸ میں اور دوسرے خط کے باب آیت ۱۵'۱۶'۱۷'۱۸ میں موجود ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا ریس کی جلد ۱۹ میں ڈاکٹر بنس کے حالات میں یوں لکھا ہے کہ "اس نے الہام کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے وہ بادی النظر میں آسان اور قرین قیاس اور امتحان میں لاجواب اور بے مثل ہے"

باسوبر لیا فان کا اعتراف

ہاسوبر لیافان کہتا ہے کہ۔ ''روح القدس نے جن کی تعلیم اور اعانت سے انجیل والوں اور حواریوں نے لکھا ہے' ان کے لئے کوئی خاص زبان معین نہیں کی تھی' بلکہ ان کے دلوں میں صرف مضامین کا القاء کیا' اور غلطیوں میں پڑنے سے ان کی حفاظت کی ان کو یہ بھی اختیار دیا کہ القاء شدہ کلام کو اپنے اپنے محاورہ اور عبارت کے مطابق ادا کریں' اور ہم جس طرح ان مقدسین یعنی عہد عتیق کے مولفوں کی کتابوں میں ان کے محاورات میں فرق اور تفاوت پاتے ہیں جس کا مدار مزاجوں اور لیاقتوں کے اختلاف پر ہے' اسی طرح جو شخص اصل زبان کا ماہر ہو گا وہ متی اور لوقا اور پولس اور یوحنا کے محاورات میں فرق محسوس کرلے گا۔

ہاں اگر روح القدس حواریوں کے دلوں میں الفاظ بھی القاء کرتا' تو یہ بات یقیناً'' پیش نہ آتی' بلکہ اس صورت میں تمام کتب مقدسہ کا محاورہ یکساں ہوتا' اس کے علاوہ بعض حالات اس قسم کے بھی ہوئے ہیں کہ جن کے لئے الہام کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً'' جب وہ کوئی ایسا واقعہ لکھتے ہیں جس کو خود انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا معتبر شاہدوں سے سنا ہو لوقا نے جب اپنی انجیل لکھنے کا قصد کیا تو لکھا کہ میں نے اشیاء کا حال ان لوگوں کے بیان کے مطابق لکھا ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' اور چونکہ وہ واقف تھا' اس لئے اس نے مناسب خیال کیا کہ ان چیزوں کو آئندہ نسلوں تک پہنچائے' اور وہ مصنف جس کو ان واقعات کی اطلاع روح القدس سے حاصل ہو جاتا'' یوں کہتا ہے کہ میں نے ان واقعات کو اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح مجھ کو روح القدس نے تعلیم دی ہے اور پولس کا ایمان اگرچہ عجیب قسم کا ہے اور من جانب اللہ ہے' مگر لوقا کو اس کے باوجود اپنے بیان میں پولس کی شہادت یا اپنے ساتھیوں کی شہادت کے سوا اور کسی کی ضرورت نہیں ہے' اسی لئے اس میں کچھ نہ کچھ تفاوت ہے مگر تناقض نہیں''

یہ عیسائی علماء میں سے دو عظیم الشان عالم ہیں' اور دونوں کی کتابیں بھی عیسائی دنیا میں بہت ہی معتبر ہیں' جس کی تصریح ہورن اور واٹسن نے کی ہے۔

توراۃ کے بارہ میں عیسائیوں کا اعتراف

ہورن نے جلد دوم ص ۷۹۸ میں صاف طور پر یوں کہا ہے۔

"اکہارن ان جرمنی علماء میں سے ہے جن کو موسیٰ علیہ السلام کے الہام کا اعتراف نہیں ہے"

پھر صفحہ ۸۱۸ میں کہتا ہے کہ۔

"شلز واتھ اور روزن طرو ڈاکٹر جدس کہتے ہیں کہ موسیٰ" کو کوئی الہام نہیں ہوتا تھا بلکہ کتب خمسہ سب کی سب اس زمانہ کی مشہور روایات کا مجموعہ ہیں آج کل جرمنی علماء میں یہ خیال بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے"

نیز وہ کہتا ہے کہ "یوسی بیس اور بعض بڑے بڑے محققین جو اس کے بعد ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے کتاب پیدائش اس زمانہ میں لکھی جب کہ وہ مدین میں اپنے خسر کی بکریاں چرایا کرتے تھے"

ہماری گذارش یہ ہے کہ جب موسیٰ نے کتاب پیدائش نبوت سے پہلے لکھ ڈالی تھی تو یہ کتاب بھی ان محقق علماء کے نزدیک الہامی نہیں ہو سکتی بلکہ مشہور روایات ہی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہوگی کیونکہ جب نبی کی ہر تحریر نبوت کے بعد الہامی نہیں ہے، جیسا کہ محقق ہورن وغیرہ کا اعتراف ہے تو پھر یہ تحریر جو نبوت سے پہلے کی ہے الہامی کیونکر ہو سکتی ہے وارڈ کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۳۸ پر کہتا ہے کہ "لوتھر نے اپنی کتاب کی جلد ۳ کے صفحہ ۴۰، ۴۱ میں کہتا ہے کہ نہ ہم موسیٰ" کی بات سنتے ہیں نہ اس کی طرف نگاہ کرتے ہیں کیونکہ وہ صرف یہودیوں کے لئے تھا ہم سے کسی معاملہ میں اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک دوسری کتاب میں کہتا ہے کہ نہ ہم موسیٰ" کو مانتے ہیں نہ توریت کو، کیونکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہے پھر کہتا ہے کہ وہ جلادوں کا استاد ہے پھر کہتا ہے کہ احکام عشرہ کا کوئی تعلق عیسائیوں سے نہیں ہے پھر کہتا ہے ہم ان احکام عشرہ کو خارج کر دیں گے تاکہ پھر ہر بدعت مٹ جائے کیونکہ یہ ہی تمام بدعات کی جڑ ہیں۔

اس کا شاگرد اسلی بیس کہتا ہے کہ ان احکام عشرہ کو گرجوں میں کوئی نہیں جانتا فرقہ انٹی نومینس اسی شخص سے جاری ہوا ہے جس کا عقیدہ یہ تھا کہ توریت اس لائق نہیں ہے کہ اس کے متعلق یہ عقیدہ بنایا جائے کہ وہ خدا کا کلام ہے وہ لوگ اس کے بھی قائل تھے کہ اگر کوئی شخص زانی یا بدکار ہو یا دوسرے گناہوں کا مرتکب ہو تو وہ یقینی طور پر نجات کا مستحق ہے خواہ وہ گناہوں میں کتنا ہی ڈوبا ہوا ہو بلکہ اس کی تہہ میں ہو بشرطیکہ مومن ہو تو وہ راحت اور خوشی میں ہوگا اور جو لوگ ان احکام عشرہ کی جانب اپنے کو متوجہ کرتے ہیں ان کا تعلق شیطان سے ہے ان لوگوں نے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی تھی"

ملاحظہ کیجئے فرقہ پروٹسٹنٹ کے امام اور اس کے شاگرد رشید کے اقوال کہ ان دونوں نے موسیٰ علیہ السلام اور توراۃ کی شان میں کیسے کیسے موتی بکھیرے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب موسیٰ عیسیٰ کے دشمن اور جلادوں کے استاد اور صرف یہودیوں کے لئے تھے اور نہ توریت خدائی کتاب ہے اور نہ عیسائیوں کا کوئی تعلق موسیٰ اور توریت اور نہ احکام عشرہ سے ہے، اور یہ احکام قابل اخراج بھی ہیں اور بدعات کا سرچشمہ بھی اور جو لوگ ان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا تعلق شیطان سے ہے

ضروری ہوا کہ اس امام کی پیروی کرنے والے توریت اور موسیٰ کے بھی منکر ہوں اور شرک و بت پرستی ' والدین کی بے حرمتی ' پڑوسیوں کو ایذاء رسانی ' چوری ' زنا ' قتل ' جھوٹی شہادت ' یہ تمام چیزیں مذہب پروٹسٹنٹ کے ضروری اجزا اور لازمی ارکان ہوں کیونکہ یہ سب باتیں احکام عشرہ کے خلاف ہی ہیں جو تمام بدعات کا سرچشمہ ہیں

اس فرقہ کے بعض لوگوں نے ہم سے یہ بھی کہا کہ ہمارے نزدیک موسیٰ نبی نہیں ہیں ' بلکہ ایک دانشمند اور قوانین کو مدون کرنے والے شخص تھے بعض دوسرے اشخاص نے یہ بھی کہا کہ موسیٰ ہمارے خیال میں ایک چور اور لٹیرے تھے ہم نے کہا خدا سے ڈرو کہنے لگا کیوں؟ اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی جس کی تصریح انجیل یوحنا کے باب ۱۰ آیت ۸ میں موجود ہے گویا اس کلام سے کہ "جتنے مجھ سے پہلے آئے "موسیٰ اور دوسرے اسرائیلی پیغمبروں کی جانب اشارہ ہے '

ہمارا خیال یہ ہے کہ غالباً" فرقہ پروٹسٹنٹ کے امام اور اس کے شاگرد رشید نے موسیٰ" اور توریت کی مذمت میں حضرت عیسیٰ کے اسی قول سے استدلال کیا ہو گا۔

یعقوب کے خط اور مشاہدات یوحنا کے بارہ میں عیسائی علماء کا اعتراف

فرقہ پروٹسٹنٹ کا امام لوتھر یعقوب کے رسالہ کی نسبت کہتا ہے۔

"یہ ایسا کلام ہے جو شمار کئے جانے کے لائق نہیں ہے ' چنانچہ یعقوب حواری نے اپنے رسالہ کے باب ۵ میں حکم دیا ہے کہ اگر تم میں کوئی بیمار ہو تو کلیسا کے بزرگوں کو وہ بلائے اور خداوند کے نام سے اس کو تیل مل کر اس کے لئے دعا کریں"

امام مذکور نے اپنی کتاب کی جلد ۲ میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ۔

"اگر یہ شرط یعقوب کی ہے تو پھر میرا جواب یہ ہے کہ کسی حواری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی طرف سے کسی شرعی حکم کو معین کرے کیونکہ یہ منصب صرف عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا"

لہذا امام مذکور کے نزدیک یعقوب کا رسالہ الہامی نہیں ہے اسی طرح حواریوں کے احکام بھی الہامی نہیں ہیں ورنہ پھر اس کہنے کا کوئی مطلب نہیں نکلتا کہ یہ منصب صرف عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا۔

وارڈ کیتھولک اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء کے صفحہ ۳۷ میں کہتا ہے کہ۔

"پوران جو فرقہ پروٹسٹنٹ کا ایک زبردست عالم ہے اور جناب لوتھر کا شاگرد بھی ہے یوں کہتا ہے کہ یعقوب اپنے رسالہ کو واہیات باتوں میں ختم کرتا ہے اور کتابوں سے ایسے واقعات نقل کرتا ہے جس میں روح القدس کو کوئی دخل نہیں اس لئے اس کی کتاب الہامی شمار نہیں کی جا سکتی۔

وائی ٹس تھیوڈورش پروٹسٹنٹ کے جو نرم برگ میں واعظ تھا کہ ہم نے جان کر مشاہدات یوحنا چھوڑ دیا ہے اسی طرح یعقوب کے رسالہ کو اور رسالہ یعقوب ان بعض مقامات پر قابل ملامت نہیں ہے جو ایمان کے ساتھ اعمال کی ترقی کا ذریعہ ہ۔ بلکہ اس میں مسائل اور مطالب متضاد واقع ہیں مکڈی برجن سنتیورٹس کہتا ہے کہ یعقوب کا رسالہ ایک جگہ

حواریوں کے مسائل سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ نجات صرف ایمان پر موقوف نہیں ہے بلکہ اعمال پر بھی موقوف ہے اور ایک جگہ کہتا ہے کہ توریت آزادی کا قانون ہے"

ان بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑے بڑے لوگ بھی یعقوب کے رسالہ کا الہامی ہونا تسلیم نہیں کرتے جس طرح ان کا امام نہیں مانتا۔

کلی می شس کا اعتراف

کلی می شس کہتا ہے کہ۔

"متی اور مرقس تحریر میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں مگر جب دونوں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو ان دونوں کی بات کو لوقا کی بات پر ترجیح حاصل ہوتی ہے"

ہم کہتے ہیں کہ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں اول تو یہ کہ متی اور مرقس کی بعض تحریروں معنوی اختلاف موجود ہے اور دونوں کے متفق ہونے پر ان کی بات لوقا کی بات پر راجح ہوگی کیونکہ لفظی اتفاق تو کسی بھی واقعہ میں موجود نہیں ہے۔ یہ تینوں انجیلیں الہامی نہیں ہیں ورنہ پہلی دو کی ترجیح کی کوئی وجہ تیسری کے نہیں ہو سکتی محقق پیلی نے ایک کتاب اسناد میں تصنیف کی ہے یہ شخص فرقہ پروٹسٹنٹ کے معتبر علماء میں شمار کیا جاتا ہے یہ کتاب ۱۸۵۰ء میں طبع ہو چکی ہے۔اس کے صفحہ ۳۲۳ پر یوں کہتا ہے کہ۔

"دوسری غلط بات کو متقدمین عیسائیوں کی جانب منسوب کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ قرب قیامت کے معتقد تھے حالانکہ میں اعتراض سے قبل ایک ایک دوسری نظیر پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے خدا نے یوحنا کے حق میں پطرس سے یہ کہا کہ اگر میں چاہوں کہ یہ میرے آنے تک ٹھہرا رہے تو تجھ کو کیا؟ اس قول سے مقصد کے خلاف یہ معنی سمجھ لئے گئے کہ یوحنا نہیں مرے گا پھر یہ خبر عوام میں پھیل گئی غور کیجئے اگر یہ بات رائے عامہ بننے کے بعد ہم تک پہونچے اور وہ سبب معلوم نہ ہو سکے جس سے یہ خطرناک غلطی پیدا ہوئی ہے اور آج کوئی شخص ملت عیسوی کی تردید کے لئے اس غلط بات سے استدلال کرے تو یہ امر اس چیز کے پیش نظر جو ہم تک پہونچی ہے بڑا ہی ظلم ہوگا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انجیل سے یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ حواری اور متقدمین مسیحی حضرات اپنے زمانہ میں قیامت واقع ہونے کی توقع رکھتے تھے ایسے لوگوں کو ہمارے اس بیان کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو ہم نے اس پرانی اور ناپائدار غلطی کی نسبت دیا ہے اس غلطی نے ان کو فریب دہی سے تو بچالیا مگر اب ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ حواریوں کی رائے میں بھول کا امکان ہے تو پھر ان کی کسی بات پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

اس کے جواب میں ملت مسیحی کے حامیوں کی جانب سے منکرین کے مقابلہ میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ ہم کو حواریوں کی شہادت مطلوب ہے خود ان کی رائے سے ہم کو کوئی مطلب نہیں ہے اور اصل مقصود مطلوب ہوا کرتا ہے اور وہ نتیجہ کے لحاظ سے محفوظ ہے لیکن اس کے جواب میں دو باتوں کا لحاظ ضروری ہے تاکہ تمام خطرہ دور ہو جائے۔

اول یہ کہ حواریوں کے بھیجے جانے کا مقصود واضح ہو جائے اور ان کے اظہار سے وہ بات ثابت ہو گئی ہے جو یا تو اجنبی

تھی یا اس کے ساتھ اتفاقاً" مخلوط ہو گئی تھی اور ان کو ایسی باتوں کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے جو صراحتہ" دین سے بے تعلق ہیں مگر جو چیزیں اتفاقاً" مقصود کے ساتھ گڈمڈ ہو گئی ہیں ان کی نسبت کچھ نہ کچھ کہنا ہو گا ایسی ہی چیزوں میں سے جنات کا تسلط بھی ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ غلط رائے اس زمانہ میں عام ہو گئی تھی۔ اس بنا پر انجیل کے مولفین اور اس عہد کے یہودی بھی اس میں مبتلا ہو گئے تو یہ بات ماننا ضروری ہے کہ اس سے "ملت عیسوی" کی سچائی کی نسبت کوئی اندیشہ نہیں پیدا ہوتا کیونکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جو عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے بلکہ مسیحی اقوال کے ساتھ اس ملک میں رائے عامہ بن جانے کی وجہ سے اتفاقاً" مخلوط ہو گیا ہے اور ارواح کی تاثیر کے معاملہ میں لوگوں کی رائے کی اصلاح کرنا یہ تو ان کے پیغام کا جزو ہے نہ اس کو شہادت سے کسی نوع کا بھی تعلق ہے

دوسرے ان کے مسائل اور دلائل کے درمیان امتیاز کیا جائے ظاہر ہے کہ ان کے مسائل تو الہامی ہیں مگر وہ اپنے اقوال کی توضیح و تقویت کے سلسلہ میں کچھ دلائل اور تائیدات پیش کرتے ہیں مثلاً" یہ مسئلہ کہ غیر یہود میں سے اگر کوئی شخص عیسائیت قبول کرتا ہے تو اس پر شریعت موسویہ الہامیہ کی اطاعت واجب نہیں ہے حالانکہ اس کی سچائی معجزات سے ثابت ہو چکی ہے۔

پولس جب اس مسئلہ کو ذکر کرتا ہے تو اس کی تائید میں اور بہت سی باتیں ذکر کرتا ہے تو مسئلہ تو واجب التسلیم ہے لیکن کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم حواریوں کے تمام دلائل اور تشبیہات کے حمایت ملت مسیحی کی حمایت کے لئے کریں اور اس امر کا لحاظ دوسرے مقامات پر بھی کیا جائے گا اور یہ بات مجھ کو کامل طور محقق ہو چکی ہے کہ اہل اللہ جب کسی بات پر متفق ہو جائیں تو ان کے مقدمات سے جو نتیجہ بھی بر آمد ہو گا وہ واجب التسلیم ہو گا مگر یہ بات ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم ان تمام مقدمات کی تشریح کریں یا ان کو قبول کریں البتہ ایسی صورت میں جب کہ انہوں نے نتیجہ کی طرح مقدمات کا بھی اعتراف کیا ہو تو بیشک وہی واجب التسلیم ہو سکتے ہیں"

ہم کہتے ہیں کہ اس کے بیان سے چار فوائد حاصل ہوئے۔

اول یہ کہ حواری اور متقدمین عیسائی اپنے زمانہ میں وقوع قیامت کا اعتقاد رکھتے تھے اور یہ کہ یوحنا قیامت تک نہیں مرے گا ہمارا خیال ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ فصل ۳ کی قسم ۲ میں اغلاط کے بیان کے سلسلہ میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ان کے اقوال اس بات میں بالکل صریح ہیں کہ قیامت ان کے زمانہ میں واقع ہو گی مفسر پارنس' انجیل یوحنا کے باب ۲۱ کی شرح میں یوں کہتا ہے کہ۔

"یہ غلطی کہ یوحنا نہیں مرے گا عیسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے پیدا تو ہوئی ہے جو باآسانی غلطی میں مبتلا کر سکتے ہیں اور اس بات سے اس میں مزید پختگی ہو گئی کہ یوحنا تمام حواریوں کے مرنے کے بعد بھی زندہ تھا"

ہنری واسکاٹ کی تفسیر کے جامعین نے کہا ہے کہ

"غالب یہ ہے کہ مسیح کے اس قول کا مقصد یہودیوں سے انتقام لینا ہے مگر حواری اس سے یہ سمجھے کہ یوحنا قیامت تک زندہ رہے گا یا جنت میں اٹھا لیا جائے گا"

پھر کہتے ہیں کہ۔

"اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لو کہ انسان کی روایت بلا تحقیق بھی ہوتی ہے اور اس پر ایمان کی بنیاد قائم کرنا حماقت ہے کیونکہ یہ روایت حواریوں کی روایت ہے جو لوگوں میں شائع اور منتشر و رائج ہو گئی تھی اس کے باوجود وہ جھوٹی تھی پھر اب تحریر میں نہ آئی ہوئی روایتوں پر کس قدر کم اعتبار ہو گا؟ اور یہ تفسیر ہماری روایت ہے عیسیٰ کا کوئی جدید قول نہیں اس کے باوجود غلط ہے"

پھر حاشیہ میں کہتے ہیں کہ۔

"حواریوں نے الفاظ کو غلط سمجھا جس کی تصریح انجیلی نے کی ہے کیونکہ ان کے دماغوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ خدا کی آمد محض عدل کے لئے ہو گی"

ان مفسرین کی تفسیر کی بنیاد پر کوئی شبہ نہیں ہے کہ انہوں نے غلط سمجھا اور جب ان کے عقیدہ قیامت کے باب میں اسی قسم کا ہے جیسا کہ یوحنا کے قیامت تک نہ مرنے کا تو ظاہر ہے کہ ان کے وہ اقوال جو ان کے دور میں وقوع قیامت ظاہر کرتے ہیں ان سے ان کے ظاہری معنی سمجھے جائیں گے اور غلط ہوں گے اور ان کی تاویل کرنا یقینی طور پر مذموم اور نامناسب ہو گا اور کلام کی ایسی توجیہہ کے مترادف ہو گا جو کہنے والے کی مرضی کے خلاف ہو اور جب غلط ہوئے تو الہامی نہیں ہو سکتے۔

پہلی کی عبارت سے دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ جن معاملات کا تعلق دین سے نہیں ہے یا دینی امور میں ان کی اتفاقیہ آمیزش ہو گئی ہے ان میں غلطی واقع ہونے سے ملت مسیحی کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔

تیسرے یہ کہ انہوں نے یہ بھی مان لیا ہے کہ حواریوں کے دلائل اور تشبیہات میں غلطی واقع ہونے سے کوئی بھی معترت نہیں پہونچتی۔

چوتھے انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ارواح خبیثہ کی تاثیر کوئی حقیقت نہیں رکھتی بلکہ خالص وہم کی پیداوار اور واقعہ میں غلط ہے اور ایسی غلطیاں حواریوں اور عیسیٰ کے کلام میں بھی اس لئے موجود ہیں کہ وہ اس ملک اور زمانہ کی رائے عامہ قرار پا چکی تھی۔

اب ان چار باتوں کے تسلیم کئے جانے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آدھی انجیل سے زیادہ حصہ الہامی ہونے سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی رائے کے مطابق صرف احکام اور مسائل الہامی رہ جاتے ہیں اور یہ رائے اس کے امام جناب لوتھر کی رائے کے خلاف ہے اس لئے یہ بھی کوئی وزن دار نہیں رہی کیونکہ جناب لوتھر کے نزدیک تو کسی حواری کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی جانب سے کوئی حکم شرعی مقرر کرے۔ اس لئے کہ یہ منصب صرف حضرت عیسیٰ کو حاصل ہے لہذا حواریوں کے مسائل اور احکام بھی الہامی نہ ہوئے۔

فرقہ پروٹسٹنٹ کے دوسرے علماء کے اعترافات

وارڈ کیتھ لک نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۴۱ء میں فرقہ پروٹسٹنٹ کے معتبر علماء کے اقوال نقل کئے ہیں اور اس کتاب میں

منقول عنہ کتابوں کے نام بھی بیان کیے ہیں ہم اس کے کلام سے ۹ اقوال نقل کرتے ہیں۔

۱۔ زونکلیس وغیرہ فرقہ پروٹسٹنٹ والے کہتے ہیں کہ پولس کے رسالوں میں درج شدہ تمام کلام مقدس نہیں ہے بلکہ چند واقعات میں غلط ہے"۔

۲۔ "مسٹر فلک نے پطرس حواری کی جانب غلط بیانی کی نسبت کی ہے اور اس کو انجیل سے ناواقف قرار دیا ہے

۳۔ ڈاکٹر کوڈ اس مباحثہ کے ضمن میں جو اس کے اور فادر کیم کے درمیان ہوا تھا کہتا کہ پطرس نے روح القدس کے نزول کے بعد ایمان کی باب میں غلطی کی"

۴۔ برنشس جس کو جویل نے فاضل و مرشد کا لقب دیا ہے یوں کہتا ہے کہ رئیس الحوارمین جناب پطرس اور برنبا نے روح القدس کے نزول کے بعد غلط بیانی کی اسی طرح یروشلم کے گرجانے بھی"

۵۔ "جان کالوین کہتا ہے کہ پطرس نے گرجا میں بدعت کا اضافہ کردیا اور مسیحی آزادی کو خطرہ میں ڈال دیا اور مسیحی توفیق کو دور پھینک دیا۔

۶۔ "میگڈی برجس نے حواریوں کی طرف بالخصوص پولس کی جانب غلط بیانی کو منسوب کیا ہے"

۷۔ "وانی لیکر کہتا ہے کہ عروج مسیح اور روح القدس کے نزول کے بعد تمام گرجوں کے نہ صرف عوام بلکہ خواص نے بھی بلکہ حواریوں نے بھی غیر اسرائیلیوں کو ملت مسیحی کی دعوت دینے میں سخت غلطی کی اور پطرس نے رسوم میں بھی غلطیاں کیں اور ایسی عظیم غلطیاں حواریوں سے روح القدس کے نزول کے بعد سرزد ہوئیں"۔

۸۔ زنکمس نے اپنے رسالہ میں کالوین کے بعض پیروؤں کا ذکر کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر پولس جنیوا میں آئے اور کالوین کے مقابلہ میں وعظ کہے تو ہم پولس کو چھوڑدیں گے اور کالوین کی بات سنیں گے"

۹۔ "لواتھروس لوتھر کے متبعین میں سے بعض بڑے علماء کے حال کو نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ان کا قول ہے کہ ہمارے لئے یہ تو ممکن ہے کہ ہم پولس کے کسی مسئلہ میں شک کریں مگر لوتھر کے کسی مسئلہ میں شک کرنے کی گنجائش ہمارے لئے نہیں ہے اسی طرح اسپرگ کے کلیسا کے عقائد کی کتاب میں شک کرنا ممکن نہیں ہے"

جن علماء کے اقوال بیان ہوئے ہیں یہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے اونچے طبقہ کے لوگ ہیں جنہوں نے طے کردیا ہے کہ عہد جدید کا تمام کلام الہامی نہیں ہے اور حواریوں کی غلط کاری بھی مان لی ہے۔

اکہارن اور جرمنی علماء کا اعتراف

فاضل نورٹن نے ایک کتاب اسناد میں تصنیف کی ہے جو شہر بوسٹن میں ۱۸۳۷ء میں طبع ہو چکی ہے اس کتاب کی جلد ا کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ۔

"اکہارن نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ مذہب عیسوی کے آغاز میں مسیح کے حالات میں ایک مختصر رسالہ موجود تھا جس کی نسبت یہ کہنا ممکن ہے کہ اصلی انجیل وہی ہے اور غالب یہ ہے کہ یہ انجیل ان مریدین کے لئے تھی جنہوں نے اپنے

کانوں سے مسیح کے اقوال نہیں سنے تھے اور اس کے احوال اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تھے یہ انجیل بمنزلہ قالب کے تھی اور مسیح کے احوال اس میں ترتیب وار درج نہ تھے"

غور کیجئے ایکہارن کے دعوے کے بموجب یہ انجیل آجکل کی مروجہ انجیلوں سے انتہائی حد تک مختلف تھی موجودہ اناجیل اس انجیل کی طرح بمنزلہ قالب کے نہیں ہیں کیونکہ یہ اناجیل بڑی مشقت اور دشواری سے لکھی گئی ہیں اور ان میں یسوع کے بعض ایسے احوال موجود ہیں جو اس میں نہ تھے۔

نیز یہ انجیل ابتدائی دو صدیوں میں رائج ہونے والی تمام انجیلوں کا ماخذ تھی اسی طرح متی اور لوقا اور مرقس کی انجیلوں کی اصل بھی یہی تھی' یہ تینوں انجیلیں دوسری تمام انجیلوں سے فوقیت حاصل کر گئیں کیونکہ ان تینوں انجیلوں میں بھی اگرچہ کمی اور نقص موجود ہے مگر یہ ان لوگوں کے ہاتھ آ گئیں جنہوں نے اس نقصان کی تلافی کر دی اور ان لوگوں نے ان انجیلوں سے بیزاری اور دستبرداری اختیار کر لی جو مسیح کی نبوت کے بعد پیش آنے والے احوال پر مشتمل تھیں جیسے مارسیون کی انجیل کا اصل نام کیا ہے وغیرہ کی انجیل' انہوں نے ان میں اور دوسرے احوال کا بھی اضافہ کر دیا' مثلاً "نسب کا بیان' ولادت کا حال' بلوغ وغیرہ کا بیان' یہ بات ایک تو اس انجیل سے واضح ہوتی ہے جو تذکرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس سے جسٹن نے نقل کیا دوسرے سرن تھس کی انجیل سے بھی معلوم ہوتی ہے ان انجیلوں کے جو اجزاء ہم تک پہنچے ہیں اگر ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو سکتی ہے کہ یہ اضافہ تدریجاً ہوا ہے مثلاً "وہ آواز جو آسمان سے سنی گئی تھی اصل میں یوں تھی کہ "تو میرا بیٹا ہے میں نے آج تجھ کو جنا ہے" جیسا کہ جسٹن نے دو جگہ نقل کیا ہے اور کلیمنس نے یہ فقرہ ایک مجہول الحال انجیل سے نقل کیا ہے جو یہ ہے کہ "تو میرا محبوب بیٹا ہے میں نے آج تجھ کو جنا ہے" اور عام عنجیلوں میں اس طرح ہے کہ "تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں" جیسا کہ مرقس نے اپنی انجیل کے باب ۱ آیت ۱۱ میں نقل کیا ہے اور ایبونی کی انجیل نے دونوں عبارتوں کو یوں جمع کر دیا کہ "تو میرا وہ محبوب بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں اور میں نے تجھ کو آج جنا ہے" جس کی تصریح ابی فانیس نے کی ہے۔

اور مسیحی تاریخ کا اصل متن ان تدریجی زیادتیوں اور بے شمار الحاقات کے ذریعہ ایسا مخلوط اور گڈمڈ ہو گیا کہ امتیاز باقی نہیں رہا جو صاحب چاہیں اپنی قلبی اطمینان کے لئے مسیح کے اصطباغ کا حال جو مختلف انجیلوں سے جمع کیا گیا ہے ملاحظہ فرمالیں اس خلط و اختلاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ سچ اور جھوٹ' سچے واقعات اور جھوٹے قصے جو کسی طویل روایت میں جمع ہو گئے تھے اور بدشکل بن گئے تھے' وہ آپس میں اسی طرح گھل مل گئے کہ خدا کی پناہ' پھر یہ قصے جوں جوں ایک زبان سے دوسری تک منتقل ہوتے گئے اسی حساب سے انہوں نے بدترین اور مکروہ شکل اختیار کر لی پھر کلیسا نے دوسری صدی کے آخر میں یا تیسری صدی کے آغاز میں یہ چاہا کہ سچی انجیل کی حفاظت کرے' اور آئندہ آنے والی امتوں اور قوموں کو امکانی حد تک صحیح حالات پہنچائے تو اس زمانہ کی مروجہ انجیلوں میں ان چار انجیلوں کا اس لئے انتخاب کیا کہ وہ معتبر اور مکمل نظر آئیں' غرض یہ کہ متی اور لوقا اور مرقس کی انجیل کا کوئی پتہ نشان دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کی ابتداء سے نہیں پایا جاتا پھر سب سے پہلے جس شخص نے ان انجیلوں کا ذکر کیا ہے وہ تخمیناً دو سو عیسوی میں ارینیوس ہے اور اس نے ان کی تعداد پر

بعض دلائل بھی پیش کئے ہیں۔

پھر اس سلسلہ میں ایک زبردست کوشش کلیمنس اسکندریانوس نے ۲۱۶ء میں کی' اور اس نے ظاہر کیا کہ چاروں انجیلیں واجب التسلیم ہیں' اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کلیسا نے دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں اس امر کی زبردست کوشش کی تھی کہ عام طور پر یہ چاروں انجیلیں جن کا وجود پہلے سے تھا' تسلیم کر لی جائیں' اگرچہ یہ تمام واقعات کے اعتبار سے اس لائق نہ تھیں اور یہ بھی چاہا کہ لوگ ان کے علاوہ دوسری انجیلوں کو چھوڑ دیں اور ان چاروں کو مان لیں۔

اور اگر کلیسا اس اصل انجیل کو جو گذشتہ واعظوں کو اپنے واعظوں کی تصدیق کے لئے مل گئی تھی' الحاقات سے مجرد اور پاک کر دیتا اور انجیل یوحنا کو ان کے ساتھ شامل کر لیتا تو آنے والی نسلیں اس کی بہت ہی شکر گذار ہوتیں' مگر یہ بات اس کے لئے اس بناء پر ممکن نہ تھی کہ کوئی نسخہ بھی الحاق سے خالی نہ تھا اور وہ ذرائع ناپید تھے جن سے اصل میں اور الحاقات میں امتیاز کیا جا سکے' پھر اکمارن حاشیہ میں کہتا ہے۔

"بہت سے متقدمین کو ہماری ان انجیلوں کے بیشتر اجزاء میں شک تھا' اور وہ اس کی تفصیل پر قادر نہ ہو سکے"۔

پھر کہتا ہے کہ۔

"ہمارے زمانہ میں طباعت کی صنعت کی موجودگی کی وجہ سے کسی شخص کے لئے کسی کتاب میں تحریف کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ یہ بات سنی گئی ہے' مگر اس زمانہ کی حالت جب کہ یہ صنعت ایجاد نہیں ہوئی تھی اس زمانہ سے مختلف ہے اس لئے ایک نسخہ جو کسی کا مملوک تھا اس کے لئے اس نسخہ میں تحریف کرنا ممکن تھا اس نسخہ سے متعدد نسخے نقل کئے گئے اور یہ بات محقق نہ ہو سکی کہ یہ نسخہ صرف مصنف کے کلام پر مشتمل ہے یا نہیں' پھر یہ نقول لاعلمی کی وجہ سے پھیلتی چلی گئیں اور بہت سے نسخے درمیانی دور کے لکھے ہوئے اب بھی موجود ہیں اور الحاقی عبارتوں اور ناقص عبارتوں میں ایک دوسرے کے موافق ہیں اور بہت سے مرشدین کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس بات کی بڑی شکایت کرتے ہیں کہ کاتبوں اور نسخوں کے مالکوں نے ان کتابوں کی تصنیف کے تھوڑی مدت بعد ان میں تحریف کر ڈالی تھی اور دیونی شس کے رسالوں میں ان کی نقول کے منتشر ہونے سے پہلے ہی تحریف کر دی گئی۔

اسی طرح ان کی شکایت یہ بھی ہے کہ ابلیس کے شاگردوں نے ان کتابوں میں گندگی داخل کر دی بعض چیزوں کو خارج کر دیا اور کچھ چیزیں اپنی جانب سے بڑھا دیں اس شہادت کی بناء پر کتب مقدسہ محفوظ نہیں رہیں اگرچہ اس دور کے لوگوں کی عادت تحریف کی نہ تھی اس لئے کہ اس زمانہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں کے آخر میں لعنتیں اور مغلظ قسمیں لکھی تھیں تاکہ کوئی شخص ان کے کلام میں تحریف نہ کرے اور یہ واقعہ عیسیٰؑ کی تاریخ کے ساتھ بھی پیش آیا ورنہ پھر سلسوس کو یہ اعتراض کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ ان لوگوں نے اپنی انجیلوں میں تین بار یا چار بار بلکہ اس سے بھی زیادہ تبدیلی کی اور بعض انجیلوں میں بعض وہ فقرے جو مسیح کے بعض حالات پر مشتمل تھے اور مختلف انجیلوں میں متفرق تھے کیونکر جمع ہو گئے؟ مثلاً "ایبونی کی انجیل میں مسیح کے اصطباغ کے تمام وہ حالات موجود ہیں جو پہلی تینوں انجیلوں میں

اور تذکرہ میں (جس سے جسٹن نے نقل کئے ہیں) متفرق جگہ تھے اس کی تصریح ابھی فانیس نے کی ہے۔
پھر اکہارن ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے۔

"جن لوگوں میں تحقیق کی استعداد نہ تھی وہ ان انجیلوں کے ظہور کے وقت ہی سے گھٹانے بڑھانے اور لفظ کو اس کے مرادف لفظ سے تبدیل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیونکہ عیسوی تاریخ کی ابتدائے لوگوں کا عام مزاج اور عادت یہ رہی کہ وہ وعظ کی عبارتوں کو اور مسیح کے ان حالات کو جو ان کے پاس محفوظ تھے اپنے علم کے مطابق بدلتے رہتے تھے اور یہ قانون جس کو پہلے طبقہ والوں نے جاری کیا تھا دوسرے اور تیسرے طبقہ میں بھی جاری رہا اور یہ عادت دوسری صدی میں اس قدر شہرت کے درجہ کو پہنچی ہوئی تھی کہ دین مسیحی کے مخالفین بھی اس سے واقف تھے چنانچہ سلسوس عیسائیوں پر اعتراض کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی انجیلوں میں تین بار یا چار مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تبدیلیاں کیں اور وہ بھی ایسی کہ انجیلوں کے مضامین و مطالب بھی بدل گئے کلیمنس نے بھی ذکر کیا ہے کہ دوسری صدی کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو انجیلوں میں تحریف کیا کرتے تھے اور اس تحریف کی نسبت کہتا ہے کہ انجیل متی باب ۵ آیت ۱۱ میں اس فقرہ کے عوض میں کہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے بعض نسخوں میں یہ فقرہ ہے کہ وہ لوگ کامل ہوں گے اور بعض نسخوں میں یہ جملہ ہے کہ "وہ ایسا مقام پائیں گے جہاں ان کو کوئی اذیت نہ ہوگی"

اکہارن کا یہ قول نقل کرنے کے بعد ٹورٹن کہتا ہے کہ۔

"کسی شخص کا گمان یہ نہیں ہے کہ فقط اکہارن کی رائے ہے کیونکہ جرمنی میں اس کی کتاب کے مقابلہ میں کسی کتاب کو بھی قبول عام نصیب نہیں ہوا اور اناجیل کی نسبت جرمنی کے متاخرین علماء میں سے بیشتر کی رائے کے موافق ہے اسی طرح ان چیزوں میں بھی جن سے انجیلوں کی سچائی پر الزام عائد ہوتا ہے"

اور چونکہ ٹورٹن انجیل کا حامی ہے اس لئے اس نے اکہارن کے کلام کو نقل کرنے کے بعد اس کی تردید کی ہے جس میں کوئی بھی قابل التفات چیز نہیں ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی اس کے باوجود اس نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان انجیلوں کے سات مقامات ذیل محرف اور الحاقی ہیں مولفین انجیل کے نہیں ہیں۔

۱۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۵۳ میں اس باب کی تصریح کی ہے کہ انجیل متی کے پہلے دو باب اس کی تصنیف نہیں ہیں"

۲۔ صفحہ ۶۳ میں کہا ہے کہ۔

"یہودا اسکریوتی کا واقعہ جو انجیل متی باب ۲۷ میں مذکور ہے آیت ۳ تا آیت ۱۰ بالکل جھوٹا ہے اور بعد میں بڑھایا گیا ہے"

۳۔ اسی طرح باب مذکور کی آیت ۵۲، ۵۳ دونوں الحاقی ہیں۔

۴۔ صفحہ ۷۰ پر کہا ہے کہ انجیل مرقس باب ۱۶ کی ۱۲ آیتیں از ۹ تا ۲۰ من گھڑت ہیں۔

۵۔ صفحہ ۸۹ میں کہا ہے کہ "انجیل لوقا باب ۲۲ آیت ۴۳، ۴۴ الحاقی ہیں"

۶۔ صفحہ ۸۴ پر کہتا ہے کہ

"انجیل یوحنا باب ۵ کی آیت ۳، ۴ کی مندرجہ ذیل آیت الحاقی ہے "پانی کے ہلنے کے منتظر ہو کر.... کیونکہ وقت پر خداوند کا

فرشتہ حوض پر اتر کر پانی ہلایا کرتا تھا پانی ہلتے ہی جو کوئی پہلے اترتا سو شفاء پاتا اس کی جو کچھ بیماری کیوں نہ ہو"

۷۔ صفحہ ۸۸ میں کہتا ہے کہ "انجیل یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۴، ۲۵ دونوں الحاقی ہیں"

ظاہر ہے کہ یہ سات مقامات جو اس کے نزدیک الحاقی ہیں الہامی ہرگز نہیں ہو سکتے پھر صفحہ ۲۱۰ پر کہتا ہے کہ۔

"ان معجزات کے بیان میں جن کو لوقا نے نقل کیا ہے روایتی جھوٹ شامل ہو گیا ہے اور کاتب نے شاعرانہ مبالغہ آرائی کے ساتھ اس کو مخلوط کر دیا ہے لیکن اس زمانہ میں سچ اور جھوٹ کی پہچان بڑی دشوار ہے"۔

بتایئے کہ جو بیان جھوٹ اور شاعرانہ مبالغہ آرائی کے ساتھ مخلوط ہو وہ خالص الہامی کیونکہ ہو سکتا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اکہارن کے کلام سے جو چیز نمایاں طور پر واضح ہوتی ہے جو اکثر جرمنی علماء متاخرین کی بھی پسندیدہ راہ ہے وہ چار باتیں ہیں۔

۱۔ اصل انجیل ناپید ہو چکی ہے۔

۲۔ موجودہ انجیلوں میں سچی اور جھوٹی دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں۔

۳۔ ان انجیلوں میں تحریف بھی واقع ہوئی ہے بت پرست علماء میں سے سلسوس دوسری صدی میں پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ عیسائیوں نے اپنی انجیلوں کو تین یا چار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ بدلا ہے یہاں تک کہ اس کے مضامین بھی تبدیل ہو گئے۔

۴۔ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے آغاز سے پہلے ان چاروں انجیلوں کا کوئی اشارہ یا پتہ نشان نہیں ملتا۔

پہلی بات میں ان کی رائے کے قریب قریب لیکلوک اور کوب و میکاملس اور لسنگ اور ینمیو و مارش کی رائے بھی ہے کیونکہ ان لوگوں نے کہا ہے کہ غالباً" متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی زبان کا ایک ہی صحیفہ تھا جس میں مسیحی احوال لکھے ہوئے تھے جس سے ان لوگوں نے نقل کیا پھر متی نے تو بہت کچھ نقل کیا اور مرقس اور لوقا نے تھوڑا جس کی تصریح ہورن نے اپنی تفسیر مطبوعہ ۱۸۲۲ء جلد چہارم ص ۲۹۵ میں ہے لیکن اس کو ان کی رائے پسند نہیں ہے مگر ہم کو اس کی ناپسندیدگی سے کچھ مضرت نہیں ہو سکتی۔ (۱)

بائبل کے الہامی ہونے کے بارے میں پچاس سوال

پہلا سوال

پرانے عہد نامہ میں جس قدر کتابیں اور صحیفے پائے جاتے ہیں وہ سب کے سب خدا کا کلام اور الہامی ہیں یا بعض؟ اگر کہیں سب کے سب تو اس کا ثبوت درکار ہے ہر ایک کے متعلق الگ الگ بتایا جائے کہ وہ کب اور کن نبیوں پر نازل ہوئے اور ان نبیوں نے کہاں اور کس جگہ اس امر کا اقبال اور دعویٰ کیا ہے۔ کہ فلاں فلاں صحیفہ ہم پر خدا کی طرف سے الہاماً نازل ہوا ؟ جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ بائبل کے تمام صحیفوں کے متعلق نہیں بتایا جا سکتا کہ وہ فلاں فلاں ملہم پر نازل ہوئے اور فلاں فلاں کتاب میں ان ملہموں نے ان کے نزول کا دعویٰ کیا ہے تو پھر اس امر کا کیا ثبوت کہ وہ سب کے سب الہامی اور خدا کا کلام ہیں ؟

دوسرا سوال

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اس مطالبہ کو ہلکا کر کے یہ سوال کریں کہ فی الحال سب کے متعلق نہ سہی صرف قاضیوں ۔ آستر واعظ ۔ ایوب ۔ تواریخ ۔ سلاطین وغیرہ کتابوں ہی سے ان کے الہامی ہونے کا دعویٰ انہی کے ملہموں کے الفاظ میں دکھایا جائے تو کیا ہمارے مسیحی دوست ہمت کر کے اسے پورا کر دیں گے ؟

اگر وہ اس ہلکے سے مطالبہ کو پورا کر سکتے ہوں تو ضرور بتائیں کہ یہ کتابیں کن نبیوں پر نازل ہوئیں اور ان نبیوں نے کہاں اس امر کا دعویٰ کیا ہے لیکن اگر حاملان بائبل اس معمولی مطالبہ کو بھی پورا کرنے سے قاصر ہوں جیسا کہ سکاٹ لینڈ کے نامور پروفیسر ڈاوڈز صاحب ڈی ڈی کو بھی بامر مجبوری لکھنا پڑا کہ "پرانے عہد نامہ کے مصنفوں میں سے ہر ایک مصنف اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا" (تحقیق بائبل مطبوعہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور ۸۲) اور "بائبل میں ایسی کتابیں ہیں جن کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی نبی یا رسول یا کسی اور مقرر کیے ہوئے شخص کی لکھی ہوئی ہیں مثلاً" پہلی اور دوسری تواریخ ۔ آستر۔ ایوب اور وعظ کوئی نہیں جانتا کہ ان کتابوں کو کس نے لکھا ہے" (" ۳۸) تو پھر مسیحی بھائی خود ہی بتائیں آخر ان کو کس بنا پر الہامی تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟ کیونکہ جب تک وہ کتاب جسے الہامی کہا جاتا ہے خود دعویٰ نہ کرے اور پھر اس کا ملہم اقراری نہ ہو۔ تب تک کسی غیر کا کیا حق ہے کہ وہ خواہ مخواہ اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جن کی اسے خبر تک نہیں ؟

اگر کہا جائے کہ عہد جدید نے چونکہ عہد قدیم کی تصدیق کر دی ہے لہٰذا وہ الہامی ہے تو اس کے متعلق یاد رکھئے یہ جواب نہیں بلکہ اسے بنائے فاسد علی الفاسد کہتے ہیں کیونکہ جس طرح پرانے عہد نامہ کا الہامی ہونا محل بحث ہے اسی طرح نیا عہد نامہ بھی تحقیق کی جرح سے عہدہ برآ نہیں ہو سکا پس عہد جدید کو مصدق ٹھہرانا عہد قدیم کے لئے قطعاً فائدہ بخش نہیں۔

تیسرا سوال

جس طرح عہد نامہ قدیم کے متعلق ہمارا سوال تھا اسی طرح عہد جدید کے متعلق بھی یہی سوال ہے کہ متی سے لے

کر مکاشفات تک جتنے رسالے اور خطوط موجودہ بائبل میں نظر آتے ہیں یہ تمام کے تمام الہامی اور خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں یا بعض ؟ اگر کہا جائے بعض ! تو پھر یہ بھی بتانا چاہئے کہ "بعض" میں کون کون ساخط اور انجیل شامل ہے اور اس کے بالمقابل وہ کونسی انجیلیں اور خطوط ہیں جو الہامی نہیں۔ بلکہ انسانی تصنیف ہیں اور یہ دکھلاتے ہوئے ساتھ ہی وہ معیار بھی بتایا جائے، جس کے ذریعہ ان میں الہامی اور غیر الہامی کی تمیز کی جاتی ہے۔

لیکن اگر سبھی کو الہامی کہا جائے تو اس پر یہ سوال ہو گا کہ آیا وہ تمام صحیفے اپنے ملہموں کے نام اور ان کے الہام یافتہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں ؟ اگر کہا جائے کہ ہاں ! تو پھر مسیحی کلیسیا کے فاضل ممبر پادری ڈبلیو ایچ ٹی گیرڈنر صاحب بی اے کے مندرجہ ذیل تحقیقی بیان کا کیا مطلب ہو اکہ :۔

"یوحنا کے مکاشفہ کے علاوہ ایک بھی کتاب انجیل میں نہیں ہے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کے مصنف پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے یا اس کے مصنف کو خدا نے لکھنے کے لئے مامور کیا تھا۔ مقدس پولوس کے خطوط کی مانند چند کتابوں میں مصنف نے بے شک صفائی سے الٰہی ہدایت کے زیر اثر ہو کر لکھنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن دیگر کتابوں میں جن میں چند نہایت ضروری کتابیں شامل ہیں مصنف نے کہیں ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے اور ایسا معلوم پڑتا ہے کہ ان کے مصنفوں نے یونہی یا اپنی مرضی سے حسب موقعہ ان کو تحریر کیا ہے" ("الہام" طبوعہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور ۱۹۲۷ء ص ۴۴)

اگر کہا جائے کہ پادری گیرڈنر صاحب کا بیان صحیح نہیں بلکہ صحیح بیان وہ ہے جو پادری غلام مسیح صاحب نے بایں الفاظ دیا کہ :۔

"انجیل کے صحائف میں ایک صحیفہ ایسا نہیں جو بغیر الہام پانے کے اس کے مصنفوں نے لکھا ہو وہ اپنے کشف و الہام کا خود ذکر کرتے ہیں" (ہماری بائبل اور مسلم علماء ص ۶۳) تو براہ کرام ہر ایک صحیفہ سے وہ الفاظ نکال کر دکھائے جائیں جن میں ان کے ملہمین کے نام اور ان کے الہام پانے کا ذکر ہو۔ تاکہ ہم پادری گیرڈنر صاحب کے بیان پر پادری غلام مسیح صاحب کے بیان کو ترجیح دے سکیں۔

لیکن جہاں تک ہماری تحقیق ہے ہم ببانگ دہل کہیں گے کہ پادری غلام مسیح صاحب کا فرمانا صداقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ وہ اور ان کے ہم خیال اگر اپنی تمام قوت بھی صرف کر دیں تب بھی محورہ بالا مطالبہ کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ اگر وہ تحقیق سے کام لیں گے تو ضرور انہیں بھی پادری گیرڈنر صاحب کی طرح ماننا پڑے گا کہ :۔

"یوحنا کے مکاشفہ کے علاوہ (جسے وارٹن لوتھر اور دیگر بہت سے علماء غیر رسولی تصنیف سمجھتے ہیں) ایک بھی کتاب انجیل میں موجود نہیں ہے جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کے مصنف پر یہ کتاب نازل ہوئی ہے یا اس کے مصنف کو خدا نے لکھنے کے لئے مامور کیا ہے۔ الخ"

پس جب بقول پادری گیرڈنر صاحب اکثر صحیفے الہامی ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کرتے تو ایسی حالت میں بتلایا جائے ان کو کس بنا پر الہامی مانا جاتا ہے ؟

چوتھا سوال

اگر رومن کیتھولک چرچ کا جنو اہو کر کہا جائے کہ کلیسا کے قدیم مجمعوں نے ان کو الہامی مانا ہے اس لئے ہم بھی اس مجموعہ (عہد جدید) کو الہامی سمجھتے ہیں تو اس کے لئے مشہور بائبل مفسر پادری ڈملو صاحب کا مندرجہ ذیل بیان پڑھا جائے جو اس کی زور دار تکذیب کرتا ہے اپنی تفسیر بائبل انگریزی میں لکھتے ہیں کہ :۔

"اناجیل کے لکھنے والے یسوع مسیح کے اقوال کو یونانی لکھتے ہیں حالانکہ وہ اغلبا" ارامی زبان میں گفتگو کرتا تھا ان یہ اغلب ہے کہ ان کاتبوں کا یہ خیال تھا کہ ان کی تحریریں ابتدائی کلیساؤں سے آگے جائیں گی جن سے وہ خود آشنا تھے یہی حال پولوس کی تحریروں کا ہے اس کے خطوط جن کی اب اس قدر عزت کی جاتی ہے وہ اصل میں صرف انہی کلیساؤں کے لئے لکھے گئے تھے جن کے نام وہ تھے جنہوں نے ان کو پہلے نقل کیا وہ ہرگز ان کو ان معنوں میں پاک نوشتے نہ سمجھتے تھے جن کے نام وہ تھے جن معنوں میں ہم سمجھتے ہیں"

اگر تھوڑی دیر کے لئے مان لیں کہ پہلے زمانہ کے مسیحی بزرگوں نے ان صحائف کو الہامی مان لیا تھا (حالانکہ یہ درست نہیں) تو اس پر یہ سوال ہو گا کہ ایسا ماننے والے (خواہ وہ رسولوں کے شاگرد ہوں یا کلیسا کے ارکان) ملہم تھے؟ اور کیا خدا نے ان پر القاء کیا تھا کہ وہ انہیں الہامی سمجھیں اگر وہ صاحب الہام تھے تو اس کا ثبوت دیا جائے۔

اور اگر ملہم نہ تھے تو اس صورت میں ہم پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی جناب لوتھر کے لفظوں میں کہیں گے کہ :۔

"کلیساء کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی کتاب کو وہ اختیار یا طاقت دے جو اس میں آگے موجود نہیں کوئی کونسل کسی کتاب کو جو اپنی ذات میں الہامی نہیں ہے الہامی نوشتہ نہیں قرار دے سکتی" (تحقیق بائبل ص ۳۵)

پانچواں سوال

بقول جب پادری گیرڈنر صاحب عہد جدید کے صحیفے الہامی ہونے کے مدعی نہیں اور نہ ہی بقول مارٹن لوتھر محض کلیساء کے کہہ دینے سے کسی صحیفہ کو الہامی مانا جا سکتا ہے تو ایسی حالت میں اور کونسی کسوٹی یا معیار ہو سکتا ہے۔ جس کے ذریعہ ان کا الہامی یا غیر الہامی ہونا پرکھا جائے؟

ممکن ہے اب ہمیں لوتھر کے اس معیار کا حوالہ دیا جائے جس کے ذریعہ اس نے کیتھولک کلیسا کی مانی ہوئی بعض کتابوں کو قبول کیا اور بعض کو "کوڑا یا بھوسہ" کہہ کر رد کر دیا لیکن جہاں تک ہم نے اس کے معیار پر غور کیا ہے وہ قطعا اس قابل نہیں کہ جس پر اعتماد کیا جا سکے کیونکہ اس کا معیار ایک عجیب معیار ہے اس کا قول یہ ہے کہ :۔ "جو نوشتہ مسیح کا اعلان نہیں کرتا وہ رسولی نہیں خواہ وہ مقدس پطرس یا مقدس پولس کا ہی لکھا ہوا کیوں نہ ہو جو نوشتہ مسیح کا اعلان کرتا ہے وہ رسولی ہے خواہ اس کے لکھنے والا یہودا یا اناس یا پلاطس یا ہیرودیس ہی کیوں نہ ہو" ("بائبل کا الہام" ڈاکٹر پیٹرسن سمتھ صاحب مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور ص ۸۹

"چنانچہ (اس معیار کے ماتحت) وہ مقدس یعقوب کے خطوط کے حق میں کہتا تھا کہ وہ تو "کوڑا یا بھوسہ" ہے کیونکہ یہ خط اس کے اس خیال سے کہ آدمی فقط ایمان کے ذریعہ راستباز ٹھہرتا ہے اختلاف کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا" ص ۸۹

اور اسی کی بنا پر اس نے علاوہ خط یعقوب کے عبرانیا یہودا کا خط اور مکاشفات کو بھی غیر رسولی تصنیف قرار دیا اور اپنے مجموعہ بائبل میں یہ چاروں کتابیں ایک جگہ اکٹھی رکھیں اور بقول پروفیسر ڈاؤز صاحب ڈی ڈی :۔ "ان کے شروع میں بطور دیباچہ کے یہ معنی خیز الفاظ مرقوم کئے گئے ہیں یہاں تک تو ہم نئے عہد نامہ کی ان کتابوں پر غور کرتے رہے جن پر کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا اور جو خاص کتابیں نئے عہد نامے کی سمجھی گئی ہیں مگر ذیل کی چار کتابیں (خط یعقوب۔ عبرانیان۔ خط یہودا۔ مکاشفات) گذشتہ زمانہ میں مختلف قسم کا پہلو رکھتی تھیں "زاں بعد وہ مختصر مگر مدلل طور پر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ عبرانیوں کا خط پولوس کی تصنیف نہیں 'اور نہ کسی اور رسول کا تصنیف کردہ ہے.... زیادہ دلیری اور صفائی سے اس نے ان نکتہ چینیوں میں کام لیا ہے جو مکاشفات کی کتاب کے متعلق کی ہیں مثلاً" وہ کہتا ہے کہ "میری طبیعت اس کتاب کو پسند نہیں کر سکتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میری رائے میں اس کتاب کے اندر مسیح کے بارہ میں تعلیم نہیں پائی جاتی "گو تادم مرگ وہ اس بات کا قائل نہ ہوا کہ اس کتاب کا مصنف یوحنا رسول ہے تو بھی اس میں شک نہیں کہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ اس کتاب کے متعلق ایسی ہلکی رائے دینا مناسب سمجھتا ہے" (تحقیق بائبل ص ۲۱) اب غور طلب یہ امر ہے کہ اگر کسی کتاب کے جانچنے کے لئے یہی معیار کافی سمجھا گیا ہے کہ :۔

"جو نوشتہ مسیح کا اعلان کرتا ہے وہ رسولی ہے"

تو پھر بیسیوں انسانی تصانیف الہامی ٹھہرائی جا سکتی ہیں بھلا یہ بھی کوئی معیار ہے جس سے ناحق و حق کی پڑتال کی جا سکے؟ کیا اگر آج کوئی پادری اس معیار کے مطابق ایک کتاب لکھ دے تو وہ الہامی ٹھہرے گی؟ یہ بھی نہ سہی اسی زمانہ کی بیسیوں ایسی کتابوں کے نام لئے جا سکتے ہیں جو حواریان مسیح کی طرف منسوب کی گئیں۔ جن میں کہ جناب مسیح کی شان کو بڑھا چڑھا کر دکھایا گیا ہے وہ سب کی سب الہامی ٹھہریں گی حالانکہ خود عیسائی علماء یہی کہتے ہیں کہ وہ کسی ایک حواری کی بھی تصنیف نہیں ہیں چہ جائیکہ وہ الہام کے ماتحت لکھی گئی ہوں۔

پس جناب لوتھر کا اس قسم کے ذوقیہ خیال کو الہامی اور غیر الہامی کتابوں کے پرکھنے کے لئے معیار قرار دینا قطعاً درست نہیں کیونکہ جس طرح وہ اپنے ایک ذاتی خیال کے ماتحت ایسا معیار قائم کر گئے اسی طرح کل کو کوئی یہ کہہ دے کہ "جو نوشتہ مسیح کی الوہیت کی تعلیم دیتا ہے وہ الہامی نہیں" یا جس نوشتہ مسیح میں مسیح کو لعنتی کہا گیا ہے وہ رسولی تصنیف نہیں یا جس صحیفہ میں شریعت کو نکمی بتایا گیا ہے وہ حواریوں کی تصنیف نہیں"

تو کیا اس قسم کے معیار بنانے والوں کی بھی سنی جائیگی؟ اور جس طرح لوتھر نے اپنے عقیدہ کی بنا پر موجودہ صحیفوں کو پرکھتے ہوئے بعض کو قبول کیا اور بعض کو رد کر دیا کیا اسی طرح دوسروں کے خیالی اور ذوقی معیاروں کے ماتحت بھی ان صحیفوں کو جانچا اور پرکھا جائے گا؟ اگر کہا جائے کہ ضرور تو پھر یاد رکھیے آج جن صحیفوں کو رسولی تصنیف اور الہامی سمجھا جاتا ہے ان میں کا ایک بھی ان معیاروں پر پورا نہ اترے گا اور اگر ان معیاروں کو ٹھکرا دیا جائے تو پھر لوتھر صاحب کا معیار بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا پس صحیح طریق یہ ہے کہ جن صحائف کو الہامی بتایا جاتا ہے وہ اور ان کے مصنف خود الہامی ہونے کا دعویٰ کریں نہ صرف دعویٰ کریں بلکہ اس کے دلائل بھی دیں۔

خدائی صفات کے متعلق

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ہمارے مسیحی دوست بھی اس امر سے اتفاق کریں گے کہ الہامی کتاب وہی ہو سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کے متعلق کوئی ایسی تعلیم نہ دے جس سے اس قادر علیم اور قدوس ہستی پر کسی قسم کا عیب الزام اور نقص لازم آئے کیونکہ اگر اس مستجمع جمیع صفات حسنہ ذات میں بھی نقص اور عیب پائے جائیں تو پھر اس میں اور انسانوں میں کوئی مابہ الامتیاز ہی نہ رہے گا مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بائبل اس معیار پر پوری نہیں اترتی کیونکہ اس کے اندر خدائے تعالیٰ کے متعلق جابجا اس قسم کی باتیں مرقوم ہیں جو اس خدائے قدوس کی شان کو یقیناً بٹہ لگانے والی ہیں اگر کسی عیسائی بھائی کو ہماری اس رائے سے اختلاف ہو تو پھر وہ مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کا جواب دے۔

چھٹا سوال

کیا ہمارے مسیح دوست خدا کو قادر سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو پھر وہ خدا کو خدا نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو بتلائیں بائبل کی مندرجہ ذیل عبارت کی موجودگی میں کس طرح بائبل کے پیش کردہ خدا کو قادر سمجھا جا سکتا ہے؟

"اور خداوند یہودا کے ساتھ تھا اور اس نے کوہستانیوں کو خارج کیا پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کر سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کی رتھیں تھیں" (قاضیون ۱۹/۱)

دوستو! بتلاؤ جو نشیب کے رہنے والوں کو محض اس لئے خارج کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا کہ ان کے پاس آہنی رتھیں تھیں وہ کس طرح قادر کہلا سکتا ہے؟

ساتواں سوال

کیا خدا علیم کل ہے یا نہیں؟ اگر کہو نہیں تو پھر اس میں اور ضعیف انسان میں کیا فرق رہا ہے اور اگر کہو بے شک وہ علیم ہے تو پھر بتلانا چاہئے کہ بائبل کا مندرجہ ذیل بیان کیا معنی رکھتا ہے؟ "پھر خداوند نے کہا کہ اس لئے کہ سدوم اور عمورہ کا چلانا بلند ہوا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہو گیا ہے میں اب اتر کر دیکھوں گا کہ انہوں نے سراسر اس چلانے کے جو مجھ تک پہنچا۔ کیا ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو میں دریافت کروں گا" (کتاب پیدائش ۲۰-۲۱/۱۸)

اس عبارت کو مدنظر رکھتے ہوئے اہل بائبل بتائیں تو جس ذات کو وہ علیم کل اور ہمہ دان کہتے ہیں وہ بائبل کی رو سے علم سے خالی اور دریافت حال کی محتاج نظر آتی ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں! تو یہ غلط ہے کیونکہ یہاں صاف لکھا ہے کہ میں اب اتر کر دیکھوں گا اور دریافت حال کروں گا" جس کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں کہ بائبل کا بیان کردہ خدا بغیر اترے اور دریافت کئے دنیا کے حالات سے واقف نہیں ہو سکتا جو اس کے علیم الکل ہونے کے صریح منافی ہے اور اگر کہیں واقعی اس مقام سے خالی اور دریافت حال کا محتاج نظر آتا ہے تو ایسی حالت میں بائبل کس طرح خدا کا الہام ہو سکتی ہے۔

آٹھواں سوال

ہماری طرح کیا آپ بھی خدا تعالیٰ کو قدوس مانتے ہیں؟ اگر کہئے مانتے ہیں تو پھر بائبل کی ان آیات کا مطلب سمجھائے جن سے صریح اور صاف طور پر اس کی قدوسیت پر بٹہ لگایا جاتا ہے "اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے موافق کیا اور

انھوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور کپڑے عاریت لئے اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ انھوں نے انہیں عاریت دی اور (بنی اسرائیل) نے مصریوں کو لوٹ لیا" کیونکہ (راتوں رات پرایا مال لے کر فرار ہو گئے۔ ناقل) (خروج ۳۵-۳۶ر۱۲)

اگر بائبل کا خدا قدوس ہوتا۔ تو بنی اسرائیل کی اس ٹھگی میں کس طرح مدد معاون بنتا؟ کیا پرایا مال عاریتاً لے کر راہ فرار اختیار کرنا مکروہ۔ مذموم اور قابل اعتراض امر نہیں؟ اگر کوئی کہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے پر ایسا کیا نہ کہ خدا نے انہیں ایسا کہا تھا تو اس کے متعلق یاد رہنا چاہئے کہ اس وقت ہمارا سوال یہ نہیں کہ موسیٰ یا بنی اسرائیل نے ایسا کیوں کیا؟ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ "خداوند" نے اس مذموم کام میں ان کی کیوں مدد کی؟ اگر وہ بنی اسرائیل کو مصریوں کی نگاہوں میں عزت نہ بخشتا یعنی مصریوں کے دلوں میں اسرائیل کے لئے اعتماد پیدا نہ کرتا تو مصری بنی اسرائیل کے چکمے میں آکر اپنا مال و زر کیوں دیتے؟ "خداوند کا اس مذموم کام کے لئے مصریوں کے دلوں میں عزت کا پیدا کر دینا ہی ٹھگی کا موجب ہوا اگر وہ اس فعل قبیح میں ان کا مددگار نہ بنتا تو بنی اسرائیل کبھی بھی اپنے اس منصوبہ میں کامیاب نہ ہو سکتے چونکہ "خداوند" نے ان کے اس کام میں پورا پورا ہاتھ بٹایا اس لئے وہ قدوس نہیں ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے افعال شان قدوسی کے صریحی منافی ہیں۔

جس طرح وہ پاک ذات ٹھگی وغیرہ افعال سے منزہ ہے اسی طرح کذب و دغا سے بھی بری ہے مگر کیا کریں۔ بائبل اس پر دغابازی کا بھی الزام لگا رہی ہے یقین نہ آئے تو یرمیاہ کے مندرجہ ذیل الفاظ پڑھ دیکھئے:۔

"ہائے اے خداوند یقیناً تو نے اس قوم کو یروشلم کو یہ کہہ کے دغا دی کہ تم سلامت رہو گے حالانکہ تلوار جان پر آ گئی ہے" (یرمیاہ ۱۰ر۴)

بھلا جو کتاب بغیر کسی ایچ پیچ کے صاف لفظوں میں خدائے قدوس کو دغاباز بتائے وہ کیسے الہامی ہو سکتی ہے۔"

نواں سوال

اصحاب تثلیث خدا کی صفت عدل پر بڑا زور دیا کرتے ہیں اور سبھی دن رات یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ خدا کسی عاصی و مجرم کے گناہ نہیں بخشتا کیونکہ بد کو بدوں سزا دیئے معاف کرنا اس کے عدل و انصاف کے خلاف ہے کیونکہ عادل کا اولین فرض ہے کہ نیک کو جزا دے بد کو سزا دے۔ بہت خوب!

ہم تھوڑی دیر کے لئے اس دعویٰ کو تسلیم کئے لیتے ہیں مگر مسیحی دوست جو ہر وقت اس قسم کا راگ گایا کرتے ہیں بائبل کی مندرجہ ذیل آیت کے متعلق بتلائیں کیا اس کے ہوتے ہوئے "خداوند" عادل و منصف کہلائے جانے کا استحقاق رکھتا ہے؟

۱ "اسرائیل کی سرزمین سے کہہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور اپنی تلوار میان سے نکالوں گا اور تیرے صادقوں (نیک بندوں) اور تیرے بدکاروں (گنہگاروں) کو تیرے درمیان سے کاٹ ڈالوں گا" (حزقیل ۳۰ر۲۱)

جب عدل کا تقاضا یہ ہے کہ منصف بد کو سزا دے اور نیک کو جزا دے تو اس کے خلاف "خداوند" نے یہ کیوں کہا کہ جس طرح میں مجرموں کو بطور سزا قتل کروں گا اسی طرح نیکوں اور صادق بندوں کو بھی تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا چنانچہ ...

میں ایسا ہی کیا۔

جب وہ عادل ہے منصف ہے تو پھر کس طرح اس کا یہ فعل صفت عدل کے منافی نہ سمجھا جائے؟ امید ہے مسیحی اس سوال کا ضرور جواب دیں گے۔

دسواں سوال

کہا جاتا ہے کہ "خداوند" کے دل میں عادل ہوتے ہوئے بھی رحم نے جوش مارا اور نہ چاہا کہ جو انسان اپنے گناہوں کے باعث عدالت کی رو سے جہنم کے لائق ہیں سزا پائیں اس لئے فدیہ کے طور پر اپنا اکلوتا بیٹا قربان کر دیا تاکہ دنیا پر رحم بھی کیا جا سکے اور عدل بھی قائم رہے ہر چند کہ یہ منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایک بے گناہ شخص کے فدیہ ہونے سے کس طرح گنہگار نجات پا سکتے ہیں اور بے تقصیر کو دار پر کھینچ کر کیوں کر عدل قائم رہ سکتا ہے مگر کم از کم عیسائیوں کے اس عقیدے سے یہ تو ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ عادل ہونے کے باوجود بھی دنیا کو سزا سے بچانے کا متمنی رہتا ہے اور اس کی صفت رحم پورے جوش سے کام کرتی ہے یہ تو ہوا عیسائیوں کا خیال اب اس کے بالمقابل بائبل کا بیان پڑھیے تاکہ بائبلی خدا کی صفت رحم کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔ لکھا ہے کہ:۔

"میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور باپ دادوں کی بدکاریاں ان کی اولاد پر جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں تیسری اور چوتھی پشت تک پہنچاتا ہوں" (خروج ۵ر۲۰)

مسیحی دوست بتائیں کیا یہی وہ صفت رحم ہے جو خداوند خدا کے دل میں جوش مارا کرتی ہے کیا یہ رحم ہے کہ خداوند سے جو لوگ عداوت رکھیں نہ صرف وہ مورد غضب ہوں، بلکہ ان کی نسلیں بھی سزا کی مستحق سمجھی جائیں، حالانکہ انہوں نے خدا سے عداوت رکھی اور نہ ہی اس کا کوئی گناہ ہی کیا؟"

امید ہے۔ مسیحی دوست ان پانچ سوالوں کا جواب سوچ سمجھ کر دیں گے۔

بائبل کے باہمی مخالف بیانات کے متعلق

الہامی کتاب کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے متعلق اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دے۔ وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی باتیں ایک دوسرے سے مخالف اور ضد نہ ہوں کیونکہ جب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ جس کے اقوال میں باہمی تناقض پایا جائے وہ ناقابل اعتبار سمجھا جاتا ہے اور اس کی کسی بات پر بھی کوئی یقین نہیں کرتا۔ تو خدائی کلام میں کس طرح متناقض بیانات اس کی صحت پر حرف لانے کے موجب نہ ہونگے پس جس طرح خدا پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ہر قسم کے تضاد اور تخالف سے مبرا ہونا چاہئے ورنہ وہ بھی ادنیٰ درجہ کے معمولی انسانوں کے کلام کی طرح بے اعتبار ٹھہرے گا اور کوئی بھی اس پر اعتقاد نہ رکھے گا اور اغلبا" ہمارے مسیحی بھائی بھی اس اصل سے اتفاق کریں گے پس اگر وہ اس سے متفق ہوں اور ساتھ ہی بائبل کو ہر قسم کے اختلافات سے پاک سمجھتے ہوں تو انہیں مندرجہ ذیل سوالات پر غور کرنا چاہئے پہلے باب

اختلافات عہد نامہ قدیم سے دکھائے گئے ہیں پھر پانچ اختلافات عہد جدید سے ممکن ہو تو اصحاب تثلیث ان کا جواب بھی دیں اور بتائیں کہ جس کتاب میں جا بجا ایک دوسرے سے متضاد باتیں مرقوم ہوں' وہ کس طرح الہامی سمجھی جا سکتی ہے؟

عہد قدیم کے اختلافات

گیارھواں سوال

کتاب استثناء باب ۲۴ آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ :۔ "اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں' نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد کا قتل کیا جائے ہر ایک اپنے گناہ کے سبب مارا جائیگا" اے حاملان بائبل! اگر یہ قول حق اور راست ہے تو پھر کتاب خروج ۷ر ۳۴ کی مندرجہ ذیل اس عبارت کا کیا مطلب ہوا۔ جو اس کے صریح ضد واقع ہوئی ہے" باپوں کے گناہ کا ان کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پشت تک بدلہ لیگا"

بارھواں سوال

کتاب گنتی باب ۲۳ آیت میں لکھا ہے کہ :۔

خدا انسان نہیں جو جھوٹ بولے نہ آدمی زاد ہے کہ پشیمان ہو" اگر بائبل کا یہ قول درست ہے حق اور راست ہے تو پھر ذیل کی عبارت یقیناً اس سے متضاد ہونے کے باعث غلط ہے کہ :۔

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا" (پیدائش ۶ر ۶)

بائبل کو الہامی اور خدا کا کلام سمجھنے والے بتائیں ان ہر دو بیانات میں تطبیق دی جا سکتی ہے؟ اگر ہاں میں جواب دیں تو کر کے دکھائیں۔ ورنہ ایک کو غلط مانیں۔

تیرھواں سوال

کتاب یسعیاباب ۴۰ آیت ۱۸ میں لکھا ہے کہ :۔

"پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دو گے؟ اور کونسی چیز اس سے مشابہ ٹھہراؤ گے"

یہاں تو خدا کے مشابہ ہونے کی نفی کی مگر پیدائش ۲۷ر ۱ میں آپ ہی نے لکھا ہے :۔

"اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا نر و ناری ان کو پیدا کیا" کیا آخر الذکر عبارت سے آدم خدا کا مشابہ ٹھہرایا یا نہیں؟ جواب با صواب چاہئے

چودھواں سوال

کتاب خروج باب ۳۳ آیت ۲۰' ۲۳ میں تحریر کیا۔ کہ موسیٰ سے خدا بولا :۔

"تو میرا چہرا نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے ..... تو میرا پیچھا دیکھے گا لیکن میرا چہرہ ہرگز دکھائی نہ دے گا"

مسیحی دوستو! اگر یہ الفاظ کسی حقیقت پر مبنی ہیں اور واقعی خدا کو انسان دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا تو پھر پیدائش باب ۳۲ درس ۳۰ کو کیا کریں۔ جس میں اس کے خلاف یوں لکھا ہے کہ :۔

"اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے۔"

اگر خروج ۲۰؍ ۳۳ کی رو سے خدا کو دیکھ کر انسان کا زندہ رہنا محال سمجھا جائے' تو پھر حضرت یعقوب اسے روبرو دیکھ کر بھی کیسے زندہ رہے؟" اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اول الذکر قول باطل ہے اور اگر وہ باطل نہیں تو آخر الذکر ضرور غلط ہے بہرحال جو غلط ہو اس سے ہمیں بھی اطلاع دی جائے اور ساتھ ہی یہ بتایا جائے کہ اس قسم کے متضاد بیانات الہامی کتاب کے شایان شان ہیں؟

پندرہواں سوال

کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۲۸ میں مرقوم ہے:۔

"کیا تو نے نہیں جانا؟ کیا تو نے نہیں سنا؟ خدا سوابدی خدا ہے زمین کے کناروں کا پیدا کرنے والا۔ وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا" یہاں تو خدا کے متعلق یہ بتایا کہ "وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا" مگر ایک دوسری جگہ صاف لکھا ہے کہ:۔

"چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا (خروج ۱۷؍۳۱)

عہد جدید میں اختلافات

سولہواں سوال

کرنتھیان باب ۱۲ آیت ۳ میں لکھا ہے کہ:

"پس میں تمہیں جتاتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے روح کی ہدایت سے بولتا ہے وہ نہیں کہتا کہ یسوع ملعون ہے۔" مگر اسی بائبل کی ایک دوسری کتاب گلتیوں ۱۳؍۳ میں لکھا ہے کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔" پرستاران تثلیث بتائیں۔ انجیل کا پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا؟ اگر کہو پہلا تو دوسرا غلط ٹھہرا۔ ورنہ دوسرا صحیح اور پہلا غلط ہوگا۔

سترہواں سوال

متی باب ۵ ورس ۱۸ میں کہا گیا ہے کہ:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے" یہاں تو تورات کے احکام کو اٹل بتایا مگر دوسری جگہ یہ تعلیم دی ہے کہ:۔

"غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا" (عبرانیاں ۱۸؍۷)

جو لوگ انجیل کو خدا کا الہام مانتے ہیں بتلائیں تو خدا کے کلام میں اس طور کی تناقض بیانیاں ہو سکتی ہیں؟

اٹھارہواں سوال

حضرت مسیح یوحنا ۸ ورس ۱۴ میں فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں

کس کو جاتا ہوں"
مگر حیرت ہے کہ یہی بزرگ انسان ایک دوسری جگہ یوں گویا ہوئے ہیں کہ۔
اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری سچی نہیں۔" (یوحنا ۳۱٫۵)
سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس بزرگوار کا کونسا قول حق اور راستی پر مبنی ہے کیا کوئی مسیحی اس کا جواب دینے کی تکلیف کرے گا؟

انیسواں سوال

انجیل لوقا باب ۹ آیت ۵۶ میں لکھا ہے کہ:۔
"اس کے شاگرد یعقوب اور یوحنا نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے خداوند کیا تو چاہتا ہے کہ جیسا الیا نے کیا۔ ہم حکم کریں۔ آسمان سے آگ برسے اور انہیں جلا دے تب اس نے پھر کر انہیں دھمکایا اور کہا تم نہیں جانتے کہ تم میں کیسی روح ہے کیونکہ آدمی کا بیٹا لوگوں کا جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہے۔ تو وے دوسری بستی کو چلے" (انجیل مقدس مطبوعہ ۱۸۸۲ء)
اب اس کے خلاف مندرجہ ذیل قول ملاحظہ ہو:۔
"میں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں' اور لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا" (لوقا ۴۹٫۱۲)
جب حواریوں نے کہا۔ کہ اے خدا ہم آسمان سے آگ مانگیں جو مخالفوں کو جلا دے تو جناب مسیح نے انہیں ڈانٹ کر کہا۔ کہ میں دنیا میں لوگوں کی جانیں برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہوں مگر کس قدر مقام تعجب ہے کہ ایک دوسری جگہ خود ہی یہ کہہ دیا کہ میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں کیا یہ صریح تناقض نہیں؟

بیسواں سوال

گلتیوں باب ۲ آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ:۔
"تاہم یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے ہی راستباز ٹھہرتا ہے۔ خود بھی یسوع مسیح پر ایمان لائے۔۔۔۔ کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا۔"
اس جگہ بتایا ہے کہ انسان شریعت پر چل کر نہیں بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے ہی راستباز ٹھہرے گا جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ انسان شریعت پر عمل کرنے سے راستباز نہیں ٹھہرتا بلکہ محض ایمان لانے سے اس نرالی منطق پر اپنی طرف سے کچھ کہنے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہم دوستوں کو یعقوب کے خط کی مندرجہ ذیل عبارت کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔ جہاں لکھا ہے کہ:۔
"مگر اے نکمے آدمی کیا تو یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے جب ہمارے باپ ابراہیم نے اپنے بیٹے اضحاق کو قربان گاہ پر قربان کیا۔ تو کیا وہ اعمال سے راستباز نہ ٹھہرا؟ پس تو نے دیکھ لیا کہ ایمان نے اس کے اعمال کے ساتھ مل کر اثر کیا اور اعمال سے ایمان کامل ہوا۔۔۔ پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا

ہے "۔ نامہ یعقوب باب ۲ ورس ۲۰ تا ۲۴)
اب ممبران کلیساء خود بتائیں۔ اول الذکر قول سچا ہے یا آخر الذکر؟
چونکہ اس جگہ اتنی گنجائش نہیں کہ اس قسم کے اختلافات کی فہرست کو طول دیا جائے جو بائبل میں جابجا نمایاں طور پر نظر آتے ہیں اس لئے فی الحال انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے وگرنہ بائبل میں تو اس قدر زیادہ اختلاف ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے بقول مسیحی بزرگ اوریجن واقعی انسان کا سر گھومنے لگ جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر پیٹرسن سائمتھ نے لکھا ہے کہ:۔

"اوریجن ۲۲۰ء جو اپنی زمانہ کی کلیساء میں بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا..... اقرار کرتا ہے کہ اناجیل میں اتنے اختلافات ہیں کہ ان سے آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے" (بائبل کا الہام ص ۸۳ مصنفہ ڈاکٹر پیٹرسن سائمتھ صاحب)

اور جس حالت میں کہ اوریجن ایسا شخص جو "بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا" اقرار کرتا ہے کہ بائبل میں اس قدر اختلاف ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے انسان کا سر گھومنے لگ جاتا ہے تو ایسی حالت میں ہمیں محولہ بالا دس اختلافی مقامات کے علاوہ اور لکھنے کی ضرورت بھی نہیں امید ہے جہاں مسیحی احباب محررہ بالا اختلافات کا جواب دیں گے وہاں اپنے بزرگ اوریجن کے اس قول کی بھی تشریح کر کے دکھائیں گے۔

بائبل کے عالمگیر اور مکمل ہونے کے متعلق

زمانہ حال کے مسیحی اصحاب کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب عالمگیر ہے ہماری کتاب مکمل الہامی ہے سو اگر یہ دعویٰ کسی مضبوط برہان پر مبنی ہے تو پھر وہ بتائیں کہ:۔

اکیسواں سوال

بائبل کے اصل قدیم اور قدیم حامل (یہود) کیوں اس کے قائل نہیں؟ اور کس بنا پر وہ غیر قوموں کو بائبل کا معتقد بنانا ضروری نہیں سمجھتے؟ اگر کہئے کہ ہم ان کے طرز عمل کے جوابدہ نہیں۔ تو پھر یہ دکھایئے کہ ان کی یہ روش بائبل کے فلاں حکم کے خلاف ہے اور اگر یہ نہ بتا سکیں (جو یقیناً نہیں بتا سکتے) تو پھر یہی بتایئے کہ۔

بارھواں سوال

کتاب گنتی باب ۲۳ آیت میں لکھا ہے کہ:۔
خدا انسان نہیں جو جھوٹ بولے نہ آدمی زاد ہے کہ پشیمان ہو" اگر بائبل کا یہ قول درست ہے حق اور راست ہے تو پھر ذیل کی عبارت یقیناً اس سے متضاد ہونے کے باعث غلط ہے کہ:۔

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا" (پیدائش ۶/۶)

بائبل کو الہامی اور خدا کا کلام سمجھنے والے بتائیں ان ہر دو بیانات میں تطبیق دی جا سکتی ہے؟ اگر ہاں میں جواب دیں تو کر کے دکھائیں۔ ورنہ ایک کو غلط مانیں۔

تیرھواں سوال

کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۱۸ میں لکھا ہے کہ :-

"پس تم خدا کو کس سے تشبیہ دو گے ؟ اور کونسی چیز اس سے مشابہ ٹھہراؤ گے "

یہاں تو خدا کے مشابہ ہونے کی نفی کی مگر پیدائش ۲۷/۱ میں آپ ہی نے لکھا ہے :-

"اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا نر و ناری ان کو پیدا کیا" کیا آخر الذکر عبارت سے آدم خدا کا مشابہ ٹھہرایا یا نہیں ؟ جواب با صواب چاہیے

چودھواں سوال

کتاب خروج باب ۳۳ آیت ۲۰، ۲۲ میں تحریر کیا۔ کہ موسیٰ سے خدا بولا :-

"تو میرا چہرا نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے ..... تو میرا پیچھا دیکھے گا لیکن میرا چہرہ ہرگز دکھائی نہ دے گا"

مسیحی دوستو! اگر یہ الفاظ کسی حقیقت پر مبنی ہیں اور واقعی خدا کو انسان دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتا تو پھر پیدائش باب ۳۲ درس ۳۰ کو کیا کریں ۔ جس میں اس کے خلاف یوں لکھا ہے کہ :-

"اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا اور میری جان بچ رہی ہے -"

اگر خروج ۲۰/ ۳۳ کی رو سے خدا کو دیکھ کر انسان کا زندہ رہنا محال سمجھا جائے 'تو پھر حضرت یعقوب اسے روبرو دیکھ کر بھی کیسے زندہ رہے ؟" اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اول الذکر قول باطل ہے اور اگر وہ باطل نہیں تو آخر الذکر ضرور غلط ہے بہر حال جو غلط ہو اس سے ہمیں بھی اطلاع دی جائے اور ساتھ ہی یہ بتایا جائے کہ اس قسم کے متضاد بیانات الہامی کتاب کے شایان شان ہیں ؟

پندرھواں سوال

کتاب یسعیاہ باب ۴۰ آیت ۲۸ میں مرقوم ہے :-

"کیا تو نے نہیں جانا؟ کیا تو نے نہیں سنا؟ خدا سو ابدی خدا ہے زمین کے کناروں کا پیدا کرنے والا۔ وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا" یہاں تو خدا کے متعلق یہ بتایا کہ "وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا" مگر ایک دوسری جگہ صاف لکھا ہے کہ :-

"چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا (خروج ۱۷/۳۱)

عہد جدید میں اختلافات

سولھواں سوال

کرنتھیان باب ۱۲ آیت ۳ میں لکھا ہے کہ :۔

"پس میں تمہیں جتاتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے روح کی ہدایت سے بولتا ہے وہ نہیں کہتا کہ یسوع ملعون ہے۔" مگر آہ! اسی بائبل کی ایک دوسری کتاب گلتیوں ۱۳/۳ میں لکھا ہے کہ " مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر

شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔" پرستاران تثلیث بتائیں ۔ انجیل کا پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا؟ اگر کہو پہلا تو دوسرا غلط ٹھرا ۔ورنہ دوسرا صحیح اور پہلا غلط ہو گا۔

سترہواں سوال

متی باب ۵ ورس ۱۸ میں کہا گیا ہے کہ :۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے" یہاں تو تورات کے احکام کو اٹل بتایا مگر دوسری جگہ یہ تعلیم دی ہے کہ :۔

"غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا" (عبرانیاں ۱۸ ر ۷)

جو لوگ انجیل کو خدا کا الہام مانتے ہیں بتلائیں تو خدا کے کلام میں اس طور کی تناقض بیانیاں ہو سکتی ہیں ؟

اٹھارہواں سوال

حضرت مسیح یوحنا ۸ ورس ۱۴ میں فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں 'تو بھی میری گواہی سچی ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں کو جاتا ہوں"

مگر حیرت ہے کہ یہی بزرگ انسان ایک دوسری جگہ یوں گویا ہوئے ہیں کہ ۔

اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری سچی نہیں ۔" (یوحنا ۳۱ ر ۵)

سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس بزرگوار کا کونسا قول حق اور راستی پر مبنی ہے کیا کوئی مسیحی اس کا جواب دینے کی تکلیف کرے گا؟

انیسواں سوال

انجیل لوقا باب ۹ آیت ۵۶ میں لکھا ہے کہ :۔

"اس کے شاگرد یعقوب اور یوحنا نے یہ دیکھ کر کہا کہ اے خداوند کیا تو چاہتا ہے کہ جیسا الیا نے کیا۔ ہم حکم کریں۔ آسمان سے آگ برسے اور انہیں جلا دے تب اس نے پھر کر انہیں دھمکایا اور کہا تم نہیں جانتے کہ تم میں کیسی روح ہے کیونکہ آدمی کا بیٹا لوگوں کا جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہے۔ تب وے دوسری بستی کو چلے" (انجیل مقدس مطبوعہ ۱۸۳۲ء)

اب اس کے خلاف مندرجہ ذیل قول ملاحظہ ہو :۔

"میں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں 'اور لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا" (لوقا ۴۹ ر ۳)

جب حواریوں نے کہا۔ کہ اے خدا ہم آسمان سے آگ مانگیں جو مخالفوں کو جلا دے تو جناب مسیح نے انہیں ڈانٹ کر کہا۔ کہ میں دنیا میں لوگوں کی جانیں برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہوں مگر کس قدر مقام تعجب ہے کہ ایک دوسری جگہ خود ہی یہ کہہ دیا کہ میں زمین پر آگ لگانے آیا ہوں کیا یہ صریح تناقض نہیں ؟

بیسواں سوال

گلتیوں باب ۲ آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ :۔

"تاہم یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے ہی راستباز نہیں ٹھہرتا ہے۔ خود بھی یسوع مسیح پر ایمان لائے.... کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا۔"

اس جگہ بتلایا ہے کہ انسان شریعت پر چل کر نہیں بلکہ یسوع مسیح پر ایمان لانے سے ہی راستباز ٹھہرے گا جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ انسان شریعت پر عمل کرنے سے راستباز نہیں ٹھہرتا بلکہ محض ایمان لانے سے اس نرالی منطق پر اپنی طرف سے کچھ کہنے کی فی الحال ضرورت نہیں سمجھتے۔ ہم دوستوں کو یعقوب کے خط کی مندرجہ ذیل عبارت کے پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔ جہاں لکھا ہے کہ :۔

"مگر اے نکمے آدمی کیا تو یہ بھی نہیں جانتا۔ کہ ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے جب ہمارے باپ ابراہیم نے اپنے بیٹے اضحاق کو قربان گاہ پر قربان کیا۔ تو کیا وہ اعمال سے راستباز نہ ٹھہرا؟ پس تو نے دیکھ لیا کہ ایمان نے اس کے اعمال کے ساتھ مل کر اثر کیا اور اعمال سے ایمان کامل ہوا... پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے" (خط یعقوب باب ۲ ورس ۲۰ تا ۲۴)

اب ممبران کلیساء خود بتائیں۔ اول الذکر قول سچا ہے یا آخر الذکر؟

چونکہ اس جگہ اتنی گنجائش نہیں کہ اس قسم کے اختلافات کی فہرست کو طول دیا جائے جو بائبل میں جا بجا نمایاں طور پر نظر آتے ہیں اس لئے فی الحال انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورگرنہ بائبل میں تو اس قدر زیادہ اختلاف ہیں کہ جن کو دیکھتے ہوئے بقول مسیحی بزرگ اوریجن واقعی انسان کا سر گھومنے لگ جاتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر پیٹرسن سمائیتھ نے لکھا ہے کہ :۔

"اوریجن ۲۲۰ء جو اپنی زمانہ کی کلیساء میں بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا..... اقرار کرتا ہے کہ اناجیل میں اتنے اختلافات ہیں کہ ان سے آدمی کا سر گھومنے لگ جاتا ہے" (بائبل کا الہام ص ۸۳ مصنفہ ڈاکٹر پیٹرسن سمائیتھ صاحب)

اور جس حالت میں کہ اوریجن ایسا شخص جو "بائبل کی واقفیت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا" اقرار کرتا ہے کہ بائبل میں اس قدر اختلاف ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے انسان کا سر گھومنے لگ جاتا ہے تو ایسی حالت میں ہمیں محولہ بالا دس اختلافی مقامات کے علاوہ اور لکھنے کی ضرورت بھی نہیں امید ہے جہاں مسیحی احباب محررہ بالا اختلافات کا جواب دیں گے وہاں اپنے بزرگ اوریجن کے اس قول کی بھی تشریح کر کے دکھائیں گے۔

بائبل کے عالمگیر اور مکمل ہونے کے متعلق

زمانہ حال کے مسیحی احباب کا دعویٰ ہے کہ ہمارا مذہب عالمگیر ہے ہماری کتاب مکمل الہامی ہے سو اگر یہ دعویٰ کسی مضبوط برہان پر مبنی ہے تو پھر وہ بتائیں کہ :۔

اکیسواں سوال

بائبل کے اصل قدیم اور قدیم حامل (یہود) کیوں اس کے قائل نہیں ؟ اور کس بنا پر وہ غیر قوموں کو بائبل کا معتقد بنانا ضروری نہیں سمجھتے ؟ اگر کہئے کہ ہم ان کے طرز عمل کے جوابدہ نہیں۔ تو پھر یہ دکھایئے کہ ان کی یہ روش بائبل کے فلاں حکم کے خلاف ہے۔

بائیسواں سوال

بانی مسیحت جناب مسیح کا طرز عمل بھی کیوں یہودی طرز عمل کے مطابق نظر آتا ہے؟ جب مسیحت اپنے اندر شان عالمگیری رکھتی ہے تو پھر اس کے موسس اول نے کیوں اپنی روش انہی کے مطابق بنائے رکھی اور جب غیر قوم کے لوگوں نے اس کی پیروی پر آمادگی ظاہر کی تو انہیں کورا سا جواب دے کر مایوس کر دیا؟ اگر کہیے کہ یہ غلط ہے تو پھر بتایئے انجیل کا مندرجہ ذیل واقعہ کس امر کی شہادت دیتا ہے آیا آپ کی روش کا موید ہے یا یہودی طرز عمل کا مصدق؟ انجیل متی باب ۱۵ میں لکھا ہے۔

"پھر یسوع وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقے کو روانہ ہوا اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہا کہ اے خداوند ابن داود مجھ پر رحم کر۔ ایک بد روح میری بیٹی کو بری طرح ستاتی ہے۔ مگر اس نے کچھ جواب اسے نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے پاس آ کر اس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کر دے کیونکہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ مگر اس (عورت) نے آ کر اسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر اس (مسیح) نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں" الخ (متی ۲۱۔۲۶ر ۵)

اب بتایئے۔ اگر مسیحی تعلیم تمام قوموں کے لئے تھی اور حضرت مسیحی دنیائے جہان کی ہدایت کے لئے مامور ہوئے تھے تو پھر کیوں انہوں نے یہ کہا کہ میں بنی اسرائیل کے سوا اور کسی قوم کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا ہاں اگر ان کا مشن عالمگیر تھا تو اسرائیل کو لڑکے اور غیر اسرائیل کو کتے کیوں بتایا؟ کیا غیر قوموں کو کتوں سے تشبیہہ دینا ثابت نہیں کرتا کہ ان کا مشن ایک خاص قوم تک محدود تھا؟ تو یہ ان کا اپنا طرز عمل تھا اور جو اس کے متعلق اپنے شاگردوں کو تعلیم دی۔ وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے جیسے لکھا ہے کہ:۔

"ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور انہیں حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" (متی ۵۔۶ر ۱۰)

اگر ان بین اور روشن ثبوتوں کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہہ دیا جائے کہ جناب مسیح اور ان کے حواریوں کا یہ طرز عمل واقعہ صلیب تک محدود تھا۔ کیونکہ جب مسیح صلیب سے بچ کر آسمان کی طرف جانے لگے تو اس وقت اپنے شاگردوں کو صاف اور واشگاف لفظوں میں ہدایت کی کہ:۔

"تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو۔ جو ایمان لائے اور بپتسمہ لے وہ نجات پائے گا۔ اور جو ایمان نہ لائے وہ مجرم ٹھہرایا جائیگا۔ (مرقس ۱۵ ر ۱۶)

تو اس کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ یہ الفاظ ہرگز ہرگز جناب مسیح کے نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ نہ صرف ان کی اپنی روش اور تعلیم کے خلاف ہے بلکہ زمانہ حال کے مصنفین نے بادلائل ثابت کر دیا ہے کہ انجیل مرقس باب ۱۶ کی آیت ۸ سے لے کر باقی تمام عبارت انجیل کے قدیم یونانی نسخوں میں نہیں پائی جاتی حوالہ کے لئے دی سورس آف کرسچنٹی

۵

ص ۳۸ ملاحظہ ہو۔

اور اگر یہ آیت پرانے نسخوں میں لکھی بھی ہو تب بھی یہ نہیں مانا جاسکتا کہ حضرت مسیح نے اپنی زندگی میں ایسا حکم دیا تھا کیونکہ حضرت مسیح کے جتنے بھی حواری تھے وہ واقعہ صلیب کے بعد بھی اس روش کے پابند تھے کہ غیر قوموں میں انجیل کی منادی جائز نہیں۔ جیسا کہ اعمال باب ۱۱ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ :۔

"پس جو لوگ (حواری) اس مصیبت سے پراگندہ ہو گئے تھے جو ستفنس کے باعث پڑی تھی وہ پھرتے پھرتے فینیکے اور کپرس اور انطاکیہ میں پہنچے۔ مگر یہودیوں کے سوا اور کسی کو کلام نہ سناتے تھے"

اور جب بعض حواریوں نے سنا کہ پطرس نے ایک جگہ غیر قوموں میں منادی کی ہے تو اس کے یروشلم واپس آنے پر "اس سے بحث کرنے لگے کہ تو نامختونوں کے پاس (کیوں) گیا۔ اور ان کے ساتھ کھانا کھایا" (اعمال ۱۱ : ۲ ، ۳)

انکا اعتراض معقول تھا جس کے جواب میں پطرس کو سوائے اس کے اور کوئی جواب نہ بن پڑا کہ انھیں اپنی ایک مبہم سی خواب سنا کر چپ کرا دے کہ میں نے اس خواب کی بنا پر انھیں تبلیغ کی اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا کہ میرے نام سے تمام قوموں میں منادی کرو۔ تو اس وقت جبکہ بعض حواریوں نے پطرس سے اس معاملہ میں بحث چھیڑی تھی ضروری تھا کہ وہ انھیں حضرت مسیح کا آخری حکم یاد دلا کر سرخروئی حاصل کرتا مگر اس کا اپنے اس جدید فعل کے جواز میں ایک مبہم سی خواب سنا کر ہی خاموش ہو جانا دلیل ہے اس امر کی کہ حضرت مسیح نے غیر قوموں میں منادی کرنے کے لئے نہ تو واقعہ صلیب سے پہلے کوئی حکم دیا اور نہ ہی بعد میں۔ پس جب خود بانی مسیحیت اور ان کے حواریوں کا طرز عمل بتا رہا ہے کہ بائبل ایک خاص قوم کے لئے نازل ہوئی تھی تو ایسی حالت میں اسے عالمگیر بتانا کس حال میں بھی درست مانا جاسکتا ہے؟

تینتیسواں سوال

اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ جناب مسیح نے یہودیت کے محدود اور پرانے ڈھانچہ کو عالمگیر شکل دے دی تو کم از کم ان کی تعلیم تو ایسی ہوتی جس پر ہر شخص ہر زمانہ میں آسانی کے ساتھ عمل کر سکتا؟ وہ کتاب یا مذہب عالمگیر کیسے ہو سکتا ہے جو ایسی باتوں کی تلقین کرے جس پر عمل پیرا ہونا انسانی امکان ہی سے باہر ہو۔ کیا حضرت مسیح کی مندرجہ ذیل تعلیم اس قابل ہے کہ اس پر دنیا عمل کر کے امن و چین کی زندگی بسر کر سکے۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ" (متی باب ۵ آیت ۳۸ - ۴۲)

اس ناقابل عمل اور دنیا کی امن و چین کو بیخ و بن سے اڑا دینے والی۔ ہاں تہذیب اور تمدن کو درہم برہم کر دینے والی تعلیم پر کچھ لکھنا تحصیل حاصل سمجھتے ہوئے یہی عرض کریں گے کہ مسیح احباب بتائیں تو اگر اس تعلیم پر لوگ عمل کرنا شروع کر دیں تو کیا وہ سکھ کی زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ مگر انھیں معلوم ہو کہ اگر یہ تعلیم قابل عمل ہوتی تو یورپ اس سے

روگردانی نہ کرتا اور اگر کوئی حکومت کسی دوسری مسیحی سلطنت پر حملہ کرتی تو محصور گورنمنٹ خود بخود ہی اپنا علاقہ حملہ اور کے سپرد کر دیتی مگر چونکہ یہ طرز عمل بزدلانہ اور دنیا کے امن و امان کو تہ و بالا کر دینے والا ہے اس لئے کوئی بھی ذی ہوش اور امن و سلامتی کا دلدادہ اس پر عمل پیرا ہونا پسند نہیں کرتا اور یہی اس تعلیم کے غیر عالمگیر ہونے کی دلیل ہے۔

چوبیسواں سوال

اب رہا بائیبل کا مکمل الہامی کتاب ہونا۔ سو اس کے متعلق اصحاب کلیسا سے ہم صرف یہی پوچھنا کافی سمجھتے ہیں کہ بائیبل میں کہاں اس امر کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ میں کامل اور مکمل کتاب ہوں اگر پرانے عہد نامہ سے اس قسم کی کوئی آیت نہ بتائی جا سکے تو کم از کم حضرت مسیح کا ہی کوئی ایسا قول دکھایا جائے جس سے اس کی کاملیت کا پتہ چلے؟ اور اگر یہ دکھانا بھی محال نظر آئے تو پیروان بائیبل خود ہی بتائیں آخر کس بنا پر ہم اسے کامل اور الہامی کتاب مان سکتے ہیں؟

اگر پرانا عہد نامہ مکمل ہوتا یا حضرت مسیح نے ہی اس کی تکمیل کر دی ہوتی تو ہمیں جناب مسیح کا یہ قول انجیل میں ہرگز نظر نہ آتا کہ:۔

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا (یاتی من بعدی اسمہ احمد) تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا") یوحنا ۱۲ر ۱۶)

پس جناب مسیح کا یہ قول اس امر کا منہ بولتا گواہ ہے کہ بائیبل ہرگز ہرگز مکمل کتاب نہیں۔

پچیسواں سوال

اور اگر اس واضح اور بین شہادت کی موجودگی میں بھی کوئی مسیحی یہ کہنے کی جرات کرے کہ بائیبل مکمل الہامی کتاب ہے تو پھر اسے بتانا چاہیے کہ آپ کی مزعومہ الہامی کتاب نے اپنی پیروؤں کو کامل مومن اور باخدا انسان بنانے کے لئے وہ کونسے ذرائع بتائے ہیں جن کو ہر ایک وہ شخص جو قرب الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے اختیار کر کے مقصد حقیقی کو پا سکے اگر جواب نفی میں ہو تو پھر بائیبل منزل من اللہ کیسے؟ کیونکہ الہامی کتاب کا تو اولین فرض یہ ہے کہ وہ اس بے حد اہم امر پر سب سے پہلے روشنی ڈالے۔ اور بتائے کہ ایمان۔ عرفان اور ایقان حاصل کرنے کے لئے فلاں فلاں بات پر عمل کرنے سے کامیابی و کامرانی نصیب ہو سکتی ہے لیکن اگر یہ جواب دیا جائے کہ بائیبل نے ایسے تمام ذرائع سے ہمیں اطلاع دی ہے تو پھر ان کا حوالہ دیا جائے اور ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت کی جائے کہ وہ ذرائع آسان سادہ اور سہل العمل ہیں اور جن پر کہ ہزاروں نہیں لاکھوں مسیحی عمل کر کے فائز المرام ہو چکے ہیں اور آخر میں یہ بھی بتلانا چاہیے کہ جناب یسوع نے مومنین کی جس قدر نشانیاں بتلائی ہیں وہ ان مسیحیوں میں پائی گئیں جو بقول شما فائز المرام ہو چکے ہیں اگر ان نشانیوں کا حوالہ مطلوب ہو تو ذیل میں ملاحظہ ہو۔

جناب مسیح مومنوں کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے گویا ہیں کہ۔

"ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ میرے نام سے بدروح کو نکالیں گے نئی نئی زبانیں بولیں گے سانپوں کو اٹھا لیں گے اور کوئی ہلاک کرنے والی چیز پائیں گے تو انہیں کچھ ضرر نہیں پہنچے گا وہ بیماریوں پر ہاتھ رکھیں گے۔ تو

اچھے ہو جائیں گے۔" (مرقس ۱۷:۱۶-۱۸)

اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہ ہو گی" (متی ۲۰:۱۷)

"اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ تو یہ ہو جائے گا" (متی ۲۱:۲۱)

جناب مسیح نے اور بھی اسی طور کی کئی نشانیاں مومنوں کی بتائی ہیں مگر فی الحال ہم انہی کے متعلق مسیحی احباب سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا انہوں نے انجیلی ذرائع پر عمل کرتے ہوئے یہ باتیں اپنے اندر پیدا کر لی ہیں؟ موجودہ نسل نے جنہیں مسیحا کے آباؤ اجداد میں یہ نشانیاں بھی پائی گئیں ہیں؟ اگر کہو ہاں تو اس کا ثبوت درکار ہے اگر انکار ہو تو پھر ثابت ہوا کہ ایمان 'عرفان اور ایقان اور ان سب سے بڑھ کر نجات حاصل کرنے کے لئے جو بھی ذرائع بائبل نے بتائے ہیں وہ کامل اور صحیح نہیں ورنہ یہ ممکن تھا کہ ان پر عمل کر کے چند سو مسیحی بھی ان دو ہزار سالوں میں یہ نشانیاں اپنے اندر نہ دکھا سکتے؟

بائبل کی بعض خلاف عقل باتوں کے متعلق

دنیاوی معاملات میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی بات کرے جو عقل علم تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہو تو اسے ہر ایک رد کر دیتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی عالم بھی اس قسم کی بات زبان پر لائے۔ تو اسے فوراً ہی ٹھکرا دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا ماننا اپنے دماغ پر خواہ مخواہ کا بوجھ ڈالنا ہے پس جب اس قسم کی خلاف عقل 'خلاف علم اور خلاف تجربہ و مشاہدہ باتیں انسانی کلام میں بھی عیب سمجھی جاتی ہیں تو خدائی کلام بدرجہ اولیٰ اس قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہونا چاہیے اور یہ ایسی پکی اور سچی بات ہے کہ جس کا انکار کوئی کوڑ مغز سے کوڑ مغز بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ہمارے عیسائی بھائی اس سے اختلاف کریں تو جس حالت میں کہ وہ بھی اس اصل کو صحیح سمجھتے ہیں تو اب ہمیں ان سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا بائبل اس کسوٹی پر پوری اتری ہے؟ یعنی اس میں کوئی ایسی بات تو نہیں جو عقل۔ علم۔ تجربہ و مشاہدہ کے خلاف نظر آئے؟ اگر کہیں کہ اس میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں تو پھر ظاہر ہے کہ بائبل خدائے علیم و حکیم کا کلام نہیں کیونکہ وہ مندرجہ بالا معیار پر پوری نہیں اتری اور اگر اب ان لفظوں میں کہہ دیا جائے کہ اس میں اس قسم کی کوئی بات نہیں لہٰذا وہ الہامی ہے تو اس سے ہمیں اختلاف ہے کیونکہ یہ جواب بائبل کی اندرونی شہادتوں سے غلط ٹھہرتا ہے اگر کسی کو ہمارے قول میں شک ہو تو پھر وہ مندرجہ ذیل سوالات کا جواب دے اور ثابت کرے کہ جن باتوں کا ذیل کے سوالوں میں ذکر کیا گیا ہے وہ عقل۔ علم تجربہ و مشاہدہ کے خلاف نہیں ہیں۔

چھبیسواں سوال

کتاب احبار باب ۱۱ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ۔

"اور خرگوش کہ وہ جگالی تو کرتا ہے پر اس کا کھر چرا ہوا نہیں ہے وہ بھی تمہارے لئے ناپاک ہے"

یہ ایسی فاش غلطی ہے کہ جس کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہیں مسیحی احباب خود ہی غور فرمالیں بائبل کا خرگوش کو جگالی کرنے والا بتانا روزمرہ کے تجربہ کے خلاف ہے یا نہیں؟ پس جو کتاب اس قسم کی غلط اور خلاف

واقع باتیں کہے وہ خدائے علیم کا کلام کس طرح ہو سکتی ہے؟

ستائیسواں سوال

اور خداوند نے زمین پر نظر کی اور دیکھا کہ وہ بگڑ گئی۔ کیونکہ ہر ایک بشر نے اپنے طریق کو زمین پر بگاڑا تھا+ اور خدا نے نوح سے کہا کہ سب بشر کی اجل میرے سامنے آپہنچی ہے اس لئے کہ ان کے سبب زمین ظلم سے بھر گئی اور دیکھ! میں ان کو زمین کی ساتھ نابود کروں گا+ تو اپنے واسطے گوپھر کی لکڑی کی ایک کشتی بنا اس کشتی میں کوٹھریاں تیار کر اور اسکے باہر بھیتر رال لگا+ اور اس کو ایسی بنا کہ اس کی لمبائی تین سو ہاتھ اور اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ اور اس کی اونچائی تیس ہاتھ کی ہو اور اس کشتی میں روشندان بنا۔ اوپر ہاتھ بھر میں اسے تمام کر اور کشتی کی ایک طرف دروازہ بنا اور نیچے کا طبقہ اور دوسرا اور تیسرا بھی بنا+ اور دیکھ میں۔ ہاں میں ہی زمین پر طوفان کا پانی لاتا ہوں کہ ہر ایک جسم کو جس میں زندگی کا دم ہے آسمان کے نیچے سے مٹا ڈالوں گا اور سب جو زمین پر ہیں مر جائیں گے+ پر میں تجھ سے اپنا عہد قائم کروں گا اور تو کشتی میں جائے گا تو اور تیرے بیٹے اور تیری جورو اور تیرے بیٹوں کی جوروواں تیرے ساتھ = اور سب جانوروں میں سے ہر جنس کے دو دو اپنے ساتھ کشتی میں لے کہ وہ بچ رہیں چاہیے کہ وہ نر اور مادہ ہوں اور پرندوں میں سے ہر ایک جنس کے اور چرندوں میں سے ہر ایک جنس کے زمین کے سارے رینگنے والوں میں سے ہر ایک جنس کے دو دو ان سب میں سے تیرے پاس اپنی جان بچانے آئیں اور تو اپنے پاس ہر طرح کی خوراک کی چیزیں جو کھانے میں آتی ہیں لے کر اپنی پاس جمع کر اور وہ تیری اور ان کی خوراک ہوگی = اور نوح نے ایسا ہی کیا جو کچھ خدا نے فرمایا سو وہ سب بجالایا" (کتاب پیدائش باب ۶ ورس ۱۲۔ ۲۲)

اب وہ مسیحی بھائی جو بائبل کو ہر قسم کی غلطیوں اور سہووں سے پاک سمجھتے ہیں کیا یہ نقشہ جو محولہ بالا الفاظ نوح کی کشتی اور اس کے مکینوں کا کھینچا گیا ہے۔ ایسا ہونا ناممکن ہے؟ کیا ایسی کشتی جو صرف تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی اس میں حضرت نوح' ان کا خاندان اور دنیائے جہان کے تمام حیوان 'چرندے اور پرندے مع اپنی اپنی مادوؤں کے سما سکتے تھے؟ اور پھر ان سب کے لئے جس قدر ذخیرہ خوراک درکار تھا وہ بھی اس کشتی میں رکھا جا سکتا تھا؟ جب بائبل سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ کئی ماہ کشتی میں رہے تو اتنی مدت کے لئے اتنے انبوہ کی خوراک اس مختصر کشتی میں مہیا ہو سکتی تھی؟ اس بیان پر بیسیوں اعتراض پیدا ہوتے ہیں لیکن فی الحال یہی کافی ہیں امید ہے کوئی روشن دماغ عیسائی ضرور ان کا جواب باصواب دے گا یا اگر نہ دے سکے تو پھر اقرار کرے گا کہ بائبل کا یہ بیان واقعی عقل و قیاس کے خلاف ہے۔

اٹھائیسواں سوال

کتاب تواریخ ۲ باب ۲۲ آیت ۱۔ ۲

"سو اخزیاہ بن یہورام۔ یہودا کا بادشاہ ہوا۔ اخزیاہ بیالیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور ایک برس اس نے یروشلم میں بادشاہت کی۔"

یہاں لکھا ہے یہورام کا بیٹا جب تخت پر بیٹھا اس کی عمر بیالیس برس کی تھی مگر اب ذرا باپ کی عمر سن لیجئے۔ اور کتاب کے باب ۲۱ آیت ۵ میں لکھا ہے کہ:۔

"یہورام بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور اس نے آٹھ برس تک یروشلم میں بادشاہت کی۔"

جس سے معلوم ہوا کہ جس وقت یہورام (یعنی باپ) مرا اس کی عمر ۴۰ برس کی تھی مگر مرنے کے ساتھ ہی جب اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر اول الذکر عبارت میں بیالیس برس بتائی گئی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوا کہ بیٹا باپ سے بھی دو برس بڑا تھا۔

ہمارا دماغ اور عقل تو اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر ہے کہ بیٹا کس طرح باپ سے بھی دو برس بڑا ہو سکتا ہے ہاں اگر تثلیث ایسے پیچیدہ اور ناقابل سمجھ عقیدہ کے ماننے والے اسے حل کر کے بتا سکیں تو ضرور بتا دیں۔

انتیسواں سوال

کتاب پیدائش باب ۹ آیت ۲۶ میں لکھا ہے کہ:۔

مگر "اس (لوط) کی جورو نے اس کے پیچھے پھر کے دیکھا اور وہ نمک کا کھمبا بن گئی۔"

مسیحی احباب فرمائیں ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی، جاندار عورت کا محض پیچھے مڑ کر دیکھنے سے یک دم نمک کا کھمبا بن جانا ان کی عقل و فہم میں آسکتا ہے؟

تیسواں سوال

"تب اس نے موسیٰ اور ہارون کو رات ہی کو بلایا اور کہا کہ اٹھو۔ اور میرے لوگوں میں سے نکل جاؤ تم اور بنی اسرائیل جاؤ اور جیسا تم نے کہا ہے خداوند کی عبادت کرو اور گلے اور گائے بیل بھی لو جیسا تم نے کہا ہے اور روانہ ہو اور میرے لئے برکت چاہو..... اور بنی اسرائیل نے رعمسیس سے سکات تک پیادے سفر کیا ان کے مرد سوا لڑکوں کے چھ لاکھ کے قریب تھے اور ایک دوسری بڑی گروہ مل جل کر ان کے ساتھ گئی اور گلے اور بیل اور بہت بڑی مویشی گئی۔"

اور جب چلتے چلتے دریا کے کنارے پہنچے اور پیچھے سے فرعون کا لشکر بھی آ پڑا تو اس موقع کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"پھر موسیٰ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا اور خداوند نے یہ سبب بڑی پوری آندھی کے تمام رات میں دریا کو چلایا اور دریا کو سکھا دیا اور پانی کو دو حصے کیا اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر گئے اور پانی کی ان کے دہنے اور بائیں دیوار تھی۔"

اب یہ بیان اس قدر مبالغہ آمیز اور اختلاف قیاس ہے کہ جس کو عقل باور ہی نہیں کر سکتی کہ رات ہی رات میں تمام بنی اسرائیل جو ل جل کر بڑی بھاری بھیڑ ہو گئی تھی اتنی بھیڑ کہ صرف بنی اسرائیل مرد ہی چھ لاکھ کے قریب تھے جن میں اگر عورتوں لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی ملا لیا جائے تو کم از کم بیس پچیس لاکھ تک پہنچ جاتے ہیں اور مویشی ان کے سوا تھے اب غور کا مقام ہے اس قدر جم غفیر کس طرح ایک رات ہی مصر سے نکل کر باہر ہو گیا اور رات ہی رات میں دریا بھی پار کر گئے اس واقعہ کے متعلق رسالہ "ماڈرن ریویو" کلکتہ کے فاضل ایڈیٹر نے بھی لکھا تھا کہ:۔

"بنی اسرائیل کی تعداد بتانے میں جو مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے سخت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جن لوگوں نے مصر کو چھوڑا ان میں چھ لاکھ مرد تھے اگر مردوں کی تعداد کو ملحوظ رکھ کر عورتوں اور بچوں کو

بھی شامل کر لیا جائے تو کل تعداد ۲۰ اور ۳۰ لاکھ کے درمیان بنتی ہے اب خیال کرو کہ اس قدر تعداد انسانوں کی بحیرہ قلزم کو عبور کرتی ہے... اس جم غفیر کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں بحیرہ قلزم سے پار ہو گئے مگر دونوں واقعات اس قسم کے ہیں کہ اس قدر تعداد کے لئے ایک رات میں ان کا وقوع میں آنا ناممکن ہے ۱۸۱۲ء میں جب نپولین نے دریائے نیمن کو عبور کیا تو اس کے ساتھ دو لاکھ بتیس ہزار آدمی تھے عبور کرنے کے لئے ۳ پل تھے انتظام فوجی باقاعدہ تھا سپاہیوں کی قطاریں بہت منجان تھیں پھر بھی ان کو اس چھوٹے سے دریا سے تین پلوں کے ذریعہ پار ہونے میں تین دن اور تین راتیں لگ گئیں مگر نپولین کی فوج اسرائیلی مردوں کے مقابل میں نصف سے بھی کم تھی اور تمام جماعت بنی اسرائیل کے مقابل ۱۰را کے برابر تھی اور ان کے ریوڑ گلے اس کے علاوہ تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے نکلنے والے بنی اسرائیل کی تعداد اس قدر زیادہ بتائی گئی ہے جو ماننے میں بھی نہیں آسکتی اور مبالغہ کی صرف یہ ایک ہی مثال نہیں ایسی مثالیں بائبل کے تمام پرانے حصوں میں کثرت سے پائی جاتی ہیں" (منقول از ریویو آف رلیجز ۷، ر ۱۴ ص ۲۴۰)

اگر اس بیان کو عیسائی دوست مبالغہ آمیز سمجھتے ہوں اور ان کی عقل اس بیان کی صحت پر گواہی دیتی ہو تو ہمیں بھی سمجھا دیں کس طرح اتنا بڑا لشکر رات ہی رات میں مصر سے باہر چلا گیا اور راتوں رات ہی دریا سے پار بھی ہو لیا؟

کیا بائبل غلطیوں سے پاک ہے؟

جس طرح خدا ہر قسم کے سہو۔ نسیان اور غلطیوں سے پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی سہو و خطا سے مبرہ ہونا ضروری ہے کیونکہ اگر اس میں بھی انسانی تصانیف کی طرح غلطیاں پائی جائیں تو پھر خدا اور انسان کے کلام میں فرق ہی کیا رہا؟ چونکہ اس معقول اصول سے کسی کو اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ پیروان بائبل بھی اس پر صاد کریں گے مگر چونکہ ہمارے نزدیک بائبل اس معیار پر پوری نہیں اترتی اس لئے ذیل میں بطور نمونہ بائبل کے دس ایسے مقام پیش کئے جاتے ہیں جن میں صاف اور صریح طور پر غلطیاں نظر آتی ہیں ان دس میں سے پانچ عہد جدید کے متعلق ہیں اور پانچ عہد قدیم سے تعلق رکھتے ہیں امید ہے کہ ہمارے عیسائی دوست ان کا غور سے مطالعہ فرمائیں گے اور اگر ممکن ہو سکے تو جواب بھی دیں گے

عہد جدید کی پانچ غلطیاں

اکتیسواں سوال

انجیل متی باب ۲۳ ورس ۳۵ میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ :۔

"تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے۔ راستباز ہابل کے خون سے لے کر برکیاہ کے بیٹے زکریاہ کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔"

اس جگہ کہا گیا ہے کہ زکریا برکیاہ کا بیٹا ہے حالانکہ یہ بالبداہت باطل ہے جس کی تائید میں علمائے کلیسا کوئی معتبر سند نہیں لا سکتے کیونکہ تواریخ نمبر ۲ باب ۲۴ آیت ۲۰۔ ۲۲ میں جہاں زکریا کے قتل کا حال لکھا ہے۔ وہاں اس کے باپ کا نام

برکیاہ نہیں بلکہ یہویدع بتایا ہے ملاحظہ ہو ذیل کی عبارت :۔

"تب خدا کی روح یہویدع کاہن کے بیٹے زکریاہ پر نازل ہوئی سو اس نے اونچے پر کھڑے ہو کے لوگوں سے کہا خدا یوں فرماتا ہے تم کیوں خداوند کے حکموں سے باہر جاتے ہو تم ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے کہ تم خداوند کو چھوڑ دیتے ہو وہ تمہیں بھی چھوڑ دے گا تب انہوں نے اس کی مخالفت میں ہم قسم ہو کے بادشاہ کے حکم سے خداوند کے گھر کے صحن میں اسے پتھر مارے = سو یو آس بادشاہ نے اس کے باپ یہویدع کے احسان کو جو اس نے اس پر کیا تھا یاد نہ کیا بلکہ اس کے بیٹے کو قتل کیا۔" الخ

اور خود ریفرنس بائبل میں بھی انجیل متی ۳۵ ر ۲۳ کے لئے اس مقام (تواریخ نمبر ۲ ۲۰۔ ۲۲ ر ۲۳) کا حوالہ دیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ زکریا کے باپ کا نام برکیاہ نہیں بلکہ یہویدع تھا کیونکہ اگر اس کے باپ کا نام برکیاہ ہوتا تو خود ہی پادری ہی متی کے اس مقام کے آگے مذکورہ بالا حوالہ کا پتہ نہ دیتے بلکہ کسی ایسے مقام کا حوالہ دیتے جس میں یہویدع کی جگہ برکیاہ لکھا ہوتا چونکہ ایسا کرنا ان کے حیطہ امکان سے باہر تھا وہ تواریخ نمبر ۲ کا متذکرہ بالا حوالہ دینے ہی میں مجبور ہوئے جو جناب مسیح اور ان کے حواری مقدس متی کی اس فاش غلطی کا روشن ثبوت ہے پس اگر متی کی انجیل الہامی ہوتی تو اس میں ایسی غلطی نا ممکن تھی مگر چونکہ اس میں ایسی غلطیاں موجود ہیں اس لئے وہ الہامی نہیں ہو سکتی یہ تو انجیل متی کی بہت سی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے اب نمونتاً "ایک غلطی انجیل مرقس کی بھی ملاحظہ ہو۔

بتیسواں سوال

انجیل مرقس باب ۲ آیت ۲۳۔ ۲۶ میں لکھا ہے کہ :۔

"اور فریسیوں نے اس (مسیح) سے کہا دیکھ یہ سبت کے دن وہ کام کیوں کرتے ہیں جو روا نہیں۔ اس نے ان سے کہا کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا جب اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور وہ بھوکے ہوئے وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں۔"

ہمیں اس وقت جناب مسیح کے الزامی جواب کے حق یا ناحق ہونے کے متعلق کچھ نہیں پوچھنا بلکہ اس وقت ہمارا یہ سوال ہے کہ جب حضرت داؤد کے ساتھیوں کو بھوک لگی تو کیا واقعی جیسا کہ حضرت مسیح نے فرمایا سردار کاہن ابیاتار ہی کے عہد میں خدا کے گھر جا کر روٹیاں کھائی تھیں؟ اگر ہاں میں جواب دیا جائے تو پھر اس کی تائید میں کوئی حوالہ پیش کرنا چاہئے جس سے اس قول کی صداقت ثابت ہو سکے مگر جہاں تک ہم جانتے ہیں اس قسم کا حوالہ عیسائی نہیں پیش کر سکتے کیونکہ یہ بات غلط بلکہ اغلط ہے کہ داؤد سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں"

بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ اپنی بھوک مٹانے کے لئے سردار کاہن اخیملک کے عہد میں خدا کے گھر داخل ہوا تھا جس کا اقرار ایک قدیم مسیح بزرگ مسمی جیروم نے بھی کیا ہے جیسا کہ ڈاکٹر پیٹرسن سمتھ صاحب کی کتاب کا الہام ص ۸۴ پر مرقوم ہے کہ جیروم لکھتا ہے کہ :۔

"مقدس مرقس (۲ ۲۶) نے غلطی سے اخیملک کی جگہ ابیاتار لکھ دیا ہے۔"

اور بزرگ ایسا کیوں نہ لکھتا اور اعتراض کرتا جبکہ کتاب سموئیل نمبر باب ۲۱ کے شروع میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جو واقع داؤد کو پیش آیا ہے وہ سردار کاہن اخیملک کے عہد سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے عیاں ہے:

"اور داؤد نوب میں اخی ملک کاہن کے پاس آیا... (اور کہا) پر اب تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ پانچ گردے روٹیوں کے یا جو کچھ موجود ہو سو میرے ہاتھ میں دے... سو کاہن نے مقدس روٹی اس کو دی۔"

پس اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسیح اور مقدس مرقس کا اس واقعہ کو ابیاتر کے عہد کا بتانا قطعاً" صحیح نہیں اور یہ ثبوت ہے انجیل مرقس کے غیر الہامی ہونے کا کیونکہ متی کی طرح اس میں بھی جا بجا اس قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

انجیلوں کو الہامی سمجھنے والے جہاں متی اور مرقس کی مذکورہ بالا غلطیوں کا جواب دیں وہاں انجیل لوقا کی مندرجہ ذیل کو بھی صحیح ثابت کرکے دکھائیں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو اپنے دعویٰ سے باز آئیں۔

تینتیسواں سوال

انجیل لوقا باب ۳ میں حضرت مسیح کا شجرہ نسب دیتے ہوئے آیت ۳۵ - ۳۶ میں لکھا ہے کہ:۔

"وہ شلح کا۔ اور قینان کا اور وہ ارفکشد کا۔ اور وہ سم کا (بیٹا تھا)۔"

مگر یہ غلط ہے کیونکہ شلح یا سلح قینان کا نہیں بلکہ ارفکشد کا بیٹا تھا جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۱۱ ایت ۱۲ سے ظاہر ہے کہ:۔

"جب ارفکشد پینتیس برس کا ہوا اس سے سلح پیدا ہوا۔"

چنانچہ مقدس لوقا کو سلح کو قینان کا بیٹا بتانا قطعی غلط اور بے بنیاد ہے پس عیسائی صاحبان بتائیں کہ کیا صرف یہ غلطی اس (لوقا) کے مبہم ہونے کی تکذیب کے لئے کافی نہیں ہے؟

چونتیسواں سوال

تب نمونہ "ایک غلطی انجیل یوحنا کی بھی سن لیجئے۔ باب ۱۸ آیت ۱۳ - ۱۴ میں لکھا ہے کہ:-

"تب سپاہیوں اور ان کی صوبہ دار اور یہودیوں کے پیادوں نے یسوع کو پکڑ کر باندھ لیا۔ اور پہلے اسے حنّا کے پاس لے گئے کیونکہ وہ اس برس کے سردار کاہن کائفا کا سسرا تھا" یوحنا کا یہ لکھنا کہ کائفا اس برس کا سردار کاہن تھا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس زمانہ میں سردار کاہن کے عہدہ پر ہر سال نئے نئے لوگ مقرر ہوتے تھے جبھی تو لکھا کہ "اس برس کے سردار کاہن کائفا"

یوحنا کی اسی غلطی کے متعلق عرصہ ہوا میتھو آرنلڈ صاحب نے لکھا تھا کہ "انجیل چہارم میں دوبارہ مذکور ہے کہ" قیافا اس سال کا سردار کاہن تھا" گویا یہودی کہانت اس بیان کے مطابق اس وقت ایک سالانہ عہدہ تھا حالانکہ یہ سراسر خلاف واقع ہے اور یہ ایک ایسی غلطی ہے جو کسی یہودی سے نہیں بلکہ یقیناً ایک اجنبی سے سرزد ہو سکتی ہے اور یہ وہی معاملہ ہے کہ امریکہ کے پریذیڈنٹ کو اس سال کا پریذیڈنٹ کہا جائے اور اس طرح اسے ایک سالانہ عہدہ قرار دیا جائے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کوئی امریکہ کا (بلکہ باہر کا بھی) آدمی ایسی ناواقفیت کا کلمہ منہ سے نہیں نکالے گا" (ریویو آف ریلیجز ۱۹۰۳ء ص ۴۲)

اور اس امر کی تردید تو لوقا ۳ - ۲ ، ۳ سے بھی ہو جاتی ہے جہاں لکھا ہے کہ جس وقت " حنّا اور کائفا سردار کاہن تھے اس وقت خدا کا کلام بیاباں میں زکریاہ کے بیٹے یوحنا پر اترا اور وہ یردن کے سارے گرد نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا"

اور یہ ظاہر ہے کہ یوحنا نے اپنی منادی اس وقت شروع کی تھی جبکہ حضرت مسیح منصب رسالت پر مامور بھی نہ ہوئے تھے پس جب اس وقت بھی کائفا سردار کاہن تھا اور بعد میں حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے کے وقت بھی وہ کہانت کے عہدہ پر قائم تھا جیسا کہ یوحنا کے بیان سے ثابت ہے بلکہ واقعہ صلیب کے بعد بھی کاہن رہا تو ایسی حالت میں یوحنا کا یہ لکھنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ کائفا اس برس کا سردار کاہن تھا؟

امید ہے کہ یوحنا ملہم اور اس کی انجیل کو الہامی ماننے والے اس پر روشنی ڈالیں گے اس کے بعد اعمال کی کتاب سے بھی مثال کے طور پر ایک غلطی دکھائی جاتی ہے۔

پینتیسواں سوال

کتاب رسولوں کے اعمال باب ۷ آیت ۱۵ - ۱۶ میں لکھا ہے کہ:-

"اور یعقوب مصر میں گیا وہاں وہ اور ہمارے باپ دادے مر گئے اور وہ شہر شکم میں پہنچائے گئے اور اس مقبرے میں دفن کئے گئے جس کو ابراہیم نے شکم میں روپیہ دے کر بنی ہمور سے مول لیا تھا" اس عبارت میں دو فاش غلطیاں ہیں مگر ہم اس جگہ برعایت مضمون صرف ایک ہی کا ذکر کریں گے اور وہ ہے یعقوب کے شکم میں دفن کئے جانے کے متعلق۔

کتب تواریخ نمبر ۲ باب آیت ۱۹ میں لکھا ہے :۔

"کیونکہ خداوند نے شاہ اسرائیل آخز کے سبب سے یہوداکو گھٹایا" الخ

حالانکہ یہ قطعی طور پر غلط بلکہ اغلاط ہے کہ آخز شاہ اسرائیل تھا۔ وہ شاہ اسرائیل نہ تھا بلکہ شاہ یہودا تھا اور یہ ایسی غلطی ہے جیسے کوئی کہہ دے کہ سلطان ابن سعود ایران کے بادشاہ ہیں 'یا شاہ رضا خان عرب کے والی۔ سمجھ میں نہیں آتا کی ایسی موٹی اور فاش غلطیوں کے ہوتے ہوئے بھی بائبل کو منزہ عن الخطیاء بتایا جاتا ہے اس جگہ اگر کوئی مسیحی اس غلطی کا ثبوت مانگے تو اسے اسی کتاب (تواریخ نمبر ۲ کے باب ۲۸ کے شروع کے الفاظ پڑھنے چاہیں جہاں لکھا ہے کہ۔

"آخز بیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ اور اس نے سولہ برس یروشلم میں بادشاہت کی اور وہ جو خداوند کی نظر میں درست ہے 'سو اس نے اپنے باپ داؤد کی مانند نہیں کیا بلکہ اسرائیل کے بادشاہوں کی راہوں پر چلا... تب خداوند اس کے خدا نے اس کو شاہ ارام کے ہاتھ میں کر دیا سو انہوں نے اسے مارا اور ان میں سے بہت لوگوں کو وہ اسیر کر کے لے گئے اور انہیں دمشق میں پہنچایا اور وہ شاہ اسرائیل کے ہاتھ میں بھی حوالے کیا گیا"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آخز یروشلم سلطنت یہودیوں کا والی تھا اور شاہ اسرائیل کوئی اور شخص تھا نہ کہ آخز ہی شاہ اسرائیل؟

پادری شبلو صاحب بھی آخز کو سلطنت یہودا کا بادشاہ کہتے ہیں "اس بادشاہ کے عہد میں (سلطنت) یہودا کی نسبت ایسی پریشانی واقع ہوئی کہ ایسی کسی بادشاہ کے وقت میں نہ ہوئی تھی ... حتیٰ کہ شاہ اسرائیل فقا اور شاہ روم زرین دونوں مل کر یہودا پر چڑھ آئے۔ (کیفیت نامہ ص ۹۷ تا ۱۹۹)

اڑتیسواں سوال

کتب خروج باب ۴۱ آیت ۴۰، ۴۱ میں لکھا ہے کہ :۔

"اور بنی اسرائیل کی جو مصر کے باشندے تھے بودوباش چار سو تیس برس تک تھی اور چار سو تیس برس کے آخریوں ہوا کہ ٹھیک اسی دن خداوند کی فوجیں زمین مصر سے نکل گئیں۔"

کتب خروج کے مصنف کا یہ کہنا کہ بنی اسرائیل چار سو تیس برس تک مصر میں رہے قطعاً" غلط ہے کیونکہ وہ حضرت یعقوب سے لے کر موسیٰ کے وقت تک جبکہ وہ وہاں سے نکلے کل دو سو پندرہ برس مقیم رہے اور اس کی شہادت یہودیوں کے مشہور مورخ جوزیفس کی تواریخ سے بھی ملتی ہے جہاں لکھا ہے کہ۔

"وہ (بنی اسرائیل) مصر سے ماذان تکس کی پندرھویں تاریخ چاند کی روانہ ہوئے اور ان کا نکلنا ہمارے باپ ابرہام کے کنعان میں داخل ہونے کے چار سو تیس برس بعد ہوا اور یعقوب کے مصر میں جانے کے دو سو پندرہ برس بعد ہوا"

مسیحی دوست جلی عبارت کو پڑھ کر بتائیں۔ بنی اسرائیل مصر میں ۴۳۰ برس رہے یا ۲۱۵ سال؟ حیرت ہے کہ خروج کے مصنف کو بنی اسرائیل کے زمانہ قیام مصر کا بھی صحیح علم نہ تھا جبھی تو اس نے کنعانی قیام کی مدت بھی مصری قیام میں شامل کر دی اگر ایسی ایسی غلطیوں کے ہوتے ساتے بھی بائبل کو خطاؤں سے پاک اور غلطیوں سے مبرہ سمجھنا ضروری ہے تو پھر

معلوم نہیں خدائی کلام اور انسانی کلام میں مابہ الامتیاز کیا چیز ہو گی؟

انتالیسواں سوال

کتاب تواریخ باب ۳۶ آیت ۹۔ ۱۰ میں تحریر ہے کہ۔

"یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور اس نے تین مہینے دس روز یروشلم میں سلطنت کی اور اس نے وہ کام کئے جو خداوند کی نظر میں برے ہیں جب وہ سال آخر ہوا تب بنوکدنضر نے اسے بابل میں پکڑ کر منگوایا خداوند کے گھر کے نفیس برتنوں سمیت اور اس کے بھائی صدقیاہ کو یہوداہ اور یروشلم پر بادشاہ کیا۔"

اس جگہ صدقیاہ کو یہویکین کا بھائی بتلانا قطعاً درست نہیں کیونکہ وہ اس کا بھائی نہیں بلکہ چچا تھا جیسا کہ سلاطین نمبر ۲ باب ۲۴ آیت ۱۵۔ ۱۷ سے ظاہر ہے۔

"اور یہویکن کو اور بادشاہ کی ماں کو اور بادشاہ کی جوروں کو اور اس کے خواجہ سراؤں کو اور ملک کے بہادروں کو اسیر کر کے یروشلم سے بابل لے گیا اور شاہ بابل نے اس (یہویکین) کے چچے متنیاہ کو اس کی جگہ تاج بخشا اس کا نام بدل کر صدقیاہ رکھا۔"

اگر چچا کو بھائی بتلانا غلطی ہے تو پھر یہاں غلطی مان لینی چاہئے ورنہ دلائل سے ثابت کرنا چاہئے کہ صدقیاہ یہویکین کا بھائی تھا مگر ایں خیال است و محال است و جنوں

چالیسواں سوال

کتاب پیدائش باب ۱۲ کے آغاز میں لکھا ہے کہ

"اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤں گا نکل چل...... سو ابرام خداوند کے کہنے کے موافق روانہ ہوا اور لوط بھی اس کے ساتھ چلا اور ابرام جب حاران سے روانہ ہوا ۷۵ برس کا تھا۔"

اس جگہ جو یہ کہا گیا ہے کہ ابرام جب حاران سے روانہ ہوا ۷۵ برس کا تھا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جس وقت وہ حاران سے روانہ ہوا اس کی عمر قریباً ۱۳۵ سال کی تھی نہ کہ ۷۵ برس؟ ممکن ہے ہمارے مسیحی دوست ہم سے ثبوت طلب کریں اس لئے ہم بائبل کے مندرجہ بالا بیان کی تردید اور اپنے دعویٰ کی تائید میں اسی کتاب کے گیارہویں باب سے ایک قطعی اور ناقابل تردید شہادت پیش کرتے ہیں سنئے۔

باب ۱۱ آیت ۲۶ (پیدائش) میں لکھا ہے کہ۔

"اور جب تارخ ستر برس کا تھا اس سے ابرام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے" یاد رکھئے یہاں کہا گیا ہے کہ جب ابرام پیدا ہوا اس وقت اس کے والد کی عمر ۷۰ برس کی تھی اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت پڑھئے:۔

"اور تارخ کی عمر دو سو پانچ برس کی ہوئی تب تارخ حاران میں مر گیا۔" (پیدائش ۳۲ ر ۱۱) اب حساب لگا کر دیکھئے حضرت ابراہیم کی عمر باپ کی وفات کے ۱۳۵ سال کے قریب بنتی ہے یا نہیں؟ سہل حساب ہے تارخ کی تمام عمر ۲۰۵ سال میں سے ۷۰ برس منہا کر دیجئے باقی جو حاصل آئے' وہ حضرت ابراہیم کی عمر سمجھنی چاہئے۔ پس پیدائش کے مصنف کا یہ کہنا کہ

جس وقت حضرت ابراہیم ہجرت کر گئے ۷۵ برس کے تھے خود اسی کے دیگر بیانات سے رد ہو گیا۔ لیکن اگر کوئی ۷۵ برس والی روایت پر ہی اصرار کرے تو ایسی حالت میں اسے کتاب پیدائش کے موخر الذکر بیانات کی غلطی تسلیم کرنی چاہئے کیونکہ ہر دو بیانات میں سے ایک ہی درست ہو سکتا ہے پس مسیحی احباب ان دونوں میں سے جس روایت کو غلط سمجھتے ہوں اس سے ہمیں بھی آگاہ فرمائیں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتا دیں کہ جس کتاب میں قدم قدم پر اس طور کی کھلی کھلی غلطیاں نظر آئیں۔۔ وہ منزہ عن الخطاء اور غلطیوں سے پاک ہو سکتی ہے "اگر کہو ہاں۔ تو یہ بالبداہت غلط اور اگر نفی میں جواب ہے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ الہامی نہیں کیونکہ جس طرح خدا غلطیوں سے پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ہر قسم کے سہو و نسیان نقصان و خطاء سے بالا ہونا ضروری ہے مگر چونکہ بائبل اس وصف سے خالی ہے لہذا الہامی نہیں۔

کیا بائبل میں کمی بیشی نہیں ہوئی؟

واجب العمل الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی و بیشی نہ ہونے پائے کیونکہ اگر اس میں انسانی کلام بھی کسی طرح دخل پا جائے تو وہ معتبر نہ رہے گی اور اس صورت میں اس پر عمل پیرا ہونا بھی بجائے فائدہ کے نقصان کا موجب ہو گا اور ایسی حالت میں عین ممکن ہے کہ ہم جس امر کو خدا کی طرف سے سمجھیں وہ کسی انسانی ہاتھ کا کرشمہ ہو اور اس کی پیروی کر کے خواہ مخواہ خدائی ناراضگی کے مورد بن بیٹھیں۔ پس اگر کسی کتاب کا ایک وقت میں الہامی ہونا ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس کے متعلق یہ تحقیق کر لینا ضروری ہے کہ اس میں انسانی تصرف تو نہیں ہوا؟ اگر نہ ہوا ہو تو فبہا۔ ورنہ وہ ہرگز ہرگز اس قابل نہ ہو گی کہ اس کا اتباع کیا جائے سو اس اصل کے بیان کر دینے کے بعد ہم اپنے مسیحی احباب سے پوچھتے ہیں کہ وہ بائبل میں انسانی تصرف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر کہیں کہ اس میں تصرف ہوا اور مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے حسب مرضی جو چاہا بڑھایا اور جو چاہا گھٹا دیا تو ایسی حالت میں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں بلکہ مان لینا چاہئے کہ بائبل بوجہ غیر معتبر ہونے کے واجب العمل نہیں رہی لیکن اگر واقعات سے چشم پوشی کر کے یہ کہا جائے کہ

"اس مقدس کتاب کے سب صحیفے جیسے کہ الہامی شخصوں نے لکھ دیئے تھے آج تک بلا کسی قسم کی کمی یا بیشی کے یہودیوں میں اور مسیحیوں میں نسلاً "بعد" نسل محفوظ و مامون چلے آتے ہیں ان میں کبھی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

"تو اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جواب کسی حقیقت پر مبنی نہیں کیونکہ اس زمانہ میں یہ امر دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ بائبل میں وقتاً "فوقتاً" مختلف لوگوں نے من مانی عبارتیں ملائیں بھی اور گھٹائیں بھی جیسا کہ ریورنڈ جیمز سنڈولینڈ ایم اے ڈی ڈی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ظاہر ہے کہ :۔

"یہ ایک تعجب انگیز حقیقت ہے بائبل کی اکثر کتابوں کے مصنفین کے نام معلوم نہیں ہیں مگر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ بعض کتابیں ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔ بلکہ مختلف اشخاص کی تحریرات کا مجموعہ ہیں اور پھر وہ بھی ایک وقت کی نہیں بلکہ ان میں اختلاف زمانہ بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً "فوقتاً" ان میں تبدیلی ہوئی۔

عہد قدیم کے پانچ الحاقی مقامات

اکتالیسواں سوال

کتاب پیدائش۔ خروج۔ احبار۔ گنتی۔ اور استثناء کا ملہم کون ہے؟ اگر کہو حضرت موسیٰ۔ جیسا کہ ان کے سرناموں پر بھی "موسیٰ کی پہلی کتاب" "موسیٰ کی دوسری کتاب" الخ لکھا ہوا ہے۔

تو اب بتاؤ کہ ان میں کسی اور کا کلام تو مخلوط نہیں ہوا؟ اگر ہاں تو پھر یہ دعویٰ غلط ٹھہرا کہ "اس مقدس کتاب کے سب صحیفے جیسے کہ ان الہامی شخصوں نے لکھ دیئے تھے آج تک بلا کسی قسم کی کمی و بیشی کے...... محفوظ و مامون چلے آتے ہیں" اور اگر کہو "ان میں بھی تغیر و تبدل نہیں کیا گیا تب یہ واقعات کے خلاف ہونے کے باعث غلط ہے اگر پوچھو دلیل؟ تو وہ بھی حاضر ہے مگر پہلے کتاب پیدائش ۱۴:۱۴ کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھئے۔

"جب ابرام نے سنا کہ میرا بھائی گرفتار ہوا تو اس نے اپنے سیکھے ہوئے تین سو اٹھارہ خانہ زادوں کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا۔"

یہاں کہا گیا ہے کہ ابرام نے لوٹیروں کا مقام دان تک تعاقب کیا حالانکہ جس جگہ کا نام یہاں دان بتایا گیا ہے وہ ابرام کے وقت اس نام سے موسوم ہی نہ تھا بلکہ اس زمانہ میں اس کا نام لیس تھا اور دان نام تو حضرت ابراہیم کے پانچ سو سال اور حضرت موسیٰ کے چالیس پچاس برس بعد رکھا گیا ثبوت درکار ہو تو مندرجہ ذیل حوالہ پڑھ کر دیکھئے لکھا ہے کہ:۔

"اور وہ میکاہ کی بنائی ہوئی چیزیں اس کے کاہن سمیت جو اس پاس تھا لئے ہوئے لیس میں ان آسودہ و غافل لوگوں کے بیچ جا پہنچے اور ان کو انہوں نے تہ تیغ کیا اور شہر جلا دیا ان کا حمایتی کوئی نہ تھا کیونکہ وہ صیدا سے دور تھا اور انہیں کسی سے کام نہ تھا اور وہ بیت رحوب کی وادی میں تھا بعد اس کے انہوں نے شہر بنایا اور اس میں بسے اور اس شہر کا نام دان رکھا۔ ان کے باپ دان نامی کے مطابق جو اسرائیل کی اولاد تھا لیکن پہلے اس شہر کا نام لیس تھا۔" (کتاب قاضیوں ۲۷ تا ۲۹ / ۱۸)

اس حوالہ سے کیا نکلا؟ یہی کہ کتاب پیدائش میں دوسروں نے بھی تبدیلی کی ہے۔ کیونکہ جب یہ ظاہر ہے کہ جس مقام پر حضرت ابراہیم نے لوٹیروں کا تعاقب کیا تھا اس کا اس وقت لیس نام تھا اور وہی نام موسیٰ کے وقت بھی تھا تو اب کس طرح مان لیں کہ موسیٰ کی کتابوں میں بعد کے لوگوں نے تبدیلی نہیں کی؟ جب قاضیوں میں صاف لکھا ہے کہ پہلے اس بستی کا نام لیس ہی تھا جسے بنی دان نے دوبارہ تعمیر کر کے دان کے نام سے مشہور کیا تو یہ کیونکر مانا جا سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس کا نام اپنی کتاب میں دان لکھا ہو گا جب ان کے وقت اس شہر کا نام دان تھا ہی نہیں بلکہ چالیس پچاس برس کے بعد یہ نام رکھا گیا (دیکھئے ریفرنس بائبل کا حاشیہ) تو وہ کیسے یہ نام لکھ سکتے تھے پس ان کے لکھے نام میں اس قسم کی تبدیلی ثبوت ہے اس امر کا کہ مختلف زمانوں میں بعد کے لوگوں نے ضرور بہت کچھ رد و بدل کیا ہے اور جب رد و بدل ثابت ہو گیا تو اب یہ کہنا غلط ٹھہرا کہ صحائف بائبل کے ملہموں نے جو کچھ لکھا تھا وہ بغیر کسی تغیر و تبدل کے آج تک محفوظ و مامون ہے۔

بیالیسواں سوال

اسی طرح مندرجہ ذیل مقام سے بھی تبدیلی کا ثبوت ملتا ہے کتاب خروج باب ۱۶ آیت ۳۵ میں لکھا ہے کہ:۔

"اور بنی اسرائیل چالیس برس تک کہ وہ بستی میں آئے من کھاتے رہے جب تک کہ وہ زمین کنعان کی نواحی میں آئے من کھاتے رہے۔"

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ یہ اس وقت لکھا گیا ہے جب کہ بنی اسرائیل کا کنعان کی نواحی میں آنا اور من کھانا موقوف ہوا مگر چونکہ من کھانا نہ تو موسیٰ کے وقت موقوف ہوا اور نہ ہی موسیٰ کے وقت بنی اسرائیل موعود ملک کنعان میں داخل ہوئے تھے اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ لکھنے والا ایسے وقت ہوا ہے جبکہ بنی اسرائیل کنعان کی نواحی میں آچکے تھے۔ اور من کھانا بھی موقوف ہو چکا تھا۔

وہ کب کنعان کی نواحی میں آئے اور من کھانا موقوف ہوا؟ سو اس کے لئے کتاب یسوع باب ۵ آیت ۱۰۔ ۱۲ دیکھیے۔ جہاں لکھا ہے کہ

"بنی اسرائیل نے جلجال میں خیمے کئے اور انہوں نے یریحو کے میدانوں میں اس مہینہ کی چودھویں تاریخ شام کے وقت عید فسح کی اور انہوں نے دوسرے دن کو فسح کرنے کے بعد اس زمین کے دانہ کی فطیری روٹیاں اور اسی دن میں بھنی ہوئی بالیں بھی کھائیں۔ اور جب انہوں نے اس زمین کا دانہ کھایا تو اسی دن سے من موقوف ہو گیا۔ اور آگے پھر بنی اسرائیل کو من نہ ملا۔ اور انہوں نے اس سال کنعان کی سرزمین کا حاصل کھایا"

پس جو واقعہ موسیٰ علیہ السلام سے کئی سالوں بعد ہوا۔ اس کا انہی کی کتاب میں تذکرہ دلیل ہے اس امر کی کہ ان کی کتابوں میں بعد کے لوگوں نے بہت کچھ تبدیلیاں کی ہوں گی اس قسم کی اور بھی بہت سی دلیلیں بائبل کی پہلی پانچ کتابوں سے دی جا سکتی ہیں مگر چونکہ یہاں اتنی گنجائش نہیں اس لئے انہی پر اکتفا کرتے ہوئے الحاق کے تین ثبوت عہد قدیم کی دوسری کتابوں سے دکھاتے ہیں۔

تنتالیسواں سوال

کہا جاتا ہے کہ کتاب یشوع حضرت یشوع کی لکھی ہوئی ہے مگر جب ہم براہ راست اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ دعویٰ غلط ٹھہرتا ہے کیونکہ اس کتاب کی اندرونی شہادتیں بڑے زور کے ساتھ اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ یا تو یہ یشوع کی لکھی ہوئی نہیں اور اگر انہوں نے لکھی تھی تو زمانہ مابعد میں اس کے اندر اوروں نے بھی بہت کچھ ملا دیا ہے مثال کے طور پر ایک دلیل پیش کی جاتی ہے کتاب یشوع باب ۲۴ آیت ۲۹ میں لکھا ہے کہ :۔

"اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ جو ایک سو دس برس کا بوڑھا تھا۔ رحلت کر گیا۔"

اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مصنف اپنی موت کا حال اس طرح کبھی بھی نہیں لکھ سکتا چونکہ کتاب میں اسی طرح لکھا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ اس کی کتاب میں بھی دوسروں نے گھٹایا اور بڑھایا ہے ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ آخری الفاظ حضرت عزرا جامع توریت نے لکھے ہوں گے۔ مگر اس کا ثبوت چاہیے جو آج تک ملا نہیں۔

چوالیسواں سوال

مگر لطف تو یہ ہے کہ خود کتاب عزرا جسے عزرا نبی کی تصنیف بتایا جاتا ہے وہ بھی دوسروں کے تصرف سے محفوظ نہیں رہی۔

جو لوگ کتاب عزرا کو عزرا ہی کی تصنیف سمجھتے ہیں وہ اس کتاب کے مندرجہ ذیل الفاظ کو پڑھیں اور بتائیں۔ جامع تورات کی کتاب میں بھی لوگوں نے دستبرد کی یا نہیں؟ کتاب عزرا باب ۷ آیت ۶ میں لکھا ہے کہ :۔

"یہی عزرا بابل سے اٹھ چلا اور فقیہہ تھا جو موسیٰ کی شریعت میں جسے خداوند اسرائیل کے خدا نے دیا تھا ماہر تھا اور اس لئے کہ خداوند اس کے خدا کا ہاتھ اس پر تھا بادشاہ نے اس کی درخواست کے مطابق اس کی ساری مراد پوری کی تھی۔"

اس پر اپنی طرف سے کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں مسیحی احباب خود ہی اسے پڑھیں اور بتائیں کیا اس قسم کے الفاظ عزرا بھی اپنے ہی لئے خود لکھ سکتا تھا پس یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ دوسری کتابوں کی طرح کتاب عزرا بھی لوگوں کی دستبرد سے نہیں بچی۔

پینتالیسواں سوال

اس کے بعد کتاب ایوب کے متعلق یہ لکھا ہے کہ :۔

"بعد اس کے ایوب ایک سو چالیس برس جیا اور اپنے بیٹے اور اپنے بیٹوں کے بیٹے چار پشت تک دیکھے اور ایوب بوڑھا اور عمر راز ہو کے مرا۔" (کتاب ایوب باب ۴۲ آیت ۱۶۔۱۷)

یہ حوالہ بھی اس دعویٰ کی پر زور تکذیب کرتا ہے کہ بائبل کے ملہمین نے اپنے اپنے صحیفہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ بغیر کسی تبدیلی کے آج تک موجود ہے یہ تو صرف بطور نمونہ چند شہادتیں نقل کی گئیں ہیں اگر تفصیل سے کام لیا جائے تو اس قسم کی درجنوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو بائبل میں تغیر و تبدل کی پوری پوری تائید کرتی ہیں مگر چونکہ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے فی الحال انہیں کافی سمجھتے ہوئے ذیل میں عہد جدید سے پانچ ایسے مقام نقل کرتے ہیں جن کا محرف ہونا ثابت و ظاہر ہو چکا ہے۔

عہد جدید کے پانچ محرف مقامات

چھیالیسواں سوال

خط یوحنا نمبر ۱ باب ۵ آیت ۷ :۔ "کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں یک ہیں" یہ بڑے معرکہ کی آیت سمجھی جاتی تھی کیونکہ اس سے تثلیث کا مسئلہ ثابت ہوتا تھا مگر چونکہ یہ دینداروں کی کارستانی تھی نہ کہ یوحنا رسول کے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔ اس لئے ایک کافی عرصہ موحد عیسائی چیختے رہے کہ یہ الحاق ہے جعلی ہے مگر کسی نے نہ سنا اور برابر اپنی تائید میں پیش کی جاتی رہی لیکن آخر جب چاروں طرف سے مجبور کیا گیا ہے تو ناچار ہو کر سے انجیل سے خارج ہی کرنا پڑا۔

اس جگہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ یہ پہلے اصل متن میں موجود تھی اور بعد میں حذف کی گئی اس کے لئے انجیل اردو مطبوعہ کلکتہ ۱۸۴۲ء دیکھئے جس میں یہ من و عن موجود ہے مگر بعد ازاں جو بائبل ۱۸۷۰ء میں مرزاپور چھپی اس میں اسے لکھا۔ مگر خطوط وحدانی کے اندر اور ساتھ ہی حاشیہ میں لکھ دیا کہ "یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائے جاتے"

ص ۳۲۱ اور آخر کار جو نسخے حال میں شائع کیے گئے ان سے یہ بالکل ہی خارج کردی گئی جو ثبوت ہے اس امر کا کہ قدیم زمانہ میں بائبل محرف اور مبدل ہوتی رہی ہے اور دیندار مسیحی اپنے عقائد کو زوردار بنانے کے لئے اپنے پاس سے بھی آئتیں بنا بنا کر اصل متن میں شامل کرتے رہے ہیں جس کی یہ روشن مثال ہے کیا مسیحی برادران اس جعلی کارروائی کو دیکھتے ہوئے بھی آئندہ یہی کہیں گے کہ بائبل میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوا؟ اگر اب بھی یہی کہتا ہے تو پھر اس دلیل کا جواب دیں:۔

سنتالیسواں سوال

تمطاؤس نمبر ۱ باب ۳ آیت ۱۶ میں لکھا ہے کہ:۔ "اور بالاتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے۔ خدا جسم میں ظاہر ہوا۔ روح سے راست ٹھہرا۔ فرشتوں کو نظر آیا۔ غیر قوموں میں اس کی منادی ہوئی۔ دنیا میں اس پر ایمان لائے۔ جلال میں اٹھایا گیا۔"

یہ آیت بھی الوہیت مسیح کی تائید میں پیش ہوتی رہی کیونکہ لفظ بالکل صاف تھے کہ خدا جسم میں ظاہر ہوا مگر صدیوں کا عجل اس زمانہ میں آکر کھل ہی گیا پہلے نسخوں میں تو یہ آیت اسی طرح لکھی جاتی رہی (دیکھئے انجیل مطبوعہ ۱۸۲۲ء) جب محققوں نے اعتراضوں کا تار باندھ دیا تو مجبور ہو کر ۱۸۰۷ء کی اردو طبع میں بطور حاشیہ ایک کونہ میں لفظ خدا کے مقابل "یا وہ" لکھ دیا اور جب اس پر بھی قائم نہ رہنے دیا گیا تو آخر بصد حسرت و یاس نئے ایڈیشن میں اسے یوں لکھنا پڑا "اور بالاتفاق دینداری کا بڑا بھید ہے وہ جسم میں ظاہر ہوا۔ الخ" "خدا" کی جگہ "وہ" نے معاملہ ہی پلٹ دیا کہاں اس میں اتنا زور کہ اس سے الوہیت مسیح ثابت ہو رہی تھی اور کہاں اب یہ حالت کہ ایک معمولی سی بات رہ گئی اس روشن اور واضح مثال کو دیکھ کر بھی کوئی شخص مسیحی دینداروں کی جعلسازی کا انکار کرے تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج ہو سکتا ہے"

اڑتالیسواں سوال

کتاب رومیوں باب ۱۴ آیت ۱۰ میں لکھا تھا کہ۔

"تو کس لئے اپنے بھائی پر عیب لگاتا ہے اور تو کس لئے اپنے بھائی کو ناچیز جانتا ہے کیونکہ ہم سب مسیح کے تخت عدالت کے آگے حاضر کئے جائیں گے"

ایک مدت تک اس آیت سے مسیح کو خدا کی جگہ تخت عدالت پر بیٹھا ہوا سمجھا گیا مگر یہ کارروائی کب تک مخفی رہتی آخر محققین کے بار بار اعتراض کرنے پر اس کی اصلاح کرنی ہی پڑی اور اب نئے نسخوں میں یہ آیت یوں لکھی جاتی ہے "ہم تو سب خدا کے تخت عدالت کے آگے کھڑے ہوں گے" بائبل مطبوعہ ۱۹۲۲ء اور ان الفاظ سے اب وہ بات نہیں نکل سکتی جو اول الذکر میں پائی جاتی ہے۔

انچاسواں سوال

کتاب اعمال باب ۲۰ آیت ۲۸ میں لکھا تھا کہ:۔

"خدا کی کلیسیا کی گلہ بانی کرو جسے اس نے خاص اپنے خون سے مول لیا۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جن سے مسیح کی الوہیت کو ثابت کیا جاتا رہا ہے مگر معلوم ہے یہ کہ کس کی کوشش تھی؟ یہ کسی قدیم زمانہ کے مسیحی دیندار کے دست تصرف کا کرشمہ ہے جس کا راز اس زمانہ میں آکر کھلا ہے اور یونیٹرین اور دیگر آزاد خیال علماء

کے کہنے سننے اور زور دینے سے اب ریوائزڈورشن کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے کہ یہاں "بجائے خدا کے لفظ خداوند پڑھو" مگر افسوس کہ ابھی تک یہ اصلاح اردو کے ۱۹۲۹ کے مطبوعہ موجود نسخوں میں نہیں کی گئی لیکن تاہم ان لوگوں نے اتنا تو تسلیم کر لیا ہے کہ یہاں خداوند کی جگہ خدا کسی غیر نے لکھ دیا تھا۔

پچاسواں سوال

یہاں تک تو ہم نے زمانہ قدیم کی تحریفوں کا ذکر سنایا۔ اب ایک مثال اس روشنی کے زمانہ کی بھی دیکھ لیجئے تاکہ یہ امر اچھی طرح ذہن نشین ہو سکے کہ حاملان بائبل مقصد براری کے لئے کس طرح مقدس کتابوں میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہیں انجیل متی باب ۱۲ آیت ۳۹۔ ۴۰ میں لکھا ہے کہ جب ایک موقعہ پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے جناب مسیح سے کہا کہ "اے استاد ہم تجھ سے ایک نشان دیکھنا چاہتے ہیں" تو اس نے انہیں جواب دیا کہ "اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا۔

"کیونکہ جیسا یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں تھا ویسا ہی انسان کا بیٹا تین دن اور تین رات زمین کے دل میں ہوگا۔"

جن لفظوں میں یہاں جناب مسیح نے اپنے زمین میں دفن ہونے اور پھر جی اٹھنے کی پیشنگوئی کی ہے چونکہ وہ حرف بحرف پوری نہ ہوئی اس لئے اصحاب تثلیث نے لوگوں کے محض اعتراضات سے بچنے کے لئے پیشنگوئی کی اصل الفاظ ہی بدل دیئے حضرت مسیح کی اصل پیشنگوئی یہ تھی کہ جس طرح یونس نبی تین دن اور تین رات (۷۲ گھنٹے) مچھلی کے پیٹ میں رہے اسی طرح میں بھی قبر کے اندر تین دن اور تین رات رہوں گا جو واقعات کی رو سے غلط نکلی کیونکہ وہ جمعہ کی شام کو قبر میں رکھے گئے اور جب اتوار کی صبح کو انہیں قبر میں دیکھا گیا وہ وہاں سے غائب تھے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ایک دن اور دو رات یا اگر جمعہ کی شام کو بھی دن ہی فرض کر لیا جائے تو دو دن اور دو رات (بشرطیکہ اتوار کی رات وہ قبر میں رہے ہوں) قبر میں رہے لیکن چونکہ یہ مان لینے پر بھی ان کا حسب پیشنگوئی تین دن اور تین رات قبر میں رہنا ثابت نہیں ہوتا اس لئے پرستاران تثلیث نے اس جھنجٹ سے نجات پانے کے لئے پیشنگوئی کے اصل الفاظ ہی کو بدل ڈالا اور بجائے تین دن اور تین رات کے تین دن رات کر دیا جو کھلی تحریف ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قسم کی روشن مثالوں کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے عیسائی دوست یہ لکھنے کی کس طرح جرات کر بیٹھتے ہیں کہ بائبل کے "کل صحیفے بلا تبدیل و تحریف رہے ان میں کسی قسم کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔

اس جگہ ہم اگر عیسائی دوستوں کی خاطر فرض بھی کر لیں کہ بائبل کبھی الہامًا" نازل ہوئی تھی تب بھی یہ واجب العمل نہیں ٹھہرتی کیونکہ اس میں انسانی تصرف اتنا زیادہ ہے کہ جس کو اصل کلام سے الگ کرنا' نہ صرف مشکل بلکہ محال ہے اور یہی وہ امر ہے جس نے اسے بے اعتبار اور ناقابل اتباع بنا دیا ابھی تو تھوڑے سے قدیم نسخے دستیاب ہوئے ہیں جن کا مقابلہ کرکے چند اختلافات نکلے ہیں کیا معلوم زمانہ آئندہ میں اور کتنے نسخے برآمد ہوں گے اور ان کے ذریعہ اور بھی کیسے کیسے محیرالعقول انکشاف ہوں گے۔

پس اندریں حالات اس قسم کی مشتبہ۔ ملاوٹوں سے پر۔ اور جعل سازوں کی تختہ مشق کتب کو مستند صحیح اور خالص الہامی کتب ماننے کے لئے نہ صرف ہم بلکہ کوئی بھی ذیعقل تیار نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اب یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک کے سمجھ دار لوگ اس فرسودہ خیال اور عقیدہ کو جواب دیتے چلے جاتے ہیں جیسا کہ ہم تمہید میں معزز اور مقتدر مسیحوں کے خیالات نقل کر چکے ہیں۔ (بائبل کے الہامی ہونے کے بارے میں پچاس سوال)

عطیات

ادارہ مندرجہ ذیل حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے خصوصی تعاون فرما کر ہماری تالیفات کو زیور طباعت سے آراستہ فرمایا۔

جناب شکیل رضا سید فیصل آباد ۔۔۔۔ ۴ ہزار روپے

جناب سید فضل عباس ہمدانی۔ راولپنڈی ۔۔۔۔ ۷ ہزار روپے

جناب مرزا حسین علی ۔۔۔۔ لاہور ۔۔۔۔ ۳ ہزار روپے

جناب سید منظیم حسین نقوی ۔۔۔۔ لاہور ۔۔۔۔ ۲ ہزار روپے

جناب سید احمد مہدی ۔۔۔۔ لاہور ۔۔۔۔ ۲ ہزار روپے

ایک ہزار روپے عطا فرمانے والے

جناب مولانا سید صادق علی نجفی دوبئی ۔۔۔۔ جناب معراج دین ۔۔۔۔ لاہور

جناب سید ریاض حسین ۔۔۔۔ چکوال ۔۔۔۔ جناب آغا سید دین ۔۔۔۔ لاہور

جناب سید اختر عباس زیدی لاہور ۔۔۔۔ جناب سید صادق حیدر کرمانی ۔۔۔۔ لاہور

جناب خواجہ سلطان محمود لاہور ..... جناب سید انیس حیدر زیدی... لاہور

اعتراف حقیقت

ہم نے اس کتاب میں مندرجہ ذیل کتب کی عبارات شامل کی ہیں

۱)۔ اظہار الحق۔ رحمت اللہ۔ مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۳۹۵

۲)۔ اعجاز عیسوی۔ کیرانوی، رحمت اللہ۔ ادارہ اسلامیات لاہور

۳)۔ انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین، سیالوی، محمد اشرف۔ ضیاء القرآن لاہور

۴)۔ سیرت طیبہ۔ غلام ربانی مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۰

۵)۔ سیرت النبوی۔ سیماب اکبر آبادی تاج کمپنی، لاہور ۱۹۳۹

۶)۔ نقوش، رسول نمبر لاہور

۷)۔ حطاطی۔ لشکریہ نعت ۔ لاہور

فلسفۂ توحید ۱۵ جلدیں

تالیف = مولانا طالب حسین کرپالوی

جلد ۱ ایمان باللہ ۔ جلد ۲ ۔ ۳ ثبوت باری تعالیٰ ۔ جلد ۴ توحید اور مذاہب عالم ۔ جلد ۵ توحید اور فلسفۂ قدیم ۔ جلد ۶ توحید اور سائنسدان ۔ جلد ۷ توحید اور جدید تقاضے ۔ جلد ۸ توحید اور معترضین ۔ جلد ۹ توحید اور دہریت ۔ جلد ۱۰ قرآنی توحید ۔ جلد ۱۱ صفات ثبوتیہ ۔ جلد ۱۲ صفات سلبیہ ۔ جلد ۱۳ فلسفۂ شرک ۔ جلد ۱۴ عدل الٰہی ۔ جلد ۱۵ توحید اور آئمہ اہل بیت

جعفریہ دار التبلیغ ۔ امام بارگاہ ۔ سانده کلاں ۔ لاہور

ملت جعفریہ کی طرف سے ایک عظیم پیش کش

سیرت النبیؐ ۳۰ جلدیں

تالیف مولانا طالب حسین کرپالوی

جلد ۱ مقام مصطفیؐ انجیل مقدس کی روشنی میں۔ جلد ۲ مقام مصطفیؐ تورات و زبور کی روشنی میں۔ جلد ۳ مقام مصطفیؐ مغربی مفکرین کی نظر میں۔ جلد ۴ مقام مصطفیؐ ہندو مفکرین کی نظر میں۔ جلد ۵ مقام مصطفیؐ قرآن مجید کی روشنی میں۔ جلد ۶ مقام مصطفیؐ فرقان حمید کی روشنی میں۔ جلد ۷ مقام مصطفیؐ احادیث کی روشنی میں جلد ۸ مقام مصطفیؐ اصحاب کرام کی نظر میں۔ جلد ۹ مقام مصطفیؐ اہل بیت عظام کی نظر میں۔ جلد ۱۰ نور مصطفیؐ۔ جلد ۱۱ نور محمد۔ جلد ۱۲ عالم الغیب۔ جلد ۱۳ بزرگواران مصطفیؐ۔ جلد ۱۴ والدین مصطفیؐ۔ جلد ۱۵ ولادت مصطفیؐ۔ جلد ۱۶ مکی زندگی۔ جلد ۱۷ مدنی زندگی۔ جلد ۱۸ اسوہ مصطفیؐ۔ جلد ۱۹ اعضاء مصطفیؐ۔ جلد ۲۰ خصائص مصطفیؐ۔ جلد ۲۱ مکاتیب مصطفیؐ۔ جلد ۲۲ مصطفیؐ کا معاشی نظام۔ جلد ۲۳ آدمی ہے بے نظیر۔ جلد ۲۴ جمال مصطفیؐ۔ جلد ۲۵ تعظیم مصطفیؐ۔ جلد ۲۶ معجزات مصطفیؐ۔ جلد ۲۷ شان یا بہتان۔ جلد ۲۸ افضل الرسلؐ۔ جلد ۲۹ خاتم النبیینؐ۔ جلد ۳۰ حیات و شفاعت مصطفیؐ

الناشر۔ جعفریہ دار التبلیغ۔ امام بارگاہ۔ سانده کلاں۔ لاہور

مسئلۂ تحریف القرآن

تالیف = جناب مولانا طالب حسین کرپالوی

اس کتاب میں ۳۲ عقلی دلائل، ۲۳۲ آیات قرآن، ۸۵ احادیث رسول اور اہل سنت کی کتب سے ۲۵۲۰ حوالہ جات سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعان حیدر کرار کے نزدیک موجودہ قرآن کمی و بیشی سے مبرا و منزہ ہے۔

اس کتاب میں مناظرین اہل سنت محدث اعظم شاہ عبدالعزیز دھلوی، احتشام الدین مراد آبادی، محمد عبدالشکور دین پوری، احسان الٰہی ظہیر، دوست محمد قریشی، عبدالستار تونسوی، کرم الدین و قاضی مظہر حسین چکوالوی، قمرالدین سیالوی، اللہ یار چکڑالوی، محمد صدیق کرپالوی، مہر محمد میانوالوی اور غلام رسول نارووالی کے ۳۲ اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے گئے ہیں

ھدیہ مجلد ۷۰ روپے

ناشر۔ جعفریہ دار التبلیغ امام بارگاہ سانده کلاں لاہور

براہین الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب

اس کتاب کی ۴۵ جلدیں متوقع ہیں

انسائیکلوپیڈیا حضرت علیؑ

جلد ۱ خلقت نورانیہ ۔ جلد ۲ وسیلہ ء انبیاء ۔ جلد ۳ نور علیٰ نور ۔ جلد ۴ وجہ اللہ در بیت اللہ ۔ جلد ۵ مسلم اول ۔ جلد ۶ مومن اکمل ۔ جلد ۷ دعوت ذوالعشیرہ ۔ جلد ۸ غازی شب ہجرت ۔ جلد ۹ صدیق اکبر ۔ جلد ۱۰ فاروق اعظم ۔ جلد ۱۱ نسب و کنیت ۔ جلد ۱۲ ۔ ۱۳ القرآن مع علی ۔ جلد ۱۴ اخو رسول اللہ ۔ جلد ۱۵ وصی رسول اللہ ۔ جلد ۱۶ ہادی امت رسول ۔ جلد ۱۷ سید العرب ۔ جلد ۱۸ امام المسلمین ۔ جلد ۱۹ خلیفہ ء بلا فصل ۔ جلد ۲۰ علی ولی اللہ ۔ جلد ۲۱ علی مولیٰ ۔ جلد ۲۲ ۔ ۲۳ محبوب خداو مصطفیٰ جلد ۲۴ منزلت ہارونی ۔ جلد ۲۵ علی مثل نبی ۔ جلد ۲۶ نفس رسول ۔ جلد ۲۷ مختار محشر ۔ جلد ۲۸ رئیس جنت ۔ جلد ۲۹ اعلم الناس ۔ جلد ۳۰ اقضی الناس ۔ جلد ۳۱ سیرت طیبہ ۔ جلد ۳۲ اسخی الناس ۔ جلد ۳۳ شیر خدا ۔ جلد ۳۴ افضل البشر ۔ جلد ۳۵ علی اور خلفاء ثلاثہ ۔ جلد ۳۶ علی اور عشرہ مبشرہ ۔ جلد ۳۷ علی اور اصحاب نبی ۔ جلد ۳۸ علی اور کتب صحاح ستہ ۔ جلد ۳۹ علی اور کتب اہل سنت ۔ جلد ۴۰ خمسہ ء مطہرین ۔ جلد ۴۱ الفاطمہ ۔ جلد ۴۲ الحسن ۔ جلد ۴۳ الحسین جلد ۴۴ الحسنین ۔ جلد ۴۵ گیارہ امام

الناشر جعفریہ دارالتبلیغ امام بارگاہ سانده کلاں لاہور

مولانا طالب حسین کرپالوی کی تالیفات (مطبوعات)

خلقت نورانیہ

اس کتاب میں آیات قرآن، احادیث معصومین، اور کتب عالم اسلام کی سینکڑوں عبارات سے ثابت کیا گیا ہے کہ خدا ذوالجلال نے ساری مخلوق سے پہلے حضور اکرم اور حضرت علیؑ کے نور کو خلق فرمایا اور اس کتاب میں ابن تیمیہ کی منہاج السنہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا بھی جواب دیا گیا ہے۔
ھدیہ: ۷۰ روپے

وسیلہ انبیاء

اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی حاجات میں حضرت علی علیہ السلام کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا۔
ھدیہ: ۷۰ روپے

نور علیٰ نور

اس کتاب میں حضرت علیؑ کے نور ہونے پر دلالت کرنے والی تمام آیات مع تفسیری روایات تحریر کی گئی ہیں۔ نیز یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا ظاہر بشری تھا اور باطن لاہوتی۔ ھدیہ: ۷۰ روپے

وجہ اللہ در بیت اللہ

اس کتاب میں عالم اسلام کی سینکڑوں معتبر کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علیؑ خدا کے گھر میں تشریف لائے اور آپ کے سوا یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہ ہوا۔ ھدیہ - ۷۰ روپے

مسلم اول

اس کتاب میں عربی، فارسی، انگلش، اردو، پنجابی، سندھی، پشتو اور سرائیکی کی سینکڑوں کتب کی عبارات سے حضرت علیؑ کا مسلم اول ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ھدیہ - ۷۰ روپے

مومن اکمل

اس جلد میں حضرت علی کا امیرالمومنین اور ایمان کل ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ھدیہ - ۷۰ روپے

عالم الغیب

اس کتاب میں براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ حضور اکرمؐ کا عالم الغیب ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ھدیہ - ۷۰ روپے

مسئلہ تحریف القرآن

اس کتاب میں آیات قرآن، احادیث معصومین، ارشادات اصحاب نبی اور اقوال علماء اسلام سے ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک موجودہ قرآن کمی و بیشی سے مبرا و منزہ ہے اور وہابی، دیوبندی اور بریلوی مناظرین کے سینکڑوں اعتراضات کے تحقیقی جوابات بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ ھدیہ - ۷۰ روپے

نوٹ۔ مستقل خریداروں کے لئے خصوصی رعایت ہے اور اگر کتب ڈاک کے ذریعے منگوائیں گے تو ڈاک خرچ آپ کے ذمے ہوگا۔

ملنے کا پتہ - جعفریہ دار التبلیغ - امام بارگاہ افضال روڈ - سانده کلاں لاہور

خصوصی درخواست

مومنین کرام!

ہم نے پندرہ سال کی محنت شاقہ کے بعد فلسفہ و توحید "سیرت النبی" "انسائیکلوپیڈیا حضرت علی اور دیگر موضوعات پر تقریباً سو (۱۰۰) تحقیقی کتب تیار کر دی ہیں۔ اب اس کی طباعت اور ہر گھر تک پہنچانے کے لئے آپ کے خصوصی تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

(۱) یا تو آپ سالانہ ایک ہزار روپے عطا فرما کر ہمارے ادارہ کے خصوصی معاون بنئے اس صورت میں آپ کو ادارہ کی تمام تالیفات مفت مہیا کی جائیں گی۔ اور ہر کتاب میں آپ کا شکریہ بھی ادا کیا جائے گا۔

خصوصی ممبر

(۲) یا آپ ۲۵ روپے سے لے کر ۵۰ روپے تک ماہانہ چندہ عطا فرما کر ہمارے ادارہ کے خصوصی ممبر بنئے۔ اس صورت میں بھی آپ کو ادارہ کی تمام تالیفات مفت مہیا کی جائیں گی۔

مستقل خریدار

(۳) یا آپ ہماری تمام مطبوعات کے مستقل خریدار بنئے۔ اس صورت میں ہر کتاب کی طباعت کے بعد آپ کو بذریعہ ڈاک مطلع کیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ آرڈر فرمائیں گے اور کتاب آپ کو ارسال کر دی جائے گی۔

خصوصی رعایت

جو ہماری مطبوعات کے مستقل خریدار بنیں گے۔ انہیں ہر کتاب میں ۲۵ فیصد تک رعایت کی جائے گی۔ یعنی ان سے صرف طباعت کا خرچ وصول کیا جائے گا۔ نفع نہیں۔ کیونکہ یہ ہماری عبادت ہے تجارت نہیں

جعفریہ دار التبلیغ ۔ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر ۳۹۶ حبیب بینک لمیٹڈ ۔ سانده کلاں ۔ لاہور ۔